عرب
کا چاند
PDFBOOKSFREE.PK
صادق حسین
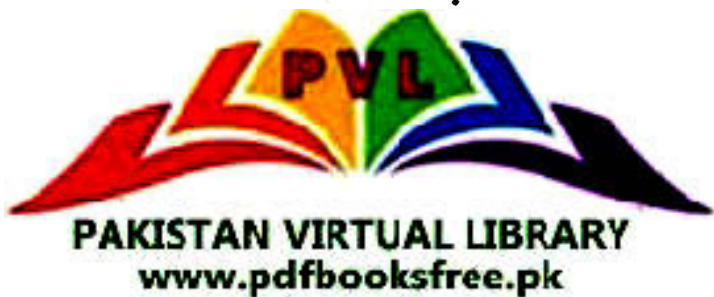
عرب کا چاند

مورخ اسلام مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی

جس میں

بہادران اسلام کے حیرت انگیز جنگی کارنامے، تین لاکھ عیسائیوں سے بیس ہزار شیران اسلام کا مقابلہ، مسلم خواتین کی بے نظیر شجاعت کے واقعات دلچسپ پیرائے میں لکھے گئے ہیں

قیمت:---------------- 75/روپے
ناشر:---------------- ناصر خاں
کمپوزنگ و ڈیزائنگ:------ محمد مکرم ظہیر

ملنے کے پتے

فرید بک ڈپو (رجسٹرڈ)
422-گلی متیا محل جامع مسجد، دھلی
فرید بک ڈپو (پرائیوٹ) لمیٹڈ
208- سردار پٹیل روڈ، ڈونگری، نزد کھوجہ قبرستان، بمبئی-9

التماس

آج دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود ہیں دنیا جہان میں اسلامی یادگاریں پائی جاتی ہیں ساری دنیا مسلمانوں کا لوہا مانے ہوئے ہے بعض تو میں اب بھی اسلام اور مسلمانوں کے نام سے تھراتی ہیں، یہ کیوں؟

اس لیے کہ اسلامی بہادر شہید ہو کر بھی تاریخوں میں اپنی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا کو تسخیر کرنے کے لیے اٹھے، بے جگری سے بڑھے اور دنیا کے کثیر حصہ پر چھا گئے ان کی بے نظیر بہادری، حیرت انگیز جرأت سنگی چٹانوں جیسے استقلال، شیروں جیسی ہمت کی داستانیں تاریخوں میں جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں مرد تو مرد عورتیں اس بہادری سے لڑی ہیں کہ دنیا ان کے کارنامے پڑھ کر حیران ہے لیکن کس قدر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو اپنی تاریخ سے دلچسپی نہیں رہی وہ بھول گئے ہیں کہ ان کے اسلاف نے کیا کیا کارہائے نمایاں کیے ہیں اور تو اور انہیں ان اسلامی بہادروں کے نام بھی یاد نہیں رہے۔ ہم نے مسلمانوں کی تاریخوں کو دیکھ کر انہیں تاریخ سے روشناس کرانے کے لیے شاندار تاریخی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا ہے چنانچہ اس طلائی زنجیر کی چمک دار کڑیاں تا،ا، آفتاب عالم، پہلی صلیبی جنگ، صلیبی جہاد، سنگدل ملک، سلطان سبکتگین، بہادر عرب، ایران کی حسینہ، محمد بن قاسم، مشرق کی حور، شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں، ناول ھذا۔

”عرب کا چاند“

اسی طلائی زنجیر کی ایک شاندار کڑی ہے اس تاریخی ناول میں اسلامی بہادروں کے حیرت انگیز کارنامے ایسی خوبی سے بیان کیے گئے ہیں کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں مولوی عبدالحق صاحب نہایت بزرگ عالم ہیں آپ نے دوران واعظ فرمایا کہ مسلمانوں کو صادق حسین صدیقی کے ناول دیکھنے چاہئیں ان ناولوں میں صحیح واقعات نہایت دلچسپ پیرائے میں درج ہیں۔

(صادق صدیقی سردھنوی)

عرب کا چاند

پہلا باب

ایک نظر

ہمارا ناول ۵۴۱ھ کے اس زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ آفتاب اسلامی اپنی جلوہ آرائیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر اس قدر بلند ہو چکا تھا کہ اس کی ضیا پاش کرنیں فضائے عالم کو جگمگانے لگی تھیں۔ لوگ جوق در جوق دولت اسلام حاصل کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ملک شام کے عیسائیوں کی زبردست سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ شمالی شہروں میں رایت (جھنڈا) اسلام لہرانے لگا تھا۔ تثلیث پرستی مٹنے لگی تھی۔ توحید پرستی کا غلغلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایران کی صدہا سالہ ساسانی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ آتش پرستی سرد پڑ گئی تھی۔ اور آتش خانے ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ تمام ایران میں صرف ایک خدا کی عبادت کی جانے لگی تھی۔ عراق، عرب جو بت پرستی کی آماجگاہ تھا کروٹ لے کر بت پرستی کی لعنت کو دور کر چکا تھا۔ وہاں بھی خدا پرستی ہونے لگی تھی۔

تمام عربستان کفر وشرک سے پاک ومنزہ ہو کر خدائے وحدہ لاشریک
کے سامنے سربسجود ہو گیا تھا عربی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سر بکف
ہو کر نکل پڑے تھے۔ انہوں نے ان مغرور سرکش لوگوں کے سروں کو خدا
کے سامنے جھکا دیا تھا۔ جو خدا کے وجود کے قائل نہ تھے۔

وہ جس ملک میں گئے وہاں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ جو
بد بخت ان سے آمادۂ پیکار ہوئے وہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیئے گئے۔
انہوں نے بڑی جی داری، نہایت جرأت وشجاعت اور کمال دلیری سے شام
اور مصر سے فلسطین جزیرہ ایران وعراق وغیرہ کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا تھا۔
ارمن اور روم باقی رہ گئے تھے۔

ان دونوں ملکوں میں عیسائیوں کی زبردست سلطنتیں اور مضبوط و مستحکم
اور ناقابل تسخیر قلعے تھے۔ ارمنی ورومی اور بربری عیسائی عظیم الشان لشکر
لے کر مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے امنڈ آئے تھے۔

بیجاۃ کا بادشاہ مکسوح نوبہ کا بادشاہ کفورانضبا کا بادشاہ جرجس کا چچیرا بھائی
قیطارس اور بیاالکبری کے بادشاہ صدر باس کا افسر اعلیٰ وادریس نہایت تزک و
احتشام اور خدم وحشم سے بھاری بھاری جمعیتیں لے کر آئے تھے خصوصاً بیجاۃ
کا بادشاہ مکسوح علاوہ سواریوں اور پیادوں کے ایک ہزار تین سو ہاتھی لایا تھا۔

ان تمام ہاتھیوں پر جرس اور عماریاں تھیں جن میں کمانیاں لگی ہوئی
تھیں۔ یہ عماریاں اس قدر وسیع تھیں کہ ایک ایک ہاتھی پر دس دس زنگی
(حبشی) سوار تھے۔ جو اس قدر طویل القامت تھے کہ ان کے ڈیل ڈول اور
عظیم الجثہ کو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔

عام طور پر ان حبشیوں کا قد دس دس فٹ بلند تھا۔ وہ زمین پر کھڑے
ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ ہاتھیوں پر سوار ہوں۔ ان کے اجسام
کی رنگتیں سیاہ تھیں۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم گٹھیلہ اور قویٰ نہایت مضبوط
تھے۔ رات تو رات انہیں دن میں دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔

ان زنگی حبشیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ وہ غیر مہذب، غیر تربیت
یافتہ، انسانوں سے غیر مانوس بالکل وحشی تھے۔ ہر وقت برہنہ رہتے تھے۔
صرف اپنے شانوں پر شیروں اور ہاتھیوں کی ڈھالیں ڈالے رکھے تھے۔

یوں تو ان سب کے پاس ڈھالیں تھیں۔ بھالے قرابتیں، قناتیں
تیر وکمان تلواریں۔ گرز وخنجر وغیرہ سب ہی تھے۔ لیکن وہ زیادہ تر گرز ہی کا
استعمال کرتے تھے۔ اور جس سوار پر گرز مارتے اسے مع گھوڑے کے فنا کر
دیتے تھے۔ عیسائیوں نے ان زنگیوں کو زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔

جب کبھی ان سے کام لینا مقصود نہ ہوتا تو انہیں زنجیروں میں باندھ کر
میدانِ جنگ میں لایا جاتا اور اشارے سے بتا دیا جاتا کہ فریق مخالف پر
حملہ کریں۔ وہ کل کے آدمیوں کی طرح فوراً دشمن پر گرز اندازی شروع کر
دیتے اور چشم زدن میں انہیں فنا اور پسپا کر کے کامران وبامراد ہو کر میدان
جنگ سے واپس لوٹتے۔ ان زنگیوں کی زبان سمجھ میں نہ آتی تھی۔ غالباً وہ
بھی عیسائیوں کی زبان نہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ ہر کام اشارے سے ہوتا تھا۔
اور ہر بات اشارے سے سمجھی جاتی تھی۔

اگرچہ عیسائیوں کی تعداد مور وملخ سے زیادہ تھی۔ دولاکھ سوار، پچاس
ہزار پیادے اور بیس ہزار کوتل گھوڑے ہمراہ تھے مگر ان سب سے زیادہ

انہیں زنگیوں پر ناز تھا۔ عام طور پر عیسائیوں کا خیال ہی نہیں۔ بلکہ یقین تھا کہ یہ حبشی ہی مسلمانوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے اور اگر کچھ سخت جان باقی بھی رہیں گے تو ان کو ہاتھی مسل دیں گے۔

عیسائیوں کا عظیم الشان لشکر مقام دہشوار سے اس طرف آٹھ مربع میل کے گرد میں خیمہ زن تھا۔ اور دور ہی سے مسلمانوں کو فنا کر ڈالنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس ٹڈی دل کا سپہ سالار اعظم کفور کا بادشاہ بولش تھا جو بہادر ہونے کے علاوہ چالاک اور فریبی تھا مسلمانوں کا یہ لشکر بیس ہزار تھا یہ مختلف لشکر مختلف سرداروں کی سرکردگی میں تھا۔ مشہور سردار یا رؤسائے عرب میں سے حضرت خالد، زبیر بن العوام، فضل بن العباس، زیاد بن سفیان، عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق، عبداللہ بن عمر فاروق، جعفر بن عقیل، مقداد بن اسود الکندری، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، عمرو بن العاص، ریاض اور سعدؓ تھے۔

اسلامی لشکر کے سالار اعظم خالدؓ اور قائد اعظم عمرو بن العاصؓ تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ عربی لشکر میں افسر مال اور افسر جنگ علحدہ علحدہ مقرر ہوئے تھے اس سے قبل جس قدر لشکر کشیاں ہو چکی تھیں۔ ان سب میں افسر مال اور افسر جنگ ایک ہی شخص ہوتا تھا۔

اس اسلامی لشکر کی باگ ڈور خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں میں تھی خلیفہ اس جگہ سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر عرب کے مشہور شہر مدینہ منورہ میں بیٹھے تھے اور اس لشکر کی قیادت فرما رہے تھے۔ ان کے پاس اس سرزمین کا نقشہ تھا۔

وہ نقشہ دیکھ کر لشکر کو آگے بڑھنے کی، مناسب جگہ پر قیام کرنے اور

میدان جنگ میں مورچہ بنانے کی ہدایت کرتے رہتے تھے، اگرچہ اسلامی لشکر تھوڑا ہی تھوڑا تھا۔ اور اس لشکر کو عیسائیوں کے ٹڈی دل عساکر کا علم تھا مگر انہیں دشمن کی کثرت سے کوئی فکر اور اندیشہ نہ تھا۔

انہیں دربار خلافت سے پیش قدمی کے احکامات صادر ہو رہے تھے۔

اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے آگے بطور طلایہ کے میسرہ بن مسروق سو مجاہدین کی جمعیت سے آگے چلتے تھے۔

ان کے پیچھے جابر بن عبداللہ انصاری اور ذوالکاع الحمیری ایک ہزار پُر جوش مسلمانوں کے ساتھ کوچ کرتے تھے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر چلتا۔ لشکر سے تین چار میل فاصلے پر مسلم عورتیں اور بچے سفر کرتے تھے۔ ان کے پیچھے ریاض اور سعد پانچ سو مجاہدین کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے۔

ان سب سے پیچھے والے لشکر کا یہ فرض تھا کہ مجاہدین یا عورتوں اور بچوں میں سے جو پیچھے رہ جائے یا کسی وجہ سے سفر کرنے کے ناقابل ہو تو اس کو اپنے ساتھ لے لیں اور ہر ممکن سہولت کے ساتھ آئندہ پڑاؤ پر پہنچا دیں نیز اس کا بھی خیال رکھیں کہ دشمن عقب سے آ کر عورتوں اور مجاہدین کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس طرح کوچ کرنے سے اسلامی لشکر دور تک پھیل جاتا تھا اور فوج کا سب سے آخری دستہ جو لشکر اور عورتوں کی حفاظت پر مامور تھا اکثر ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوا کرتا تھا۔ اور دوسرے پڑاؤ پر دن چھپنے کے بعد پہنچتا تھا۔ اس محافظ دستہ کے سردار ریاض اور سعد تھے۔

یہ دونوں نوجوان کافی وجیہ تھے خصوصاً ریاض نہایت خوب صورت تھا۔

ایک نوجوان مرد میں خوب صورتی کی جو خصوصیات ہونا چاہئیں اس میں وہ تمام موجود تھیں اس کی عمر بیس اکیس سال کے قریب تھی مونچھوں کی روئیدگی شروع ہوگئی تھی۔ مگر ابھی خط کی روئیدگی کا آغاز نہ ہوا تھا۔

ریاض اور سعد میں بے انتہا محبت تھی۔ ایسی محبت جس کی مثال اس زمانے میں بہت کم پائی جاتی تھی۔ ایک دوسرے کے لیے حقیقی معنوں میں جان دینے کے لیے تیار تھے۔ اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کو ان دونوں کی دوستی کا حال معلوم تھا۔

ایک روز اسلامی لشکر کوچ کر رہا تھا۔ محافظ دستہ عورتوں سے ایک میل کے فاصلے پر پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ اس کے آگے ریاض اور سعد گھوڑوں پر سوار چلے آرہے تھے۔ راستہ سیدھا اور صاف ہونے کی وجہ سے عورتوں کے قافلے کے اونٹ شغدف اور محمل نظر آرہے تھے۔

آفتاب کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ مجاہدین نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی۔ نرم گرم دن تھے۔ وقت خوشگوار ہوگیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے فرحت خیز چل رہے تھے ارد گرد سبزہ زار میدان دور تک پھیلا ہوا تھا۔ گویا نہایت یہ دلفریب منظر تھا۔

سعد نے کہا ”ریاض فوراً گھوڑوں کو تیز کرلو دیکھیں عورتوں یا بچوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے“۔ چلو ریاض نے کہا۔ اور دونوں نے گھوڑے تیز کر دیئے۔ سامنے عورتوں کا قافلہ جارہا تھا۔ بہت جلد یہ قافلے میں پہنچ گئے۔

یہاں پہنچ کر دونوں الگ الگ ہو گئے۔ اور اونٹوں اور شغدوں اور محملوں کے پاس جاکر بچوں اور عورتوں سے دریافت کرنے لگے کہ آیا انہیں

کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ کسی نے بھی کسی ضرورت کا اظہار نہ کیا۔

ریاض دریافت کرتا کرتا ایسے محمل کے پاس پہنچا جس پر ریشمیں پردے پڑے ہوئے تھے۔ اونٹ بھی اچھا تھا اور محمل بھی اچھا تھا۔ ریاض کو وہ محمل بہت اچھا معلوم ہوا۔ مگر آج اس کا دل خود بخود محمل کی طرف کھنچنے لگا۔

اس نے سن رکھا تھا کہ سرزمین عرب میں رئیس بخد کی پری جمال لڑکی لیلےٰ کا جیسا محمل تھا۔ ایسا کسی کا نہ تھا۔ عرب کے بہت سے رئیسوں اور امیروں نے اس جیسا محمل بنایا مگر نہ بن سکا۔

لیلےٰ کا محمل تمام دنیا میں اس طرح سے مشہور ہوگیا۔ جس طرح لیلےٰ اور مجنون کا فسانہ محبت ریاض کو آج یہ محمل لیلےٰ کے محمل سے بھی اچھا اور بڑھا چڑھا ہوا معلوم ہوا۔ اس نے اپنے دل سے کہا۔

کاش اس خوب صورت محمل میں کوئی رشک لیلےٰ سوار ہو۔ اس کے دل نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ ایک ہوا کا جھونکا آیا اور محمل کا پردہ الٹ گیا۔ ریاض کی نظر قصداً نہیں اتفاقیہ محمل کے اندر جا پڑی اسے حسن کا جگمگاتا ہوا چاند نظر آیا۔ ایک کافر اور زاہد فریب لڑکی سامنے بیٹھی تھی۔

اس حور وش لڑکی کا گول چہرہ چاند سے زیادہ روشن تھا۔ پیشانی اونچی اور کشادہ و پُر نور تھی۔ جس پر گھنگھریالے سیاہ بال بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے جو کہ نہایت ہی پیارے معلوم ہورہے تھے۔

آنکھیں آم کی پھانک کی طرح بڑی بڑی اور سُرمگیں۔ مست و چمکیلی اور رسیلی تھیں۔ ابرو قوس وقزح کی طرح تھے۔ آنکھوں پر گامزن کی چلمن پڑی ہوئی تھی رخسارے بھرے بھرے اور ایسے پرنور تھے کہ ان پر نظر نہیں

ٹھہرتی تھی۔ عارض بالکل گلاب کے پھول تھے جن پر شبابی غازہ بکھرا ہوا تھا۔
ناک نہایت موزوں اور ستواں تھی۔ دہن چھوٹا۔ اوپر نازک لب
بالکل کمان کی طرح تھا نیچے کا لب اوپر والے لب کی مناسبت سے تھا۔
تھوڑی کمال خوب صورت اور ایسی نازک تھی کہ بہت ہی بھلی معلوم ہوتی
تھی۔ گردن صراحی دار، سینہ ابھرا ہوا، جو ثمر جوانی کو نمایاں کر کے دیکھنے
والے کے دل پر تیروں کی بوچھاڑ کرتا تھا۔

بازو بھرے بھرے تھے۔ وہ جوان تھی، جنمور تھی، خوب صورت تھی، بلا
مبالغہ دنیا کی حور معلوم ہوتی تھی۔ ریشمیں کپڑے پہنے ہوئے کمال شان
استغنائی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

جب گستاخ ہوا نے محمل کا پردہ الٹ دیا اور اس حور طلعت لڑکی نے
باہر کی طرف دیکھا تو سامنے ہی ریاض کھڑا تھا جو حیرت بھری نظروں سے
اس زاہد فریب لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

اس پری جمال لڑکی کی نظر بے اختیارانہ ریاض پر پڑی۔ وہ نامحرم کو
سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔ یا آنکھوں سے کمال شرم وحیا کا اظہار ہوا وہ سمٹ گئی
اور اس نے اپنا بدن چرا لیا۔

اس کی یہ ادائیں زاہد کش تھیں۔ ریاض جگر تھام کر رہ گیا۔ ہوا کا
جھونکا نکلا چلا گیا۔ محمل کا پردہ خود ہی درست ہو گیا۔ ایک تیر تھا جو ریاض کے
جگر میں پیوست ہو گیا۔

ریاض نے زیر لب خفیف آہ کی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔
ہاتھ پاؤں کی طاقت جواب دینے لگی۔ قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے

فوراً ہی سعد برابر آ گیا اور اس نے کہا۔
ریاض: کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہیں لہٰذا آؤ واپس چلیں! ریاض اس
آواز کو سن کر چونک پڑا۔ وہ سنبھل گیا۔ اس نے پژمردہ دل سے کہا "ہاں آؤ
واپس چلیں"۔

سعد نے ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔
ہونٹوں پر خشکی دوڑ رہی تھی۔ آنکھوں سے وحشت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سعد کو
اس کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا۔

اس نے کہا" ریاض! کیا تم کو پیاس معلوم ہو رہی ہے؟ ریاض
بجز ہاں کے اور کیا کہہ سکتا تھا۔ راز پوشیدہ رکھنے کے لیے سعد کے حسب
منشاء جواب دینا ضروری تھا۔

اس نے کہا ہاں! مجھے کسی قدر پیاس معلوم ہونے لگی ہے۔

یہ عجیب کیفیت ہے کہ جب محبت کسی نیک اور شریف طینت انسان
کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔ تو وہ محبت کو راز سمجھ کر اس کو چھپانے کی کوشش
کرتا ہے سعد کے پاس پانی کی چھاگل تھی۔ اس نے جلدی سے چھاگل
لے کر ریاض کو دی اور کہا۔ تھوڑا پانی پی لو۔

ریاض نے پانی پیا سعد نے کہا آؤ اب اپنے دستہ میں واپس چلیں۔
ریاض نے مردہ دلی سے کہا" چلو"۔

اب یہ دونوں واپس لوٹے اور اپنے دستے کے قریب پہنچ کر دستہ
کے ساتھ چلنے لگے۔

○○○

دوسرا باب

نظارۂ جمال

مجاہدین اسلام کا لشکر کوچ در کوچ قیام کرتا مرج کبیر میں جا پہنچا یہ مقام مدائن کے قریب تھا یہاں ایک زبردست میدان واقع تھا۔ ایسا زبردست کہ جس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے دوسرا کنارہ نظر نہ آتا تھا۔

تقریباً چودہ مربع میل تھا۔ اس میدان کے ایک طرف پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یوں تو یہ تمام میدان سر سبز شاداب تھا۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ تھے لیکن جو حصہ پہاڑی کے قریب تھا وہ بہت زیادہ سبزہ زار تھا۔

دامنِ کوہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے درخت کثرت سے کھڑے ہوئے تھے۔ پہاڑی بھی سبزہ زار تھی۔ ہر ذرہ ہر گھاٹی ہر چٹان اور ہر پتھر سبزہ سے لدا ہوا تھا۔

خود رو اور خوشبو دار پھولوں کے پودے اس کثرت سے کھڑے تھے کہ تمام پہاڑی پھولوں کا تختہ معلوم ہوتی تھی۔ عطر بیز پھولوں کی خوشبو سے

تمام پہاڑی اور ساری وادی مہکی رہتی تھی۔

اسلامی لشکر دامنِ کوہ میں خیمہ زن ہوا تھا۔ عورتوں کے لیے عین پہاڑی کے نیچے خیمے نصب کیے گئے تھے۔ عورتوں کی جائے قیام سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر ایک گھاٹی میں پانی کا صاف شفاف چشمہ جاری تھا۔ اکثر عورتیں اس چشمہ سے پانی لینے جایا کرتی تھیں۔

خالد بن الولیدؓ نے ان عیسائیوں کو عہدۂ جاسوسی پر مامور کیا تھا جو کہ مسلمانوں کے ملازم تھے۔ ان لوگوں کو بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ چوں کہ یہ لوگ عیسائی تھے۔ اس لیے عیسائی لشکر میں جا کر آسانی سے خبریں لے آتے تھے۔ اب تک جو خبریں آئی تھیں وہ یہ تھیں کہ بلادنوبہ و بربر اور بجاۃ کے عیسائی بادشاہ متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے قسمیں کھا کھا کر آئے ہیں۔

زنگیوں کے متعلق عجیب و غریب اور ہیبت ناک خبریں آ رہی تھیں۔ مثلاً ان کے قد میں مبالغہ تھا کہ کوئی دس فٹ بتلاتا تھا۔ کوئی پندرہ فٹ ایک شخص نے باوثوق ذریعہ سے بیان کیا حبشیوں کا قد تیس فٹ یا دس گز ہے۔ وہ کھڑے ہوئے ہاتھی پر اس طرح سوار ہو جاتے ہیں جس طرح معمولی آدمی زقند لگا کر گھوڑے پر جا بیٹھتا ہے۔

اس شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ اس قدر شہر زور ہیں کہ گھوڑے کو آسانی سے اٹھا سکتے ہیں۔ جب ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر دباتے ہیں۔ تو وہ چنگھاڑنے لگتا ہے۔ نیز موقع پا کر آدمی کو اٹھا کر کچا کھا جاتے ہیں۔

کئی کئی من کا گرز رکھتے ہیں۔ جب غصے میں آ کر گرز مارتے ہیں تو

پھر تک کا سرمہ کر دیتے ہیں ان لاف زنیوں نے اور مبالغہ آمیز افسانوں
نے مسلمانوں کو کسی قدر خوفزدہ اور متوحش بنادیا تھا۔

مسلمان مرج کبیر میں پڑے ہوئے اس بات کے منتظر تھے کہ عیسائی
لشکر پیش قدمی کر کے اسی میدان میں آجائے۔ دو وجوہ سے مسلمان اس
میدان کو لڑائی کے لیے مناسب سمجھتے تھے۔ ایک تو یہ کہ یہ میدان نہایت
طویل وعریض تھا۔ پانی قریب تھا۔ لہٰذا یہ میدان ہر طرح سے میدان جنگ
بننے کے قابل تھا۔ دوسرے یہ سرحدی موقع تھا۔ اگر اس جگہ جنگ ہو کر
مسلمانوں کو ہزیمت بھی ہو تو وہ بلا کسی وقت اور کثیر نقصان کے واپس لوٹ
سکتے تھے۔ اور اگر فتح ہو تو عیسائیوں کی جمعیت ٹوٹ کر منتشر ہونے سے دور
تک پیش قدمی کر سکتے تھے۔ لیکن عیسائی جگہ سے حرکت نہ کرتے تھے۔

وہ مسلمانوں کی پیش قدمی کا انتظار کر رہے تھے۔ یوں تو مسلمان اور
عیسائیوں کے درمیان بہت سے قصبے اور قریے تھے۔ مگر ایک نہایت مشہور
قلعہ وہشوار ہی تھا۔ جو دونوں لشکروں کے درمیان قریب نصف فاصلے پر
واقع تھا۔

والی قلعہ نے قلعے کا دروازہ بند کروادیا تھا اور محصور ہو کر قلعہ کے اندر
بیٹھ رہا تھا۔ ریاض کسی کی تیر نظر کا گھائل اور کسی حور شمائل پر مائل ہو چکا تھا۔
اگرچہ وہ فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے تساہل سے کام نہ لے رہا تھا۔ مگر
ہر وقت پژمردہ خاطر ملول ومحزون اور دل برداشتہ رہتا تھا۔

اسے دیکھنے والا پہلی نظر میں پہچان لیتا تھا کہ وہ سخت مغموم اور
پریشان ہے۔ سعد اس کا دوست تھا وہ ریاض کو غمزدہ اور آزردہ خاطر دیکھ کر

سخت پریشان ہو رہا ہے۔

اس نے بہت کچھ ریاض سے دریافت کیا۔ قسمیں دلا کر پوچھا مگر اس
نے کچھ نہ بتایا۔ جب اس سے زیادہ اصرار سے پوچھا جاتا تو وہ رو دیتا۔

سعد اس کا رونا نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے چپ ہو جاتا اور ریاض اٹھ کر
چل دیتا۔ ریاض کی دوستی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ سعد سے اپنے درد دل کا حال
بیان کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔

ایسا کرنے سے وہ ہمیشہ کے لیے اپنی معشوقہ کے دیدار سے محروم رہ
جاتا کیوں کہ جس سرزمین کا وہ رہنے والا تھا اور جس ملک میں اس نے
پرورش پائی تھی، وہاں یہ قانون تھا کہ جو شخص کسی پری ذات پر شیدا ہو جاتا
اور ان کے عشق کا حال کھل جاتا۔ ان کی شادی ہونا تو بجائے خود رہا وہاں
ایک جگہ مل کر بیٹھنا اور دور سے دیکھ لینا غیر ممکن تھا۔

وہ ان باتوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لیے کسی پر درد دل کا حال
ظاہر نہ کرتا تھا۔ سعد ریاض کے اشک بار ہونے، آہ کرنے اور زرد پڑ جانے
سے یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی ماہرو کے زلف گرہ کا اسیر وشیدا ہو گیا ہے۔ لیکن وہ
حور طلعت کون ہے۔ اس کے معلوم کرنے کے لیے وہ بیتاب اور بے بیقرار
تھا۔ اسی لیے وہ بار بار ریاض سے دریافت کرتا تھا۔ اس نے عزم بالجزم کر
لیا تھا کہ اس پری پیکر کا جس نے اس کے دوست ریاض کا دل لے کر اسے
درد والم میں مبتلا کر دیا تھا۔ پتہ معلوم ہوتے ہی اس کی شادی کے لیے سر توڑ
کوشش کرے گا۔ اسے کامیابی کی امید اس لیے تھی کہ اوّل تو ریاض خود
اپنے گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ شریف اور غیور خاندان کا فرد تھا۔ مالدار

تھا۔ ان تمام اوصاف کے باوجود وہ فوج کا سردار بھی تھا۔ نیز سب سے بڑی بات یہ تھی۔ کہ ان تمام اوصاف کے باوجود وہ ایک خوبرو نوجوان اورشریف طینت انسان تھا کسی شخص کو بھی کسی حالت میں اسے اپنا داماد بنانے میں کوئی عذر اور حیلہ جوئی کا موقع نہ مل سکتا۔ اور بالفرض اگر کوئی رکاوٹ حائل بھی ہوتی تو وہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا۔

چوں کہ اس خاندان کا تمام عرب میں غرور و وقار مسلم تھا اس لیے اس کا یقین کامل تھا کہ اس کی سفارش کسی طرح سے بھی مسترد نہ کی جائے گی۔ ان وجوہات کے ہوتے ہوئے ان خیالات میں ریاض کی کامیابی میں شبہ کی گنجائش نہ تھی۔

لیکن وہ ریاض سے مجبور تھا۔ اسے وہ اپنا راز نہ بتاتا تھا اور بغیر اظہار کے کوئی کوشش نہ کی جاسکتی تھی۔ سعد اور ریاض آج کل کے دوستوں کی طرح نہ تھے۔ جو ذرا ذرا سی بات پر بگڑ کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔

ان کا خلوص اور محبت پائیدار تھی۔ سعد کو کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ ریاض اس پر بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ اگر اسے اس پر اعتماد ہوتا تو وہ اپنا ہمراز بناتا۔

نہیں وہ سچے دوست تھے۔ ان کی دوستی خالص اور بے لاگ تھی اس لیے سعد کو کوئی ملال نہ تھا۔ وہ برابر دریافت حال کی کوشش کر رہا تھا۔

ریاض کا یہ معمول تھا کہ روزانہ پہاڑی پر جاتا اور کسی درخت کے سائے میں پھولوں کے تختہ پر بیٹھ کر کسی کی یاد میں مستغرق ہو جاتا اسے

دوبارہ اس حور وش کا کا دیدار نصیب نہیں ہوا تھا۔ جس نے اس کا صبر و قرار لوٹ لیا تھا۔ دراصل وہ شریف طینت انسان تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ پردہ نشینان عرب میں تاک جھانک کرتا پھرے وہ سمجھتا تھا کہ اس طریقہ سے اس کی معشوقہ بدنام ہو جائے گی۔ اور یہ اسے کسی طرح سے گوارہ نہ تھا۔

ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر وہ پہاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ پہاڑی کے قریب پہنچا تو اس نے چند کمسن لڑکیوں کو سبز سبز گھاس پر کھڑے دیکھا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔

وہ سر جھکائے ہوئے جا رہا تھا ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا۔ کہ کسی نے کہا ”یہ ہے وہ ریاض جس کی بہادری کی تعریف کی جاتی ہے؟۔

وہ اپنا نام سن کر ٹھٹکا اور بے اختیارانہ طریقے سے اس کی آنکھیں ان دوشیزہ لڑکیوں کی طرف اُٹھ گئیں۔

وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ جب کہ اس نے لڑکیوں میں اس پری جمال کو دیکھا جس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش تھی وہ ٹکٹکی باندھ کر اس حور نگاہ کو بھی دیکھنے لگا تھا۔

یہ لڑکی اس قدر خوب صورت تھی کہ اس کے روشن چہرہ سے حسن کی شعاعیں نکلتی رہتی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی نظر بھر کر اس کے رخِ روشن کو دیکھ سکے۔

ریاض نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن تجلیات نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی۔

اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے اپنی اس کیفیت پر سخت

تعجب ہوا اس ماہ تمثال نے اپنی بڑی بڑی اور ہوشربا نگاہیں اٹھا کر ایک نظر ریاض پر ڈالی۔

پوری نہیں، سرسری طور پر دیکھا۔ شرم سے نگاہیں جھکا دیں۔ یا غرور حسن نے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔

اس نے نہایت لاپرواہی سے نیز کمال شان استغنائی سے منہ پھیر لیا۔ ریاض پر اس کی کج ادائی نے اور بھی ستم ڈھایا۔ وہ سمجھا کہ حورزادی پری پیکر جس پر وہ فدا ہے۔ اس سے نفرت کرتی ہے یا نفرت نہیں کرتی تو اسے اچھا بھی نہیں سمجھتی۔

اس سے اسے کمال صدمہ ہوا اور اس کا دل وفور یاس سے بیٹھ گیا۔ اور لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس کی قریب ترین عزیزہ تھی۔ اس کا نام مرزوعہ تھا وہ عملوق کی بیٹی تھی۔ نہایت حسین اور شوخ طبع تھی لکھی پڑھی تھی بدیں وجہ اسے شعروشاعری کا شوق تھا۔

اس نے ریاض کی کیفیت دیکھی۔ اس کے دل میں اس کی حالت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔

اس نے کہا "ریاض تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"۔

ریاض بہت زیادہ غمگین معلوم ہونے لگا تھا، اس نے کہا۔

"مرزوعہ، کئی روز سے میری طبیعت خراب ہے"۔

مرزوعہ: تمہارے چہرے سے حسرت برس رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ریاض کیا جواب دیتا۔ وہ حسرت و یاس کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ ایک اور

لڑکی نے کہا۔

"یا تو اس جگہ کی آب وہوا ان کی طبیعت کے خلاف ہے۔ یا کوئی اور افتاد آپڑی ہوگی"۔

مرزوعہ نے اس لڑکی سے خطاب کرتے ہوئے کہا "تم نے ٹھیک کہا آب ہوا کی خرابی نہیں بلکہ کوئی اور ہی بات ہے"۔

سلمٰی بھی نہایت خوب صورت تھی۔ یہ لقمان کی بیٹی تھی۔ اس نے مرزوعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ان پر بڑا ہی ترس آرہا ہے"۔

ریاض ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ ان کی ہمدردی نے اس کے دل کو اس قدر گداز کر دیا تھا کہ اگر بدنامی کا خیال نہ ہوتا تو وہ بالضرور ان کمسن لڑکیوں سے جو اس سے اظہار ہمدردی کر رہی تھیں اپنے دل کا راز بیان کر دیتا۔

وہ کبھی کبھی وزدیدہ نظروں سے اس غارت گر ایمان کو دیکھ لیتا جس کی نگاہ ناز نے اس کے دل میں خلش پیدا کر دی تھی۔

وہ ناز آفریں لڑکی ایک خوب صورت پرندے کو دیکھ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے ان لڑکیوں اور ریاض کی گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

مرزوعہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "لبنیٰ ادھر کیا دیکھ رہی ہو؟"۔

لبنیٰ نے مرزوعہ کو دیکھا اور اس نے متانت سے جواب دیا کچھ نہیں، دیکھو آفتاب زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ لہٰذا آؤ اب واپس چلیں۔

یہ کہتے ہی وہ اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوگئی اور سب لڑکیاں بھی اس

کے پیچھے پیچھے ہولیں۔

ریاض کا دل اس سیم تن کی اس کج ادائی اور بے رخی سے بالکل ٹوٹ گیا۔اس نے ایک گہرا ٹھنڈا سانس لیا اور اس جفا پیشہ کو دیکھنے لگا۔ جو سرد مہری سے اس کے دل پر چرکا لگا گئی تھی۔

وہ دیکھتا رہا کہ وہ کافر ادا جس کی ہر ہر ادا پر وہ ہزار جان سے والہ وشیدا تھا۔ایک ادائے جانانہ کے ساتھ سبزہ کو پامال کرتی اور ان کی نگاہوں کو مسلتی ہوئی چلی جارہی تھی۔وہ جو اس کے ہر قدم کے نیچے بچھا جارہا تھا۔

جب وہ کسی قدر فاصلے پر چلی گئی تو اس نے پھر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور آہستہ آہستہ سے کہا۔

اور رشکِ قمر پری پیکر! تو کس قدر بے رحم ہے مرزوعہ نے اس کا نام لبنیٰ لیا تھا۔اسے آج سے پہلے اس زاہد فریب کا نام تک بھی معلوم نہ ہوسکا تھا۔ آج اتفاقیہ معلوم ہوگیا تھا۔جس طرح سے اس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش ہوگئی تھی اسی طرح اس کا نام بھی دل پر منقش ہوگیا تھا۔

اس نے کہا لبنیٰ! آہ کیا پیارا نام ہے۔اس رشک لیلیٰ کا نام لبنیٰ ہی ہونا چاہئے تھا۔

آج وہ پہاڑی کی طرف نہ گیا۔بلکہ وہاں سے لوٹ کر اپنے خیمے پر جا پہنچا۔اور خیمے کے اندر جا کر کپڑا اوڑھ کر فرش پر پڑا رہا۔

وہ لبنیٰ پر ہزار جان سے فریفتہ ہوگیا تھا۔اس کی آنکھوں میں لبنیٰ بسی ہوئی تھی۔زبان پر لبنیٰ کا نام تھا۔اور دل میں لبنیٰ کی تصویر تھی۔اسے اس طرح منہ لپیٹے ہوئے پڑے تھوڑی دیر گذری تھی کہ سعد خیمے میں داخل ہوگیا۔

وہ ریاض کو اس طرح سے پڑے ہوئے دیکھ کر بے چین ہوگیا۔اور کچھ دیر کھڑا رہ کر وہ اسے دیکھتا رہا۔ریاض خیالِ یار میں محو تھا۔اسے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔

سعد بڑھ کر اس کے قریب گیا اور اس نے محبت بھرے لہجہ میں آہستہ سے پکارا ''پیارے ریاض!''۔

ریاض چونک پڑا۔وہ خیالات کے بحرِ زخار سے نکلا اور اس نے چادر کا پلّہ منہ سے ہٹا کر دیکھا۔

سعد کو کھڑے ہوئے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے کہا ''بھائی سعد آؤ بیٹھ جاؤ''۔

سعد اس کے قریب بیٹھ گیا۔اس نے غور سے ریاض کو دیکھا۔ریاض کا چہرہ اترا ہوا تھا۔سعد تڑپ گیا اور اس نے کہا:

''ریاض خدا کے لئے بتادو کہ تمہیں کیا غم ہے؟''۔

اس ہمدردی کو دیکھ کر ریاض کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور قریب تھا کہ رازِ دل زبان سے بیان کردے کہ فوراً لبنیٰ کی معصوم صورت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور فوراً اس کا خیال بدل گیا۔

اس نے دل میں کہا ''میں معصوم دوشیزہ کو بدنام کروں گا اس کے فراق میں گھل گھل کر مرجاؤں گا۔مگر اس کی محبت کا راز زبان پر نہ لاؤں گا''۔

یہ خیال کرتے ہی وہ سر جھکا کر خاموش ہوگیا۔سعد نے پھر کہا۔
ریاض خدا کے لئے بتادے کہ آخر تجھے کیا غم ہے؟''۔

ریاض نے آہستہ سے کہا" کچھ نہیں، سعد! تم زیادہ اصرار نہ کرو"۔

سعد! میں ہرگز اصرار نہ کرتا، اگر تمہیں اس قدر مضطرب الحال اور پریشان خاطر نہ دیکھتا۔

"ریاض: اب میں مضطرب رہوں گا!"۔

سعد نے جلدی سے کہا" یہ غیر ممکن ہے"۔

ریاض نے تعجب خیز نظروں سے سعد کو دیکھ کر دریافت کیا۔ غیر ممکن کیوں ہے؟

سعد نے متانت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس لئے کہ تمہاری حالت یہ بتا رہی ہے کہ تم بھی کسی کو دل دے چکے ہو اور جب تک درد دل کا علاج نہ ہوگا۔ اضطراب دور نہیں ہو سکتا۔

سعد کی اس گفتگو سے ریاض پر بجلی سی گری۔ جس راز کو وہ چھپانا چاہا تھا۔ اس کے دوست نے وہ معلوم کر لیا تھا۔ اسے افشائے راز سے اپنی بدنامی کا خیال نہیں تھا۔ بلکہ اس کی رسوائی کا خوف تھا جس کی محبت میں وہ جل رہا تھا۔

اسے اس افشائے راز سے کمال صدمہ ہوا۔ حالانکہ اس نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ تاہم اپنی نظروں میں وہ خود قصوروار نظر آنے لگا تھا۔

سعد اس کی یہ کیفیت نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے چہرے سے وہ خیالات معلوم کر لئے تھے۔ جو اس وقت اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

اس نے کہا" ریاض! اقرار کرو کہ تمہیں کسی حور وش سے محبت ہوگی ہے"۔ ریاض نے دیکھا اور سر جھکا لیا اور کہا۔

"نہیں سعد یہ بات نہیں ہے"۔

سعد نے کہا" تم لاکھ انکار کرو۔ میں ماننے والا نہیں ہوں۔ تم مجھے نہیں بتاتے تو نہ بتاؤ۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ تمہارا راز دریافت کر کے رہوں گا"۔

ریاض نے کہا" میرا کوئی راز نہیں ہے"۔

سعد: خیر دیکھا جائے گا"۔

تھوڑی دیر اور بیٹھ کر سعد اٹھا اور چلا گیا۔ ریاض کو اس بات کی فکر ہوئی کہ سعد اس کا راز دریافت کرنے کی فکر میں لگا گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اب اور بھی محتاط رہوں گا۔

وہ شام تک خیمہ میں ہی پڑا رہا۔ نماز بھی خیمہ میں پڑھی۔ شب بھر فراق یار میں کروٹیں بدلیں۔ صبح بیدار ہو کر نماز پڑھی۔ قرآن کریم کی تلاوت کی اور جب آفتاب کسی قدر بلند ہوگیا۔ تو وہ حسب معمول پہاڑی کی جانب روانہ ہوا۔

جب وہ اس میدان میں پہنچا جہاں گزشتہ روز اس نے لبنیٰ کو دیکھا تھا تو ٹھٹک کر کھڑا ہوگیا۔ آج یہ میدان خالی تھا اور خالی میدان دیکھ کر اسے کمال رنج ہوا۔

وہ سرد آہ بھر کر آگے بڑھا۔ چند ہی قدم کے فاصلے پر ایک درّہ تھا وہ درّہ میں داخل ہوا۔ اس درّہ کے دونوں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی

تھیں۔ جو کہ سبزہ سے لدی ہوئی کھڑی تھیں۔
کچھ دور چل کر داہنی طرف ایک شگاف تھا وہ شگاف میں گھس گیا۔
تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے پر پہاڑی وادی شروع ہوگئی اس وادی میں ہر طرف پھولوں کے تختے تھے۔
رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھل رہے تھے۔ ان کی خوشبو سے تمام وادی مہک رہی تھی۔ ریاض قدرت کی اس گل کاری کو دیکھتے ہوئے سر جھکائے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ریاض قدرت کی اس گل کاری کو دیکھتے ہوئے سر جھکائے بڑھ گیا۔
دفعتاً اس نے اپنے قریب سے سسکی کی آواز سنی۔
وہ چونک پڑا اس نے داہنی طرف دیکھا۔ اسے پھولوں کے تختے کے پاس لبنیٰ کھڑی نظر آئی۔ جو کہ اپنی انگلی میں پھونکیں مار رہی تھی۔
ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر مبہوت کھڑا رہ گیا۔ اس وقت لبنیٰ تنہا تھی۔ وہ بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ سیاہ گیسوؤں کی لمبی لمبی لٹیں ہر دو عارض کے دونوں طرف نکلی ہوئی گداز سینہ کے دونوں طرف پڑی تھیں۔
زلفوں میں پھولوں کے گچھے لگے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ وہ بڑی بڑی اور خوب صورت آنکھیں بظاہر اپنی انگلی پر جمائے ہوئے تھی۔
مگر گاہے بگاہے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو بھی دیکھ لیتی تھی۔
اس بت طناز کو دیکھ کر ریاض کا دل دھڑکنے لگا رعب حسن سے اس کے

قدم گڑ گئے اور محبت وحسرت آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے آہستہ سے کہا۔
نہ معلوم پھولوں کے گرد یہ کمبخت کانٹے کیوں آ لگتے ہیں۔
ریاض نے سمجھ لیا کہ پھول توڑتے وقت اس کافر ادا کے کوئی کانٹا لگ گیا ہے وہ آہستہ سے بڑھ کر لبنیٰ کے قریب پہنچا۔
اس نے کہا ”کیا میں دیکھ سکتا ہوں کہ ظالم کانٹا کہاں لگا گیا ہے؟۔
لبنیٰ نے ہوشربا وسحر خیز نظریں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض ان جادو نگار نگاہوں سے مسحور ہو گیا۔ اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ زور زور کے ساتھ دھڑکنے لگا۔ لبنیٰ نے اپنا نرم ونازک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔
ریاض نے نہایت محبت اور بڑے پیار اور آہستگی کے ساتھ اس کا نرم ونازک ہاتھ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ لیا۔
پری جمال لبنیٰ کا ہاتھ گورا اور گداز تھا۔ ہتھیلی صاف، نرم اور ملائم تھی انگلیاں پتلی اور لمبی تھیں۔ ناخن ہلکے رنگ کے گلابی تھے۔ انگلیوں کے پوروں سے حسن کی لو نکلتی معلوم ہو رہی تھی۔
ریاض اس پیکر حسن کا ہاتھ دیکھ کر اس کے نظارے میں کچھ ایسا محو ہوا کہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ وہ اس بات کو بھول گیا کہ کیوں اس نے حور وش لبنیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔
نیز اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ نازک اندام دوشیزہ کی انگلی میں کانٹا لگا ہوا ہے اور اس کانٹے سے اُسے تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر اس کی نگاہیں لبنیٰ کے گورے گورے اور ملائم ہاتھ، نیز لمبی لمبی نازک خوب صورت انگلیوں پر جمی

ہوئی تھیں، لیکن اسے کانٹا نظر نہیں آیا۔

دراصل اس نے کانٹے کو دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ انگلیوں اور ہتھیلی کے نظارہ میں ہی محو ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو لبنیٰ نے انتظار کیا کہ شاید ریاض کانٹے کو دیکھ رہا ہے اور اس کے نکالنے کی تدبیر سوچ رہا ہے لیکن جب دیر ہو گئی تو اسے خیال ہوا کہ شاید ریاض کی نظر موٹی ہے اور اسے کانٹا نظر نہیں آیا۔

مگر جب زیادہ دیر ہوئی اور اس نے ریاض کی طرف دیکھا تو وہ اسے بے انتہا محبت بھری نظروں سے اپنے نیم عریاں ہاتھ کی ہتھیلی اور انگلیوں کی طرف کا نظارہ دیکھ شرما گئی۔

دوشیزگی کی حیا نے اس کے چہرے کے شہابی رنگ کو کسی قدر تیز کر دیا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ دلفریب اور حسین نظر آنے لگی۔

ریاض بے چارہ صرف ہاتھ ہی کے نظارہ میں محو تھا۔ اس نے اس وقت اس کے پیارے چہرے کو نہیں دیکھا۔ ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑتی۔

لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔ اب ریاض ہوشیار ہوا۔ لبنیٰ نے ترنم ریز لہجہ میں کہا۔

''کیا ابھی تک کانٹا نظر نہیں آیا''۔

ریاض نے ندامت خیز نظروں سے لبنیٰ کی طرف دیکھ کر کہا دراصل میں نے ابھی تک کانٹا دیکھا ہی نہیں۔

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اور کیا کر رہے تھے''۔

ریاض اس کا کیا جواب دیتا۔ اس نے انگشت شہادت کو دیکھا اس میں کانٹا لگا ہوا تھا۔ لیکن اوپر ہی تھا۔ ذرا سی کوشش سے نکل سکتا تھا۔ مگر یا تو نازک اندام دوشیزہ نے کانٹا نکالنے کی کوشش نہیں کی یا کانٹے سے ڈر گئی اور نکال نہ سکی۔ یا قصداً انہیں نکالا۔

ریاض نے کمال ہوشیاری سے کانٹا چٹکی سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

اگرچہ کانٹا نکلنے سے خون کی جھلک نمودار ہوئی۔ کیوں کہ وہ جلد کے اوپر ہی کے حصے میں تھا۔ لیکن نازنین لبنیٰ نے اس پر بھی آہستگی سے سسکی بھری ریاض اس سسکی کی آواز سن کر بے قرار ہو گیا۔

اس نے حور طلعت لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ اپنی انگلی کو دیکھ رہی تھی۔ ریاض نے کہا'' کانٹا اوپر ہی تھا خون نہیں چھلکا ہے۔

لبنیٰ نے ایک دو پھونکیں اپنی انگلی پر مار کر کہا'' خون تو بے شک نہیں مگر تکلیف تو ہوتی ہے''۔

ریاض: چونکہ تم بہت زیادہ نازک ہو۔ اس لئے تکلیف کا احساس ہوا۔

لبنیٰ نے کسی قدر متبسم ہو کر کہا: ''اس میں نزاکت کو کیا دخل؟ کانٹا لگنے سے تکلیف تو ہوتی ہی ہے''۔

ریاض اس کے چاند سے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ تبسم نے اس کا چہرہ اور بھی دلفریب کر دیا۔ ریاض کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں اور اس نے کہا'' بے شک آپ کو تکلیف ہوئی ہے۔ لیکن مجھے نہ ہوئی''۔

لبنیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا'' تمہارا دل سخت ہے! تم برداشت کر سکتے ہو۔ ریاض نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

میرا دل سخت نہیں ہے بلکہ بہت گداز ہے۔
لبنیٰ نے بے قرار ہو کر دریافت کیا گداز کیوں ہے؟۔
ریاض نے جواب دیا میں بتا دیتا۔ مگر آپ کی خفگی کا اندیشہ ہے۔
لبنیٰ نے تعجب سے ریاض کو دیکھ کر کہا "میری خفگی کا............؟ اچھا تو اندیشہ نہ کرو۔"

ریاض نے کہا میرے دل میں کسی کی محبت نے گھر کر لیا ہے اس لئے گداز ہو گیا ہے یہ سنتے ہی لبنیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ گھبرا گئی اور اس نے کہا "کس سے محبت ہو گئی ہے؟" ریاض نے محبت بھری نظروں سے اس رشک قمر کو دیکھ کر کہا۔

تم سے لبنیٰ! تمہاری الفت نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے۔ لبنیٰ کا چہرہ فق ہو گیا آنکھیں خوف کے اظہار سے اور بھی بھلی معلوم ہونے لگیں اور نازک لبوں پر خشکی دوڑ گئی۔

ریاض ایک قدم آگے بڑھا اس نے حور ادا کا نازک نرم و گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ تم بُرا مانو، خفا ہو لو، سزا دے لو، مگر میں تمہارا پرستار ہوں! میرے دل میں نہیں، رگ رگ میں الفت اثر کر گئی ہے۔ لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔

ریاض: مجھے بدنام نہ کرو! ہائے اللہ کیا میں رسوا ہو جاؤں گی۔ ریاض یہ سن کر تڑپ گیا۔ اُس نے کہا "لبنیٰ خوف نہ کرو۔ میں تم کو رسوا نہ ہونے دوں گا۔ مر جاؤں گا مگر کسی سے تمہاری محبت کا تذکرہ تک نہ کروں گا"۔
لبنیٰ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "یہ غیر ممکن ہے۔ جس طرح سے تم

نے آج میرے سامنے اظہار محبت کیا ہے کل دوسرے کے سامنے بھی ضرور کرو گے۔ اور اسی طرح سے میں بدنام ہو جاؤں گی"۔
ریاض نے جلدی سے کہا اے عصمت مآب دوشیزہ! اطمینان رکھو اب محبت کا نام بھی میری زبان سے کبھی نہیں نکلے گا۔

تمہارے سامنے اس لئے اظہار کر دیا کہ جب میں تمہاری فرقت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں تو تم سمجھ لو کہ کوئی ناشاد تم پر قربان ہو گیا۔
لبنیٰ نے ترحم خیز نظروں سے ریاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"نہیں ریاض! تم محبت کو اپنے دل سے نکال دو۔ ریاض نے جلدی سے کہا یہ غیر ممکن ہے۔ میں عذری[1] ہوں اور اس قبیلہ کے آدمی جب عاشق ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔

لبنیٰ کے پیارے اور روشن چہرے پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس نے کہا ریاض! یہ بری بات ہے۔ محبت سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔
ریاض! نہیں لبنیٰ! خوش آئند خواب ہے جب تک مجھے محبت نہ ہوئی تھی میرے شب و روز مشکل سے کٹتے تھے۔ لیکن جب سے محبت ہوئی ہے

---

[1] تمام عرب اور عرب ہی کیا ساری دنیا میں قبیلہ بنی عذرہ عشق بازی کے لئے مشہور تھا۔ اسی قبیلہ میں قیس بن عامر ہوا تھا۔ جس کو دنیا مجنوں کے نام سے جانتی ہے عشق کی بدولت "عذری" یہاں تک مشہور ہوئے تھے کہ "العشق من بنی عذرہ فلاں شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے" کی مثل مشہور ہو گئی تھی۔ ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قبیلہ سے ہوں جس کے لوگ جب عاشق ہوتے ہیں تو ضرور مر جاتے ہیں۔ ایک لڑکی سن رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ کہا عذری (رب) کعبہ۔ یعنی خدا کی قسم تو عذری ہے۔ گویا عذری قبیلہ میں عشق و محبت ودیعت کی گئی ہے۔ اس قبیلہ کا ہر شخص عاشق مزاج ہوتا ہے۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

خوب ایام گزاری ہو رہی ہے۔

لبنیٰ کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ ایک آواز آئی۔ ''ریاض میں نے آج تمہاری محبت کا راز معلوم کر لیا''۔

دونوں چونکنے ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرف سے آواز آئی تھی۔ ادھر سے سعد آتا ہوا نظر آیا۔ ریاض اسے دیکھ کر شرمندہ ہو گیا اور لبنیٰ پر خوف طاری ہو گیا۔

بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا'' آہ سعد آگیا'' اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ بیہوش ہو کر فرش پر گرے کہ ریاض نے اسے گرتے ہوئے دیکھ لیا۔

اس نے جلدی سے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔ حور طلعت لبنیٰ کا سر ریاض کے شانے پر آ کر رک گیا۔ سعد بھی لپک کر قریب آ گیا اور اس نے اپنے کرتہ کے دامن سے اس مدہوش کو ہوا کرنا شروع کی۔

ریاض حیران تھا کہ سعد کو دیکھتے ہی لبنیٰ کیوں بے ہوش ہو گئی ہے۔ اس نے بہت کچھ غور کیا۔ لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اب دونوں پری جمال لبنیٰ کو ہوش میں لانے کی فکر کرنے لگے۔

ooo

تیسرا باب

احساسِ ندامت

کچھ عرصہ کے بعد لبنیٰ نے اپنی ہوشربا آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سعد اب بھی اسے ہوا کر رہا تھا۔ اور اس کا دلدادہ ریاض اسے اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ اس کا نازک سر ریاض کے شانے پر رکھا تھا۔

اس نے ہوش میں آتے ہی آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور اس کی آغوش سے نکل کر الگ کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہ شرم وحیا کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ نازک سر بارِ حیا سے جھکا ہوا تھا۔ اور آنکھیں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔

بھولے اور پُرنور چہرے پر انتہائی شرم کی علامتیں ہویدا تھیں۔ پھول سے رخسار پسیج کر عرق آگیں ہو گئے تھے۔ ریاض کی نظروں میں وہ اس وقت پیکرِ نور اور حسن وخوب صورتی کی بہترین تصویر معلوم ہو رہی تھی۔ شبابی گال پسیج کر گلاب کا پھول بن گئے تھے۔

ریاض میٹھی نظروں سے اس قدر یکتا عرب کے چاند کو دیکھ رہا تھا۔

سعد نے اس حور طلعت پری چہرہ سے خطاب کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"لبنیٰ اب کیسی طبیعت ہے.......؟" لبنیٰ نے سر جھکائے ہوئے نغمہ ریز لہجے میں کہا "اچھی ہے بھائی جان میں آپ کی نظروں میں خطاوار ہوں لیکن گناہ گار نہیں ہوں۔"

ریاض نے جلدی سے سعد کی طرف دیکھا۔ سعد کے لبوں پر خفیف سا تبسم تھا۔ ریاض کو حیرت ہوئی تھی کہ لبنیٰ سعد کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئی ہے۔ اب یہ معمہ حل ہو گیا۔

لبنیٰ نے سعد کو بھائی جان کہا تھا جس سے ریاض سمجھ گیا کہ لبنیٰ سعد کی ہمشیرہ ہے!

یہ دونوں دوست عرب سے فلسطین آئے تھے اور وہاں سے عمرو بن العاص کے لشکر میں شریک ہو کر یہاں آ گئے تھے۔ ریاض تنہا آیا تھا لیکن سعد کے ہمراہ اس کی ہمشیرہ آئی تھی!

ریاض کو یہ معلوم تھا کہ سعد کے ساتھ اس کی بہن بھی ہے لیکن نہ اسے اس کی بہن کا نام معلوم تھا اور نہ اس نے اسے کبھی دیکھا تھا۔

ان دونوں کے ساتھ ان کے وطن سے اور بھی بہت سے اعرابی آئے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ عورتیں آئی تھیں عورتیں الگ رہتی تھیں مرد الگ۔

اس وجہ سے ریاض کو لبنیٰ کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ آج اتفاقیہ طور سے اسے معلوم ہوا کہ وہ لبنیٰ جس پر وہ ہزار جان سے شیفتہ ہو چکا تھا۔ اس کے دوست کی ہمشیرہ ہے!

اس انکشاف سے اسے سخت افسوس ہوا اور اس افسوس کے ساتھ

ندامت کا حصہ زیادہ تھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

سعد نے پری جمال لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "لبنیٰ میں نے تمام باتیں سن لی ہیں تو میری نظروں میں نہ خطا کار ہے نہ گناہ گار ہے۔"

ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں گناہ گار ہوں ساری خطا میری ہے میں کسی شریف آدمی کے پاس بیٹھنے کے لائق نہیں۔"

ریاض بہت افسردہ خاطر اور شرمندہ تھا۔ سعد مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا "دوست! تمہارا کچھ قصور نہیں ہے۔ تم لبنیٰ کو نہیں جانتے تھے۔ اگر تم اس سے واقف ہوتے تو اسے اپنی عزیزہ سمجھتے اور جو کیفیت تمہاری ہوئی ہے وہ ہرگز نہ ہوتی۔"

ریاض تم نے کسی دوشیزہ سے محبت ہونے پر بھی اپنا وطیرہ شریفانہ رکھا ہے اور جس طرح سے محبت کے راز کو چھپایا ہے۔ اس سے تمہاری اعلیٰ ظرفی کا اظہار ہوتا ہے۔

ریاض کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ شرم و حیا سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ جس پری جمال سے اس کو محبت ہو گئی تھی وہ اس کے دوست کی ہمشیرہ تھی۔

کسی طرح سے بھی شرافت کا یہ اقتضا نہ تھا کہ وہ اپنے دوست کی ہمشیرہ پر محبت کی نظر ڈالتا۔

اگرچہ دل پر کسی کا قابو نہیں ہوتا۔ محبت رُک نہ سکی تھی لیکن اگر اسے پہلے معلوم ہوتا کہ وہ جس حور طلعت کو پیار کرنے لگا ہے وہ اس کے دوست کی عزیزہ ہے تو وہ محبت کو بڑھنے نہ دیتا۔ مگر لاعلمی میں اسے ستم روزگار سے

محبت ہو گئی تھی۔

ادھر مست شباب لبنیٰ شرم و حیا کی پتلی بنی کھڑی تھی۔ دونوں شرمندہ تھے۔ بڑھی ہوئی حیا نے دونوں کے چہروں کو دلفریب بنا دیا تھا۔ سعد نے ریاض سے کہا۔

"ریاض! آخر تم اس قدر شرمندہ کیوں ہو۔ تمہارا قصور کیا ہے؟"

ریاض نے کہا" دوست! اس وقت سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں شرم اور ندامت سے کٹا جا رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

یہ کہتے ہی وہ سعد کے پاس جا کر دو زانو کھڑا ہو گیا۔ اس نے مکرر کہا

"خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔"

سعد نے آہستہ سے اُسے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا کر کہا۔ ریاض تم مجھے گنہگار مت بناؤ۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور اگر تم خود کو گنہگار اور خطاوار سمجھتے ہو تو میں نے معاف کر دیا۔ آؤ اب لشکر میں واپس چلیں۔

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سعد کے ہمراہ سر جھکا کر روانہ ہوا لبنیٰ بھی کمال نزاکت کے ساتھ دلوں کو مسلتی ہوئی روانہ ہوئی۔

یہ تینوں اس وادی سے نکل کر درہ میں آئے اور آہستہ آہستہ لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔

سعد نے لبنیٰ کو رخصت کر دیا اور وہ اپنے خیمے کی جانب روانہ ہوئی۔ سعد ریاض کے ہمراہ اس کے خیمے کی طرف چلا۔

ریاض کا خیمہ قدرے فاصلے پر تھا۔ خیمے قطار در قطار دور تک نصب ہوتے چلے گئے تھے۔ ہر قطار چھ فرلانگ طویل تھی۔ خیموں کی قطاروں کے

سامنے گھوڑے کھڑے تھے۔ گھوڑوں کے بعد آمد و رفت کے لئے راستہ تھا۔ اور راستے کے بعد خیموں کی قطار تھی۔

اس طریقہ پر مجاہدین کے خیمہ زن ہونے سے دور تک خیمے نصب ہوتے چلے گئے تھے۔ نیز اس طرح سے خیمہ زن ہونے سے اسلامی لشکر کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تھی۔

سعد اور ریاض آہستہ آہستہ جا رہے تھے اس وقت آفتاب بہت کچھ بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ خیموں کے اوپر پہنچ گئی تھی اور سفید سفید خیمے دھوپ میں چمک رہے تھے۔

مجاہدین اسلام خیموں کے سامنے گھاس کے فرش پر بیٹھے ہوئے نہایت اطمینان سے کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔ کوئی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہا تھا۔ کوئی ہتھیار صیقل کر رہا تھا۔ کوئی گھوڑے کو مل رہا تھا کوئی قرآن کریم پڑھ رہا تھا اور بہت سے مسلمان خاموشی سے بیٹھے سن رہے تھے۔

غرض کہ ہر مسلمان کسی نہ کسی کام میں مشغول تھا۔ اور بیکار کوئی نہ بیٹھا تھا۔ سعد اور ریاض دونوں خاموش بڑھے چلے جا رہے تھے چلتے چلتے خیمہ آ گیا۔ دونوں خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

سعد نے کہا" ریاض سنو! میں اس لئے تمہارے ساتھ آیا ہوں۔
ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا" تا کہ تنہائی میں مجھے میری نازیبا حرکت پر سرزنش کرو۔"

سعد نے متانت کے لہجے میں کہا" نہیں فضول شرمندہ اور پریشان

ہو رہے ہو تم نے کوئی نازیبا حرکت اور خلاف شرافت کام نہیں کیا ہے۔ میں تم کو سرزنش کرنا نہیں چاہتا۔

ریاض: پھر آئے کس لیے ہو؟

سعد: میں خوش ہوں کہ تم کو جس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔ وہ میری ہمشیرہ ہے۔ وہ ماشاء اللہ جوان ہے۔ دنیا میں اس کا میں ہی بھائی اور میں ہی باپ ہوں۔ اس کے عقد کی فکر تھی۔ اب وہ فکر بھی دور ہو گئی۔

سعد خاموش ہو کر ریاض کی طرف دیکھنے لگا۔ سعد کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور سعد و لبنیٰ یتیم و یسیر ہو گئے تھے۔ ان دونوں بھائی بہن میں بہت زیادہ محبت تھی سعد کسی طرح سے بھی لبنیٰ کا دل میلا نہ ہونے دیتا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ میدان جنگ میں لایا تھا۔

ریاض ابھی تک شرم سے سر جھکائے تھا۔ جب سعد خاموش ہوا تو ریاض نے ندامت آلود نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سعد نے کہا ”ریاض بخدا! میری فکر دور ہو گئی ہے۔ تم شریف نیک بہادر اور ہوشیار نوجوان ہو، میرے دوست ہو، ہم قبیلہ ہو۔ اگرچہ عرب کا یہ آئین ہے کہ وہ اس میں اپنی ذلت محسوس کرتا ہے۔ مگر میں اسے عزت سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ غمزدہ نہ ہو لبنیٰ تمہاری ہے۔

ریاض یہ سن کر ہمہ تن شکر ہو گیا۔ اپنے دوست کی یہ مہربانی دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ فرط حیرت میں زبانی شکریہ بھی ادا نہ کر سکا۔ اور نہ کوئی دیگر الفاظ ہی اس کی زبان سے نکل سکے۔

سعد نے پھر کہا ”دوست! تم پریشان خاطر ہو رہے ہو۔ لہٰذا تم کو یک

سوئی حاصل کرنے کے لئے تنہائی کی ضرورت ہے۔ میں اب جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ کل پھر آؤں گا۔“ یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا اور خیمہ سے باہر نکل کر چلا۔ ریاض پر کچھ ایسی سرشارانہ حیرت و بے خودی اثر انداز ہو رہی تھی۔ کہ وہ نہ سعد کو روک سکا نہ کچھ کہہ سکا۔

جب سعد چلا گیا تو اس نے آہستہ سے کہا ”شریف دوست! تم کس قدر فیاض اور نیک نیت ہو۔ وہ خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور خیالات میں ایسا محو و منہمک ہوا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا اسے بحر تخیلات میں غواصی کرتے عرصہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب نصف النہار پر آ پہنچا۔

خدا جانے وہ کب تک اسی طرح سے بیٹھا رہتا کہ اس کا خادم حاضر ہوا اور اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ ریاض کو بھوک نہ تھی لہٰذا اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

خادم چلا گیا۔ اور ریاض اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر سو رہا۔ جب ظہر کی اذان ہوئی تو وہ نماز کے لئے اٹھا۔ اور اس میدان میں پہنچا جہاں تمام مجاہدین نماز کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ سب کے ساتھ اس نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر جلدی سے وہ لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا واپس خیمہ میں آ کر پڑا رہا۔

وہ سارا دن خیمہ میں پڑا رہا۔ ندامت نے اسے باہر نکل کر لوگوں سے آنکھیں چار کرنے کی جرأت نہ ہونے دی رات کو اس نے خادم کے اصرار و تکرار سے کچھ کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر جا لیٹا۔ بستر پر پڑتے ہی اس کو خیال آیا کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے۔ جو

عربوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کسی شریف آدمی سے سرزد نہ ہوئی ہوگی۔ کسی دوست کی ہمشیرہ سے محبت کرنا ناقابل معافی جرم ہے جو کہ انسانیت کے خلاف اور شرافت کے منافی حرکت تھی۔

اس خیال نے اسے اپنی ہی نظروں میں کمال حقیر کر دیا۔ وہ سوسائٹی میں احباب و اعزاء کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ اس نے کہا "سعد جس قدر شریف نیک دل، صاف باطن اور مخلص دوست ہے۔ میں اسی قدر ذلیل و بدکار بد باطن اور بدسرشت ہوں۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ شریف عربوں، نیک مسلمانوں اور خدا پرست لوگوں میں رہوں۔ مجھے آج ہی نہیں بلکہ ابھی نیک دوستوں اور شریف انسانوں سے کنارہ کش ہو کر اپنا منہ سیاہ کرنا چاہئے۔ رات کی تاریکی میں ہاں، ایسی تاریکی میں جیسی کہ میری قسمت تاریک ہے۔ اپنا منہ چھپانا چاہئے۔

یہ خیال کرتے ہی ریاض کھڑا ہوا۔ وہ خیمہ سے باہر آیا۔ اس وقت رات بھیگ چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بڑھتے ہوئے اندھیرے کی وجہ سے نیلگوں آسمان سیاہ ہو رہا تھا۔

صاف و شفاف آسمان پر تارے چمکے پڑے تھے۔ اسلامی کیمپ میں جگہ بہ جگہ آگ روشن ہو رہی تھی۔ کہیں کہیں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اور ان شعلوں کی روشنی میں قرب و جوار کی چیزیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

کچھ مسلمان آگ کے پاس بیٹھے گزشتہ لڑائیوں کے اذکار میں مصروف تھے۔ مگر کہیں کہیں آگ بجھ چلی تھی اور صرف انگارے جگنوؤں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

ریاض خیمے کے اندر دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا غلام اسود آگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے چاہا کہ اسود کی نگاہ بچا کر نکل جائے مگر اسود نے اسے دیکھ لیا۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور ریاض کے پاس آیا۔ اس نے کہا "میرے آقا میرے مولا! آپ نے اس وقت تک آرام نہیں کیا ہے؟"

ریاض نے آہستہ سے جواب دیا نہیں اسود...... تم اپنی جگہ پر جاؤ۔

اسود نے پھر کہا میرے نیک دل آقا آپ ایسی تاریک رات میں باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

ریاض نے اس قدر عجلت سے گویا وہ اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے کہا "ہاں، میں باہر جا رہا ہوں۔"

ریاض نے فوراً چلنا شروع کر دیا۔ اسود آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اس نے کہا "میرے مولا آپ کب واپس آئیں گے۔"

ریاض نے چلتے چلتے جواب دیا "میں نہیں کہہ سکتا۔ تم جاؤ آرام کرو۔ میرا انتظار نہ کرنا۔"

یہ کہتے ہوئے ریاض نے تیز قدمی سے چلنا شروع کیا۔ اسود کو کچھ اور دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ واپس لوٹ آیا۔ اور آگ کے پاس جا بیٹھا۔ اور اپنے آقا ریاض کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

○○○

چوتھا باب

حُسن کا ڈاکو!

اسود تمام رات ریاض کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شب بھر آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھا رہا۔ وہ ایک لمحے کے لئے نہ پڑا اور نہ اس کی آنکھ جھپکی، اسے انتشار تھا، بے چینی تھی، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ریاض کیوں اور کہاں چلا گیا اور کیوں اب تک واپس نہیں آیا۔

جب وہ نماز پڑھ کر واپس لوٹ کر آیا تھا۔ تو اسے سعد خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا ملا۔ اس نے بڑھ کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا۔

''بھائی ریاض کہاں ہیں۔''

اسود کی آنکھوں سے جن میں خمار نیند بھرا ہوا تھا بیساختہ آنسوؤں کے چند موٹے موٹے قطرے لڑھک کر رخساروں پر بہنے لگے سعد اس کے آنسو دیکھ کر بے قرار اور مضطرب ہوا۔

اس نے جلدی سے پھر دریافت کیا۔

''اسود بھائی، ریاض کہاں گئے؟''

اسود نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا'' خدا ہی بہتر جانتا ہے!''

سعد یہ سن کر کمال مضطرب ہوا۔ اس نے سوالات کا تانتا باندھ دیا۔ ''کب گئے؟ کہاں گئے؟ اور کب تک واپس آنے کے لئے کہہ گئے ہیں؟۔''

اسود نے غم آلود لہجے میں جواب دیا:

''رات ہی سے گئے ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ کہاں گئے ہیں۔ اور کیوں گئے ہیں۔ میں تمام شب ان کے انتظار میں بیدار رہا ہوں۔

اسود کی ان باتوں سے سعد کی بے قراری اور اضطراب الجھن کی صورت اختیار کر گئے۔ اس نے پھر استفسار کیا۔

''کیا وہ پہلے بھی کبھی اس طرح رات کو غائب رہے ہیں؟''

اسود: کبھی نہیں! پہلا موقعہ ہے میں نے تو خیال کر لیا تھا کہ شاید وہ آپ کے پاس گئے ہیں اور آپ نے انہیں اپنے یہاں روک لیا ہے۔

سعد فکر مند ہو گیا۔ اسود نے کہا:

''میرے آقا کل صبح سے چپ چاپ اور سخت پریشان تھے وہ تمام دن متفکر اور مغموم خیمہ میں پڑے رہے اور دوپہر کے وقت کھانا بھی نہیں کھایا۔ رات کو بڑی مشکل سے بہت کچھ کہنے سننے سے کچھ کھایا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انہیں تنہا کیوں جانے دیا۔''

اسود بہت زیادہ غمزدہ ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ ایک غلام تھا، زر خرید غلام، جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہیں اس زمانے میں انسانوں کی خرید اور

فروخت ہوتی تھی۔

عورت مرد اور بچے مویشیوں کی طرح سے خریدے جاتے اور بیچے جاتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں غلاموں کی اور کنیزوں کی منڈیاں تھیں۔ انسانوں کی مرضی کے خلاف انہیں خریدا اور بیچا جاتا تھا۔

ساری دنیا میں یہ وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مہذب سے مہذب ممالک میں بھی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ یورپ اور ایشیا میں بیکس اور بے بس غلاموں کی منڈیاں تھیں۔

اکثر بے رحم و ناخداترس آقا غلاموں پر اس قدر سختیاں اور سنسنی خیز مظالم کرتے جن کو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل عرب عموماً اور مسلمان خصوصاً ان سے روادارانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ وہ جیسا خود کھاتے پہنتے ویسا ہی غلاموں کو کھلاتے اور پہناتے تھے۔ نیز ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیتے تھے۔

یہ کیوں! صرف مجدد اسلام کی ہدایت اور اسلام کی برکت کے قدوم وحشم سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دیگر اقوام کے خلاف مسلمانوں کے غلام اپنے آقاؤں سے زیادہ مانوس اور ان کے وفادار اور نیز بہی خواہ ہوتے تھے۔

اسود بھی ریاض کا زر خرید غلام تھا۔ لیکن ریاض نے کبھی اسے غلام نہ سمجھا تھا۔ وہ اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا رہا۔ یہی وجہ تھی کہ آج اسود اپنے آقا کے لئے کمال مضطرب اور غمزدہ تھا۔

اس نے سعد سے دریافت کیا ''کیا آپ کو آقا کی پریشانی کا سبب معلوم ہے۔''

سعد کو سب کچھ معلوم تھا۔ لیکن وہ افشائے راز اور بدنامی کے خوف سے بتا نہ سکا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا۔

''سچ پوچھئے تو ریاض بھائی کی پریشانی کا سبب باقی رہا ہی نہ تھا۔ کیوں کہ جس پری پیکر سے اسے الفت ہو گئی تھی۔ وہ سعد کی ہمشیرہ تھی۔ اور سعد نے قومی روایت اور عربوں کی رکی معاشرت کے خلاف صاف اور صریح الفاظ میں ریاض کو یقین دلایا تھا کہ جسے وہ پیار کرنے لگا ہے وہ اسی کے لئے ہے۔

اس لئے اس ریاض کے لئے کوئی فکر کوئی پریشانی اور کوئی غم باقی نہ رہنا چاہئے تھا۔ لیکن ریاض شریف، غیور اور باحمیت انسان تھا۔ اسے شرم دامن گیر ہوئی کہ کیوں اس نے سعد کی ہمشیرہ سے محبت کی۔ حالانکہ اس میں اس کا چنداں قصور نہ تھا۔

اوّل تو محبت اختیاری نہیں۔ دوسرے وہ لبنیٰ کو پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

اسود نے کہا ''میں اپنے آقا کو کہاں تلاش کروں؟''

سعد نے جواب دیا۔ ''تم کہیں نہ جاؤ یہ میرا کام ہے میں اسے تلاش کروں گا۔ تم رات بھر سوئے نہیں لہٰذا اب سو رہو۔''

اسود نے ایسی نظروں سے جن میں حسرت و غم اور افسوس بھرا ہوا تھا۔ سعد کو دیکھ کر کہا۔

''میں سو رہوں حالانکہ میرا آقا کہیں پریشان پھر رہا ہو گا۔''

سعد نے اس کی وفاداری دیکھ کر متاثر ہوتے ہوئے کہا ''اسود اگر تم نہ سوؤ گے تو ضرور بیمار ہو جاؤ گے۔ اس لئے تم اطمینان سے سو رہو میں ریاض

کو تلاش کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا اسود غم آلود نظروں سے سعد کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ دور چلا گیا تو اس نے ایک سرد آہ بھری اور خیمے کے اندر داخل ہو گیا۔

سعد آہستہ آہستہ چل کر زنانہ کیمپ کے قریب پہنچا۔ عورتوں کے لئے خیمے نہایت وسیع مگر گول دائرے میں اس طرح سے نصب کئے گئے تھے کہ خیموں کی دوسری طرف ایک بڑا مدوّر میدان چھوڑ دیا گیا تھا۔ جس میں صبح شام تمام عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے اور قدرت کی دلفریبیوں اور لطیف مناظر سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

نماز بھی اسی میدان میں پڑھی جاتی تھی۔ خیموں کے باہر کی جانب بھی چاروں طرف تقریباً ایک فرلانگ میدان چھوڑا گیا تھا۔

چونکہ خیموں کے دروازے باہر کی طرف تھے اس لئے مزید پردہ کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اور ہر مسلمان اپنے اہل وعیال والے خیمے میں بغیر رکاوٹ کے جا سکتا تھا۔

سعد آہستہ سے لبنیٰ کے خیمے میں داخل ہوا خیمے میں داخل ہوتے ہی اس نے لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ دروازے کے سامنے ہی فرش پر بیٹھی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ اس کی موٹی موٹی آنکھوں سے برابر اشک رواں تھے اپنی ہمشیرہ کو روتے ہوئے دیکھ کر بے قرار ہو گیا۔

اور بار غم سے اس کا کلیجہ پھٹنے لگا۔ وہ جلدی سے بڑھ کر اس کے پاس

پہنچا لبنیٰ نے اسے دیکھا۔ اس نے آنسو پینے چاہے لیکن پی نہ سکی۔ اس پر ایسی بدحواسی اور خوف طاری ہوا کہ وہ اٹھنا اور سلام کرنا بھول گئی۔

اس نے ایسی نگاہوں سے سعد کو دیکھا۔ جس میں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ شرم اور خوف اور ندامت بھری ہوئی تھی۔

سعد اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے دل دہی کے انداز میں تشفی آمیز لہجے میں کہا "تو رو کیوں رہی ہے؟"

لبنیٰ نے اپنے نرم و نازک ہاتھ جوڑ کر آنسو بہاتے ہوئے شرمیلے لہجے میں کہا۔

بھائی جان معاف کر دو۔ سچے دل سے معاف کر دو تم ملامت نہ کرو میرا دل میرا ضمیر کافی مطعون کر چکا ہے! میں خدا کو شاہد کر کے کہتی ہوں کہ میں گنہگار نہیں ہوں۔

سعد اس حور مثال کو روتے، شرم وحیا کے دریا میں غوطے کھاتے اور ہاتھ جوڑتے دیکھ کر تڑپ گیا اس نے اس کے نازک اور گداز ہاتھوں کو الگ الگ کرتے ہوئے کہا۔

لبنیٰ تم فضول افسوس کر رہی ہو۔ غم اٹھا رہی ہو اور آنسو بہا رہی ہو۔ میں نے تجھے کل ہی معاف کر دیا تھا۔ تو نہ میری نظروں میں خطا کار ہے اور نہ خدا کے نزدیک گنہگار پھر اس طرح سے رونے دھونے اور کڑھنے سے کیا حاصل۔

لبنیٰ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا "میں آپ کی مشکور ہوں، بے حد مشکور ہوں، تم واقعی نیک اور مہربان بھائی ہو!"

سعد: بس، اب آنسوؤں کو روکو بیکار رونے اور افسوس کر کر کے اپنی جان ہلکان کرنے سے کیا فائدہ۔

لبنیٰ نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے۔ لیکن جس قدر وہ آنسو پونچھتی تھیں اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کی حیا پرور آنکھوں سے آنسو نکلے چلے آتے تھے۔

سعد نے کہا "میرے مرحوم باپ کی عزیز ترین نشانی! خدا کے لئے نہ روؤ تمہارے رونے سے میرے اور تمہارے والدین کی روح کو صدمہ پہنچ رہا ہوگا۔"

لبنیٰ نے شرم وحیا کی نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا "میرا دل غمزدہ ہے، وہ روتا ہے، آنکھیں آنسوؤں کا سیلاب بہا کر دل کی ترجمانی کرتی ہیں۔

سعد: غم نہ کرو، غم نہ کرو، غم کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

لبنیٰ: میں پھر عرض کرتی ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے خدا اور رسول کا گہنہ نہیں کیا ہے۔ خاندانی حرمت، قومی وقار اور دامنِ عصمت کو دھبہ نہیں لگایا۔

سعد: مجھے یقین ہے تم نہ کڑھو، نہ پچھتاؤ اور نہ غم کرو۔ اٹھو اور آنسو پونچھ ڈالو۔ دیکھو لڑکیاں پانی لانے کے لئے روانہ ہونے لگی ہیں۔ تم بھی ان کے ہمراہ چلی جاؤ۔ پانی لانے کے لئے نہیں۔ بلکہ تفریح کرنے دل بہلانے اور اپنے دل سے غم کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے۔

زنانہ کیمپ پہاڑی دامن میں تھا۔ یہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایک گھاٹی میں ایک صاف

وشفاف پانی کا چشمہ جاری تھا اور مسلمانوں کی عورتیں اسی چشمہ سے پانی لایا کرتی تھیں۔

لبنیٰ نے آنسو پونچھ ڈالے، چھاگل اٹھا کر منہ دھویا۔ اپنی لمبی سیاہ اور چمکدار زلفوں کی لٹ کو درست کیا اور دوپٹہ ٹھیک کر کے اوڑھا۔

سعد نے کہا "جاؤ چشمے کے کنارے کا پر فضا نظارہ تمہاری طبیعت کو بشاش کر دے گا۔ اب میں شام کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

سعد خیمہ سے نکل کر چلا گیا۔ لبنیٰ نے خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہاڑی کی جانب دیکھا اسے سینکڑوں عورتیں بچے اور لڑکیاں پانی کے مشکیزے چھاگلیں اور صراحیاں لئے چشمے کی جانب جاتی ہوئی نظر آئیں۔

چوں کہ وہ آزردہ خاطر تھی پریشان تھی غمگین تھی۔ اسے اپنی طبیعت بحال کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ خیمہ سے باہر نکلی باہر نکلتے ہی اس نے دو کمسن حور طلعت لڑکیوں کو چھوٹی چھوٹی چھاگلیں لئے چشمے کی طرف جاتے دیکھا۔ ان دونوں نے بھی اس پری جمال دوشیزہ کو دیکھ لیا تھا۔

ان میں سے ایک نے کہا "آہاہا! لبنیٰ تم آج سیر کے لئے نہیں گئیں۔"

لبنیٰ ہزار عشوہ ناز سے بڑھی وہ ان دونوں کے قریب پہنچی اور اس نے کہا "ابھی نہیں گئی۔ آج تم دونوں نے بھی دیر کر دی دونوں پری جمال لڑکیوں میں سے ایک سلمیٰ تھی اور دوسری مرزوعہ۔ مرزوعہ نے کہا۔

"رات یہ معلوم ہوا تھا کہ پہاڑی کے قریب عیسائیوں کا ایک فوجی

دستہ نقل وحرکت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہم دونوں اس بات کی تحقیق کرتی رہیں اس لئے دیر ہوگئی۔

اب ان تینوں ماہوش لڑکیوں نے پہاڑی کی طرف چلنا شروع کیا لبنیٰ نے کہا ”کیا عیسائیوں کو اس قدر جرأت ہو سکتی ہے کہ اسلامی لشکر کے قریب نقل وحرکت کریں۔؟

سلمیٰ: یہ تعجب خیز بات ضرور ہے، لیکن یہ خیال ہوا تھا کہ وہ شاید شب خون مارنے کے ارادے سے آئے ہوں گے۔

مرزوعہ نے کہا ”میں نے سنا ہے کہ خلیفہ اوّل کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے انہیں دیکھا تھا۔ وہ ان کی طرف لپکے عیسائی انہیں دیکھ کر بھاگے اور پہاڑی میں غائب ہوگئے۔“

لبنیٰ: تب تو وہ ضرور شب خون مارنے کے ارادے سے آئے ہوں گے۔ لیکن مسلمانوں کو ہوشیار دیکھ کر انہیں جرأت نہ ہوئی۔

سلمیٰ: سب کا یہی خیال ہے۔

یہ تینوں مہ جبیں لڑکیاں باتیں کرتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئیں یہاں عورتوں اور لڑکیوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کوئی پانی لئے آرہی تھی اور کوئی پانی لینے جارہی تھی۔

ساری عورتیں اور تمام لڑکیاں خوش تھیں۔ ان کے ہنس مکھ چہرے بشاش بشرے اور خندہ پیشانیاں ان کی مسرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ اگرچہ وہ وطن سے دور غیر ممالک میں عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے تھیں۔ مگر انہیں ذرہ برابر فکر و پریشانی نہ تھی۔ یہ تینوں ماہ پارہ لڑکیاں چشمے

کے کنارے پر پہنچیں، چشمہ کا صاف وشفاف پانی سنگریزوں سے ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا۔ اس کے کنارے پر لمبی لمبی گھاس کھڑی ہوا کے خفیف جھونکوں سے لہرا رہی تھی۔ گھاس سے ملے ہوئے پھولوں کے پودے کھڑے تھے۔ ان پودوں میں آسمانی پھولوں کی حاشیہ آرائی نہایت دلفریب معلوم ہو رہی تھی۔

تمام عورتیں اور ساری لڑکیاں پانی بھر بھر کر روانہ ہو چکی تھیں۔ مگر یہ تینوں شیریں ادا لڑکیاں چشمہ کے کنارے بیٹھ گئیں۔

انہوں نے اپنے گورے گورے پاؤں پانی میں ڈال دیئے سارے چشمے کا پانی سمٹ کر ان کے خوب صورت پاؤں پر تصدق ہونے کے لئے اسی کنارے کی طرف اُمڈ آیا۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا اور اس کی کرنیں ان تینوں ماہوش کی پیاری پیاری صورتوں پر پڑ کر انہیں ایسا جگمگانے لگی تھیں کہ ان کی طرف دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتیں تھیں اور ان کے پھول سے عارض چمک اٹھے تھے۔

ان حور طلعت لڑکیوں کو بیٹھے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اتفاقیہ سلمیٰ کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ اس نے سامنے والی چٹان پر چند عیسائی سواروں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

چشمے کے دونوں جانب سرسبز شاداب اونچی اونچی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں۔ سلمیٰ ان سواروں کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی۔ اس کے پیارے چہرے کا شہابی رنگ اڑ گیا اور خوب صورت آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپکنے لگا۔

حورش لبنیٰ نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر دریافت کیا۔

"سلمیٰ! تم خوفزدہ کیوں ہو گئیں؟"

سلمیٰ نے سواروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو چٹان پر کچھ عیسائی سوار کھڑے ہیں اور ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔

فوراً لبنیٰ اور مرزوحہ نے اس طرف دیکھا۔ انہیں سوار چٹان کے دوسرے طرف اترتے ہوئے نظر آئے۔

مرزوحہ نے کہا "غضب ہو گیا ان بدبخت عیسائی سواروں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ وہ یقیناً چٹان سے اتر کر ہماری طرف آویں گے اور ان کے آنے سے پیشتر بھاگ چلیں۔"

فوراً تینوں لڑکیاں کھڑی ہو گئیں وہ مقدور بھر تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف چلیں ابھی کچھ دور گئی تھیں کہ عیسائی سوار درہ سے نمودار ہوئے یہ ناز آفریں لڑکیاں انہیں دیکھ کر سہم گئیں۔ اب انہوں نے نہایت تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔

عیسائی سواروں نے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے بھی ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ اسلامی لشکر یہاں سے فاصلے پر پہاڑی کی آڑ میں تھا۔

ان پری جمال لڑکیوں کے لئے کوئی امداد نہ پہنچ سکتی تھی۔ نازک اندام لڑکیاں بے تحاشہ دوڑ رہی تھیں۔ اور عیسائی سوار ان کے عقب میں گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے۔

مرزوحہ چست و چالاک تھی وہ دور نکل گئی۔ سلمیٰ ایک چٹان کی آڑ میں

دبک گئی۔ حورش لبنیٰ جو نزاکت کی وجہ سے تیز نہ دوڑ سکتی تھی۔ عیسائی سواروں کے نرغہ میں آ گئی۔

اس نے گھبرائی ہوئی ہرنی کی طرح۔ کہ جس کے پیچھے صیاد اسے گرفتار کرنے کے لئے دوڑا ہوا آ رہا ہو۔ ان سواروں کو دیکھا۔

اس وقت اس کا گورا گورا اور پیارا پیارا چہرہ دوڑنے کی وجہ سے تمتما کر جوار بنا ہوا تھا۔ وہ حسن و جمال کی دیوی معلوم ہو رہی تھی۔ سوار اس کا یہ حسن جہاں سوز دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

یہ سوار تعداد میں پچاس ساٹھ تھے۔ انہوں نے حور جمال لبنیٰ کو روک لیا۔ ان میں سے ایک سوار نے کہا "جلدی سے اس لڑکی کو اٹھا کر گھوڑے پر رکھ لو۔ دو لڑکیاں بھاگ گئی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نہ بلا لائیں۔

فوراً دو سوار اترے انہوں نے خوفزدہ ناز آفریں لڑکی کو پکڑ کر گھوڑے پر سوار کر لیا اور جلدی سے خود بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر جس طرف سے آئے تھے اسی طرف روانہ ہو گئے۔

○○○

پانچواں باب

یورش

سعد نے لبنیٰ کے خیمے سے نکل کر اپنے خیمے کی جانب رخ کر لیا کہ راستہ میں سالم ملا۔ سالم خلیفہ اوّل کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کا غلام تھا۔ عبدالرحمٰن نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

اس نے سعد کو دیکھ کر کہا ''میں آپ کے خیمے پر دیکھ کر آیا ہوں چلیے آپ کو افسر جنگ نے طلب فرمایا ہے۔''

ہم باب ہائے ماسبق میں بتا چکے ہیں کہ اسلامی لشکر کے دو افسر اعلیٰ تھے۔ ایک افسر مال عمرو بن العاصؓ دوسرے افسر جنگ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔

سعد کھڑا ہو گیا۔ اس نے دریافت کیا اور لوگوں کو بھی طلب کیا گیا ہے؟

سالم: جی ہاں! قریب قریب تمام سربرآوردہ لوگ بلائے گئے ہیں۔

سعد: یہ طلبی کس لئے ہوئی؟

سالم: کچھ جاسوس واپس آئے ہیں۔ ان سے جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان پر مشورہ کیا جائے گا۔

یہ دونوں افسر جنگ خالدؓ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب سے اسلامی لشکر اس میدان میں آ کر خیمہ زن ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے چند جاسوس عیسائیوں کے لشکر میں دریافت حال کے لئے روانہ کئے تھے۔

تمام لشکر والوں کو ان جاسوسوں کی روانگی کا حال معلوم تھا۔ چوں کہ مسلمان چھچھورے نہ تھے۔ اس لئے وہ ان جاسوس کا تذکرہ کسی وقت بھی نہ کرتے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عیسائیوں کے جاسوس ان کے لشکر میں بھی موجود ہیں اس لئے وہ زیادہ محتاط رہتے تھے۔

سعد سالم کے ہمراہ چل کر ایک وسیع خیمہ میں پہنچا۔ یہ خیمہ نہایت شاندار اور بلند تھا۔ اس کی چوٹی پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ وہ علم تھا کہ جب سے اس ملک میں داخل ہوا تھا کبھی سرنگوں نہ ہوا تھا۔

دنیا کی تمام مہذب اقوام میں علم ہوتا ہے ہر قوم اپنے علم کی کمال عزت کرتی ہے۔ ہر قوم کا فرد جان دینے پر تیار ہو جاتا ہے لیکن علم کے سرنگوں کئے جانے پر تیار نہیں ہوتا یہ، ایک جذبہ ہے جو قدرت نے انسانی سرشت میں ودیعت کیا ہے اسی جذبہ سے قومی اور اصلی زندگی کے آثار برقرار رہتے ہیں۔

اسلامی پرچم افسر جنگ کے خیمہ پر نہایت شان وشکوہ سے لہرا رہا تھا۔ مسلمان جب اس علم کو دیکھتے تھے تو جوش انبساط سے ان کے دل لبریز ہو جاتے تھے۔

اگر چہ حضرت خالدؓ افسر جنگ تھے۔ اسلامی لشکر میں سیاہ وسفید کے مختار اور مالک تھے۔ بڑے مرتبے والے صحابی تھے۔ کیوں کہ عام مسلمانوں

کی طرح وہ بھی نہایت سادہ طریقہ سے رہتے تھے۔

خیمہ کے باہر یا اندر کسی قسم کی آرائش وزیبائش نہ تھی۔ کوئی بیش قیمت فرش نہ تھا۔ معمولی کمبلوں کا فرش ہو رہا تھا۔ اس فرش پر بہت سے مسلمان بیٹھے تھے۔

ان تمام مسلمانوں کے کپڑے نہایت سادہ اور ایک ہی قسم کے تھے۔ ایک کرتہ ٹخنوں تک لمبا۔ ایک شلوار نما پائجامہ۔ ایک مختصر سا عمامہ جس کے اوپر کپڑے کا تھوڑا سا حصہ عمامہ کے گرد لپیٹ کر دونوں طرف کانوں کے پاس سے نکل کر سینوں پر پڑا ہوا جس سے عمامہ کی صورت خود کی سی ہوگئی تھی۔

رئیس، امیر، افسر، ماتحت وغیرہ سب اسی لباس میں ملبوس تھے۔ کسی کے پاس کوئی امتیازی نشان نہ تھا دروازے کے عین سامنے حضرت خالدؓ بیٹھے تھے۔ خالد کے دائیں طرف عمرو بن العاصؓ۔ بائیں طرف عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کے صاحب زادے عبداللہؓ اور ایک بیضاوی دائرے میں زبیر بن العوامؓ، ضرار بن الازور، جعفر بن عقیلؓ، مقداد بن اسود الکندریؓ، عمار بن یاسر، عباد بن عیاض اشعری اور ابوذر غفاری بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ وہ ہستیاں تھیں جنھوں نے روم وایران جیسی زبردست اور پرشکوہ دیرینہ سلطنتوں کو الٹ دیا تھا عیسائی اور مجوسی ان کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دی تھیں۔

ان کا جینا، ان کا مرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، جاگنا اور سونا سب اللہ

کے لئے تھا۔ وہ موت کے آرزومند تھے۔ شہادت کے طلبگار تھے۔ دنیا ان سے لرزتی تھی۔

بڑے بڑے جنگجو بڑے بڑے شہہ زور ان کا لوہا مانتے تھے۔ یہ لوگ نہ صرف بہادر تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے مدبر دوراندیش اور روشن خیال تھے۔ یہ بات فخر کی مسلمانوں ہی میں تھی کہ وہ جہاں لڑائی کے وقت اجڈ سپاہی تھے وہاں مجلس شوریٰ یا صلح کانفرنس کے وقت مدبر ودانا بن جاتے تھے۔

سعد بھی سلام کر کے ایک طرف جا بیٹھا حضرت خالدؓ نے کہا "آج جاسوس واپس آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے بڑی بھاری جمعیت فراہم کر لی ہے۔

توبہ بربر اور بیجاۃ سے کثیر التعداد عیسائی آگئے ہیں۔ دو لاکھ پچاس ہزار پیادے تیس ہزار طویل القامت زنگی ایک ہزار تین سو ہاتھی۔ ان کے ساتھ ہیں۔ عیسائی ایک بار پھر اپنی پوری جمعیت اور حشم وخدم اور بھاری سازوسامان سے اسی طرح آئے ہیں جیسے کہ وہ اب پہلے یرموک[1]۔ اجلیک[2]۔ حلب[3]۔ اور انطاکیہ[4] میں آئے تھے۔

ہم کو ان کی جمعیت سے نہ کبھی خوف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیوں کہ اللہ نے جس قدر تکلیف ہماری قسمت میں مقرر کی ہے۔ وہ ضرور پہنچے

---

[1] اس کا مفصل حال ہمارے مشہور ناول فتح یرموک میں دیکھو۔

[2] اس کا مفصل حال ہمارے بہترین ناول سعید وفلپانہ میں پڑھو۔

[3] اس عبرت انگیز جنگ کا حال ہمارے شہرہ آفاق ناول محبوبہ حلب میں پڑھو۔

[4] اس خونریز جنگ کا مفصل حال جس نے عیسائی حکومت کا تختہ پلٹ دیا تھا۔ ہمارے بے نظیر ناول فتح انطاکیہ میں مرقوم ہے۔

گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

اے نبی کہہ دیجئے کہ ہم کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا، مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے۔

ہم اکثر دیکھ چکے ہیں کہ بیشتر معرکوں میں ہماری تعداد تھوڑی تھی مگر خدا نے ہمیں ہمیشہ کامیاب کیا۔

یہ کامیابی خدا کے اس کلام پاک کی تفسیر تھی۔

ترجمہ: اکثر تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ٹھہرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یاد کرو ایک وقت وہ تھا جب ساری دنیا میں کفر وضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ایک بھی توحید پرست نہ تھا۔ بتوں، کنکروں، پتھروں اور سونے چاندی کی مورتوں کو پوجا جاتا تھا۔

تثلیث پرستی کا زور تھا۔ آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔ یکا یک غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ تنہا تھے آپ نے کروڑوں غیر اللہ کے پوجنے والوں کو بغیر کسی خوف ورجا کے توحید پرستی کی دعوت دی۔ سعید روحوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔

مسلمانوں کی تعداد دن دونی رات چوگنی بڑھنا شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: تم پہلے تھوڑے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے تم کو بہت کر دیا اور صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ بلکہ خدا نے اپنے فضل و کرم کی بارش بھی کر دی۔

مسلمان مفلس سے غنی ہو گئے۔ اور ممالک پر ممالک ان کے زیر نگیں آ گئے۔ روم وشام یمن وعراق اور حجاز سب تمہارے قبضہ میں آ گئے۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

ترجمہ: تم ہی غالب رہو گے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے اور اس کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ یہ انعام کی بارش یہیں ختم ہو جاتی۔ بلکہ ایک زبردست بشارت باقی ہے۔ جس کا حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:

ترجمہ: ہم بالضرور ان کو روئے زمین کا خلیفہ کریں گے۔ جیسا کہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو کیا تھا۔

جس طریقہ پر مسلمانوں کو فتوحات مل رہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ضرور ایک نہ ایک دن مسلمان روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا راز بھی دوسری اقوام نے نہیں سمجھا ہے۔ مسلمان موت کی آرزو کرتا ہے، مرنے پر ہر وقت تیار رہتا ہے، یہی آرزو اور یہی مستعدی اسے شجاع ترین بنا دیتی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ جہاد میں مر کر سیدھا جنت میں جائے گا۔ اس کے صغیرہ وکبیرہ گناہ بھی معاف ہو جائیں گے اس خیال سے بھی لڑائی کے وقت اس کی شجاعت اور بڑھ جاتی ہے۔

اگرچہ مسلمان تعداد میں بیس ہزار سے زیادہ نہیں اور عیسائی تین لاکھ کے قریب ہیں لیکن خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں ان کا کچھ بھی خوف وخطر نہیں ہے۔

میں نے اس وقت اس لئے آپ سب کو بلایا ہے کہ ہمیں اس میدان

میں پڑے ہوئے عرصہ گزر گیا ہے۔ ہم عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار
کر رہے ہیں لیکن وہ نہیں بڑھے۔
وہ ہم سے دور پڑے ہوئے اپنی جمعیت کو روزانہ بڑھا رہے ہیں۔
آپ مشورہ کر کے طے کیجئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔
مسلمان نہایت غور سے توجہ و سکونِ قلب سے حضرت خالدؓ کی تقریر سن
رہے تھے۔
ان کے قلوب پر اس تقریر نے اچھا اثر کیا۔ اور ان کے چہرے شگفتہ
ہو گئے۔ خالدؓ کے خاموش ہو جانے پر ضرارؓ نے کہا۔
اب ہمیں اس جگہ پڑے رہ کر فضول وقت نہ ضائع کرنا چاہئے۔
عیسائی غالباً قیامت تک بھی پیش قدمی نہ کریں گے۔ حالانکہ وہ ہم سے
پندرہ گناہ زیادہ ہیں۔
مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کریں۔
عبدالرحمٰن نے کہا۔ بیشک جب وہ نہیں بڑھتے تو ہم کو ہی بڑھنا چاہئے۔
زبیر: یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا اوّل تو دھشوار کا مضبوط و مستحکم قلعہ
ہمارے ان کے درمیان حائل ہے۔ دوسرے ان کے شہر ان کے قریب
ہیں۔ وہ جس قدر قتل ہوں گے اس سے زیادہ اور آ جائیں گے۔ اور ہم اپنے
ملک سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور ہم کو امداد نہ مل سکے گی۔
جعفر: یہ سچ ہے لیکن پھر ہم کیا کریں کیا ساری عمر اس جگہ پڑے
ہوئے ان کے آگے بڑھنے کا انتظار کرتے ہیں۔
زیاد: میرے خیال میں تو انتظار کی حد ہو چکی ہے۔ اب مزید انتظار نہ

کرنا چاہئے۔
عبداللہ: بات یہ ہے کہ ہم اس میدان کو جنگ کے لئے بہتر اور مناسب
سمجھتے ہیں اور عیسائی جس میدان میں پڑے ہیں، اسے بہتر جانتے ہیں۔ ایسی
صورت میں اگر ہم نہ بڑھے تو وہ بھی نہیں بڑھیں گے۔ پھر جنگ کیسے ہوگی۔
سعد نے کہا: "دراصل جنگ کے لئے یہی مناسب جگہ ہے اور کوشش
یہی کرنی چاہئے کہ عیسائی بڑھ کر اسی میدان میں آ جائیں۔
خالدؓ: کیا کوشش کریں۔
سعد: جس طرح سے سانپ کو اس کی بل سے اور لومڑی کو اس کی
بھٹ سے نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح سے عیسائی کو بھی اس میدان سے نکالا
جائے اس کی تدبیر یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے دستے عیسائیوں کی جائے قیام
کی جانب روانہ کئے جائیں اور وہ جنگ شروع کر کے پیچھے ہٹتے چلے
جائیں۔ اس طرح عیسائیوں کو طمع ہو جائے گی اور ہمارے دستوں کا تعاقب
کرتے ہوئے یہاں آ جائیں گے۔
خالدؓ: نہایت مناسب تدبیر ہے۔ ایک ایک ہزار کے چند دستے
عیسائیوں کی طرف روانہ کئے جائیں۔
عمروؓ: میرے خیال میں یہ تدبیر نہایت مناسب ہے۔
خالدؓ: بس تو آج ایک ایک تین دستے تین تین گھنٹے کے وقفے سے
روانہ ہوں۔ پہلا دستہ فضل بن عباس کی سرکردگی میں، دوسرا مقداد بن اسود
الکندری کی اور تیسرا زیاد بن ابی سفیان کی زیر کمان۔
سب نے اس ارادے سے اتفاق کیا۔ اور فوراً فضل بن عباس نے

ایک ہزار نو جوانوں کو منتخب کیا اور قلعہ دشوار کی جانب روانہ ہو گئے۔

مقداد اور زیاد انکی تیاریاں کرنے لگے۔ چوں کہ اب کوئی کام باقی نہ رہا تھا۔ اس لیے مجلس شوریٰ بھی برخاست کردی گئی۔

تمام احباب و مجاہد اٹھ اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف روانہ ہونے لگے۔

جب سعد خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے شوروغل کی آواز سنی۔

اس نے شوروغل کرنے والوں کی طرف دیکھا چند آدمی لڑکیوں کو ہمراہ لئے ہوئے اسی طرف آرہے تھے۔

یہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب آ گئے تو اس نے اس شخص سے پوچھا۔

کیوں بھائی یہ کیا معاملہ ہے؟ تم کیوں ان لڑکیوں کو لائے ہو؟ اور یہ لڑکیاں کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ ان لڑکیوں میں ایک سلمیٰ بنت نعمان اور دوسری مرزوعہ بنت مملوق ہے۔ یہ دونوں ایک تیسری لڑکی لبنیٰ کے ساتھ چشمہ کے کنارے پر گئی تھیں۔

ان پر اچانک درندہ صفت عیسائی آپڑے۔ یہ دونوں بچ آئیں۔ لیکن وہ لبنیٰ کو پکڑ کر لے گئے۔

لبنیٰ کا نام سن کر سعد پر کوہ غم ٹوٹ پڑا، فرط قلق والم سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ سر گھومنے اور دست وپا کانپنے لگے۔

وہ مجسمہ غم وحسرت بن کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ لوگ ان دونوں لڑکیوں کو لے کر حضرت خالدؓ کے خیمہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر میں سعد نے اپنی برگشتہ طبیعت اور دل مجروح پر قابو پا لیا۔

وہ بھی لوٹا اور آہستہ آہستہ لڑکھڑاتے قدموں سے چل کر خیمہ کے اندر پہنچا۔

اس وقت اس کی وفور غم والم سے بہت بُری حالت تھی۔

چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آنکھیں بڑھتے ہوئے رنج والم کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہونٹ کانپ رہے تھے اور تمام جسم لرز رہا تھا۔

لوگ لڑکیوں کو لے کر خالدؓ کے خیمے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اور لڑکیاں احوال بیان کر رہی تھیں۔ خالدؓ، ضرارؓ اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اور سن رہے تھے۔

حضرت سعد بھی کلیجہ پکڑے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور وہ بھی سننے لگے۔

مرزوعہ واقعہ بیان کر رہی تھی۔ اس نے چشمہ کے اوپر جانے، عیسائیوں کے آنے اور لبنیٰ کو پکڑے جانے کا تمام حال نہایت شرح وبسط کے ساتھ کہہ سنایا۔

اس واقعہ کو سن کر تمام مسلمانوں کا خون فرط جوش وغضب سے ان کی رگوں میں کھولنے لگا۔

ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور پیشانیوں کی رگیں تن گئیں۔ آنکھیں لال انگارہ بن گئیں۔

حضرت خالدؓ نے مرزوعہ سے دریافت کیا۔ یہ لبنیٰ کون تھی؟

مرزوعہ نے جواب دیا ”سعد کی ہمشیرہ، عاصم کی بیٹی۔

خالدؓ نے متعجب ہو کر کہا ”سعد کی ہمشیرہ! سعد کہاں ہے؟“

سعد نے دردانگیز لہجہ میں کہا: ”آہ میں شکستہ دل وقلب محزوں اس

طرف بیٹھا ہوں۔"

خالدؓ نے سعد کو دیکھا۔ وہ اس پیکرِ رنج والم کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ذرا سی دیر میں ہی ان کی حالت دگرگوں ہوگئی ہر اس شخص کے دل میں جس نے اسے دیکھا ہمدردی کے جذبات موجزن ہوگئے۔

خالدؓ، عمروؓ اور ضرارؓ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ لہٰذا خالدؓ نے ازراہ ہمدردی کہا۔

سعد! غم نہ کرو۔ ہم ہر ممکن تدبیر لبنیٰ کو عیسائیوں کے پنجۂ ستم سے چھڑوانے کے لئے کریں گے۔ میرے دل میں اس واقعہ نے ایک خاص اثر کیا ہے۔ لہٰذا میں خود عیسائیوں کے تعاقب میں جاؤں گا۔

ضرارؓ نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

خدا کی قسم آپ نہیں جا سکتے ہیں میں جاؤں گا۔ اور میں ان بہائم صفت انسانیت سے نابلد، صنفِ نازک کے لٹیرے عیسائیوں کو سبق آموز سزا دوں گا، جو میری بہن کو لے گئے ہیں۔

خالدؓ نے کہا: "بس جاؤ، جلدی جاؤ، وہ لٹیرے دور نہ گئے ہوں گے۔ دو سو دلیرانِ کارزار کو ہمراہ لے کر سعد کو بھی ساتھ لے لو۔ جلدی کرو۔ عیسائیوں کے اس قبیح فعل نے میرے قلب وجگر میں ایک ہیجان سا پیدا کر دیا ہے۔"

فوراً ضرار اٹھ کھڑے ہوئے۔ سعد کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "بھائی سعد غم نہ کرو، اٹھو اور میرے ساتھ ان لٹیروں کے تعاقب میں چلو۔"

سعد ایک آہ بھرتے ہوئے اٹھا۔ اس جگہ بیٹھنے والوں نے انہیں رحم اور ہمدردی کی نظروں سے دیکھا۔

وہ ضرارؓ کے ہمراہ خیمے سے باہر نکلے، ضرارؓ جلدی سے اپنے خیمہ پر پہنچے اور انہوں نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور صرف ایک تہبند باندھ لیا۔ ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ لیا۔ اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوگئے۔ یہ اسی طرح لڑا کرتے تھے، انہوں نے کہا: "کہاں ہیں اہل نجدہ اور اشجع! خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے چلو!

فوراً اہل نجدہ اور اشجع کے لوگ جوق در جوق آنے شروع ہوگئے۔ ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ وہ سب کے سب مسلح ہو کر آ گئے۔

ضرار نے کہا:

تم میں سے دو سو آدمی الگ ہو جاؤ۔ کیوں کہ امیر نے حکم دیا ہے کہ اس مہم صرف دو سو آدمی چلیں گے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔

"حضرت! ہم سب جہاد پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ چوں کہ ہر شخص جانا چاہتا ہے اس لئے ہم خود اپنے میں سے دو سو آدمیوں کو منتخب نہیں کر سکتے۔ آپ ہی مناسب انتخاب کر لیں۔"

ضرارؓ نے جلدی جلدی دو سو آدمیوں کو منتخب کیا۔ وہ انہیں ساتھ لے کر سعد کے خیمہ پر آ گئے۔

سعد مسلح ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ یہ سب لوگ لشکر سے نکل کر پہاڑی پر چڑھ گئے اور نہایت تیزی سے روانہ ہوئے، جس طرف عیسائی حوروش لبنیٰ کو پکڑ کر لے گئے تھے۔

○○○

چھٹا باب

شیر دل بہادر

ریاض خیمہ سے نکل کر آہستہ آہستہ چلا۔ اس نے ایک تلوار اور ایک ڈھال لے لی تھی۔ کچھ مسلمان خیموں میں گھسے ہوئے سو رہے تھے۔ اور کچھ گذشتہ جنگ کے واقعات بیان کر رہے تھے۔

ریاض ان لوگوں کے پاس سے گزرتا چلا گیا۔ وہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ نہ کسی مسلمان نے اسے روکا اور نہ اس نے کسی سے بات کی چلتے چلتے وہ لشکر سے باہر نکلا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔

رات اندھیری تھی۔ اونچی اونچی چٹانیں جن پر سیاہ غازہ پھرا ہوا تھا۔ وہ سر بفلک قلعے معلوم ہو رہے تھے۔

چٹانوں پر کھڑے ہوئے درخت طویل القامت دیو معلوم ہو رہے تھے۔ بہادر سے بہادر شیر دل انسان بھی اس خوفناک منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا تھا۔ مگر ریاض کو مطلق اندیشہ نہ تھا۔ وہ ستاروں کی مدھم روشنی میں برابر پہاڑی پر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چوں کہ ستاروں کی روشنی اس قدر نہ تھی، جس سے راستہ صاف طور پر نظر آ جاتا۔ اس لئے وہ اکثر پگڈنڈی سے بھٹک جاتا تھا۔ اور ناہموار پتھروں سے ٹھوکریں کھانے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ پگڈنڈی چھوڑ کر غار کے منہ پر پہنچ گیا اگر وہ ایک قدم بھی اور آگے چلا جاتا تو ضرور غار کے اندر اوندھے منہ گر جاتا اور چوں کہ غار نہایت گہرا تھا۔ اس لئے گرتے ہی اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جاتی۔

وہ سنبھلا اور اتفاقیہ سنبھلا۔ اس وقت وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ شرم وندامت کا اس پر غلبہ تھا۔ لہٰذا اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ شریف انسان نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ دوستی کا اہل ثابت نہیں ہوا۔

اگر چہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا لیکن وہ مسلمان تھا۔ اور مسلمان پر حرام موت مرنا اور خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے وہ خودکشی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

البتہ یہ اس کی عین تمنا تھا کہ اتفاقیہ اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ غار میں گر کر مر جائے یا کوئی درندہ اسے پھاڑ ڈالے مگر یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ موت کی جس قدر آرزو کرتے ہیں اسی قدر موت ان سے دور بھاگتی ہے۔

چنانچہ ریاض کو بھی یہی حادثہ پیش آیا۔ جب وہ چلتے چلتے تھک گیا۔ تو ایک صاف سی چٹان پر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی پھر وہی خیالات دماغ میں جمع ہونے شروع ہوئے۔

اگر چہ پری زاد لیلیٰ کی یاد بھی کبھی اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگتی تھی۔ مگر اب اسے اس حور وش کو یاد کرنے سے شرم بھی محسوس ہونے لگی تھی۔

جب ہجوم افکار سے وہ تھک گیا اور پریشان کن خیالات نے اس کے دماغ کو گراں بار کر دیا تو وہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد اس کی آنکھ لگ گئی۔

جب وہ اٹھا تو خوش الحان طیور نغمہ سنجی کر رہے تھے۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ سبزہ درخت۔ پودے اور پھول سب شگفتہ تھے۔ سبز سبز گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح لوٹ رہے تھے۔

ریاض اٹھ کر تھوڑی دیر تک تو قدرت کے اس بہترین منظر میں منہمک رہا۔ پھر اٹھا اور حوائج ضروریہ سے فراغت پا کر وضو کیا نماز پڑھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ان سب کاموں سے فراغت کر کے اس نے غور کیا کہ اب وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ یہ تو اسے اطمینان تھا کہ کوئی اس کی تلاش میں نہ آئے گا۔ کیوں کہ اس کا کوئی عزیز و اقارب لشکر میں نہ تھا۔

اگرچہ کچھ سعد کا خیال تھا تو اس کی طرف سے اس لئے اطمینان تھا کہ وہ اس کے خیمہ پر کم جاتا ہے۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس وقت کہاں کھڑا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں چلتا ہوا لشکر سے کتنی دور اور کس طرح نکل آیا ہے۔ اب آفتاب طلوع ہو کر اس طرف بلند ہو چکا تھا کہ دھوپ درختوں کی چوٹیوں سے اتر کر سبزہ سے لدی ہوئی چٹانوں پر پھیل گئی تھی۔

وہ بغیر سوچے اور طے کئے اٹھ کھڑا ہوا اور مغرب کی طرف چلنا شروع کیا۔ آفتاب کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر آ گیا ہے۔ جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا پورے تین گھنٹے چل کر وہ ایک ایسی وادی میں پہنچا جس کے چاروں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ یہ وادی نہایت وسیع اور سرسبز و شاداب تھی۔

اس نے وادی میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا تو اسے وادی کے وسط میں کچھ عیسائی سبزہ پر بیٹھے اور پڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کے گھوڑے چر رہے تھے۔ ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔ وہ ان سواروں کو دیکھ کر ٹھٹکا، کھڑا ہوا، ان کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ اسے ایک اونچی چٹان پر ایک عرب دوشیزہ بیٹھی نظر آئی۔

اسے ایک عرب نژاد لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر کمال تعجب ہوا عیسائی سواروں نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے لوٹ جاتا لیکن اس لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر اس کا حال دریافت کئے بغیر وہاں سے چلے آنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔

وہ عرب نژاد لڑکی فاصلے پر تھی۔ اس کی طرف پشت کئے بیٹھی تھی۔ لہٰذا وہ اسے پہچان نہ سکا۔ ریاض نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ تمام عیسائی اٹھ کھڑے ہوئے۔

انھوں نے گھوڑوں پر جلد جلد زین کسنا شروع کیا۔ ریاض کو ان کی اس حرکت پر تعجب ہوا اور اس نے تیزی سے چلنا شروع کیا۔ یہ ریاض ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ تنہا بغیر زرہ بکتر اور تمام ہتھیاروں کے صرف ایک تلوار اور ایک ڈھال لئے ہوئے تین سو مسلح عیسائیوں کے نرغہ میں جا رہا تھا۔

اسے کسی قسم کا خوف و خطر نہ معلوم ہوتا تھا۔ غالباً یہ بے خوفی، یہ جرأت

اور یہ ہمت اس وجہ سے تھی کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص جان پر کھیل جانے کی تیاری کر لیتا ہے۔ وہ کسی بات سے نہیں ڈرتا۔

وہ بڑھتے بڑھتے عیسائیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اب اسے چند عیسائیوں نے دیکھا انہوں نے تعجب کی نگاہیں اس پر ڈالیں اور خوفزدہ آواز سے اپنے ساتھیوں کو اس کی موجودگی سے مطلع کیا۔

تمام عیسائیوں نے اسے دیکھا اور سب کے سب متحیر ہوئے۔ وہ جلد جلد گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس عرصہ میں ریاض ان کے بہت قریب پہنچ گیا۔ اس قدر قریب کہ اس نے لڑکی کو دیکھ کر پہچان لیا۔

وہ وہی ستم روزگار تھی۔ جس نے اس کا دل اس کا آرام اور اس کا چین سب کچھ لوٹ لیا تھا۔ اس حورزاد کی وجہ سے لشکر کو مسلمانوں کو اور اپنے عزیز ترین دوست کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

وہ اس پری پیکر کو عیسائیوں کے نرغہ میں دیکھ کر کمال متعجب ہوا۔ اسے حیرت پر حیرت تھی کہ کس طرح وہ حورزاد درندہ صفت عیسائیوں کے نرغہ میں آ گئی۔

لہٰذا اب وہ تیز قدمی سے اس حسن و جمال کی دیوی کی طرف بڑھا۔ جوں جوں وہ اس کے قریب ہوتا جاتا تھا۔ رعب حُسن سے اس کا دل دھڑکتا جا رہا تھا۔ یہ حورزاد لبنیٰ ہی تھی۔

جو عیسائی اسے اٹھا کر لائے تھے وہ اسے مختصر دستۂ فوج کے ساتھ اسے ہمراہ لے کر دہشوار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عیسائیوں کو پریشان متحیر اور خوفزدہ دیکھ کر اس نے اسی طرف دیکھا جس طرف عیسائی سوار دیکھ رہے تھے۔

اس عرصہ میں ریاض قریب پہنچ چکا تھا اس حورزاد کی نظریں بھی ریاض پر جا پڑیں۔ اس کا پژمردہ چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ پیاری کٹیلی اور خوب صورت آنکھوں سے تعجب آمیز خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔

وہ جلدی سے اٹھی اور کھڑی ہو گئی۔ خوش ہو کر ریاض کی طرف بڑھی اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ آہ ریاض ......

اتنا کہتے ہی اس نے جلدی سے اپنی پیاری زبان اپنے خوب صورت اور موتی جیسے شفاف دانتوں میں دبالی۔ اس سے کوئی سخت غلطی سرزد ہو گئی ہے اور ساتھ ہی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔

ریاض کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر جامعیت پنہاں رکھتے تھے۔ وہ جوشِ مسرت سے بے خود ہو کر بڑھا اور حور وش لبنیٰ کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ”پری زاد لبنیٰ تم یہاں کیوں؟“

پری پیکر لبنیٰ پر حیاء غالب آ گئی اس نے شرما کر اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ریاض کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ عیسائی شور کرتے ہوئے غول بیابانی کی طرح اس کی طرف بڑھے۔

ایک عیسائی سب سے آگے آ رہا تھا۔ وہ نہایت تنومند تھا۔ بیش قیمت ریشمیں کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس دستہ کا سردار معلوم ہوتا تھا۔

اس نے ڈپٹ کر کہا ”اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو اس پری پیکر کے قریب سے فوراً الگ ہٹ جاؤ۔“

ریاض اس ملک میں نیا آیا تھا۔ وہ عیسائیوں کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔

لہٰذا اس نے اس گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھا۔ البتہ اس کے اطوار و اشاروں سے سمجھ گیا کہ اس کا لبنیٰ کے پاس آنا سخت ناگوار گزرا ہے اور وہ اس کے پاس سے علیحدہ ہونے کے لئے کہتا ہے۔

زندگی سے تنگ آیا ہوا ریاض اس کی دھمکی کی کیا پرواہ کر سکتا تھا پھر ایسی حالت میں جب کہ وہ حورِوش جس پر وہ فدا تھا اس کے پاس کھڑی تھی۔

ایسی حالت میں تو بزدل سے بزدل انسان کو بھی طرارہ اور جوش آ جاتا ہے اور اگر کوئی بہادر ہو تو اس کی شجاعت اور مردانگی ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔

ریاض کو اس کا درشت لہجہ نہایت ناگوار گزرا۔ اس نے برافروختہ ہو کر کہا ”خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنا ورنہ سرتن سے جدا کر دیا جائے گا۔

یہ سردار عربی سمجھتا تھا۔ اسے ریاض کی طرز گفتگو، شان استغنا اور دلیرانہ عزم و ثبات سے سخت حیرت ہوئی۔ تعجب یہ ہوا کہ ایک تنہا شخص جو پورے طور پر مسلح بھی نہیں ہے۔ تین سو آدمی کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

چند ہی لمحے میں اس نے اپنی حیرت دور کر کے پھر کہا ”اس حور زاد لڑکی کے پاس سے فوراً دور ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔“

ریاض نے قیاس کے طور پر اس کا مفہوم سمجھ کر ترش روئی کے لہجے میں کہا ”ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہاری گستاخی کی تمہیں سزا دی جائے گی۔“

یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر پری زاد لبنیٰ نے نغمہ زن انداز سے کہا۔

”ریاض! کیا کرتے ہو اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وہ تین سو ہیں اور تم اکیلے ہو۔“

ریاض نے دلیرانہ انداز سے کہا۔

وہ مجھ سے تمہیں طلب کرتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے حوالے کر دوں۔ لبنیٰ نے غم زدہ حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اپنی جان بچانے کے لئے مجھے ان کے حوالے کر دو“ (لبنیٰ نے پست آواز سے کہا) ”تم تنہا ہو۔ وہ تین سو ہیں۔ لہٰذا تمہارا ان پر فتحیاب ہونا دشوار اور غیر ممکن ہے۔ پھر کیوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔“

ریاض نے وفور جوش سے بے خود ہو کر کہا۔

”ایک جان کیا میری ہزار جانیں ہوں تو تم پر تصدق کر دوں۔ تین سو سوا نہیں تین ہزار کیوں نہ ہوں۔ تب بھی مجھے اندیشہ نہیں۔“

عیسائی سردار نے ریاض کو شمشیر بکف دیکھ لیا تھا۔ اسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے تلواریں کھینچ لیں اور ریاض کی طرف بڑھا انہوں نے اس کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے حملے کو ڈھال پر روکا۔ اور جھپٹ کر عیسائی سرداروں کے پرے میں جا گھسا۔

اس نے نہایت پھرتی سے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ ہر حملہ میں ایک نہ ایک عیسائی ضرور قتل کر ڈالتا تھا۔

چشم زدن میں یا اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے دس عیسائیوں کو گرایا۔

عیسائی اس کی یہ چابک دستی، جوش اور دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حورِوش لبنیٰ قریب والی چٹان پر جا کھڑی ہوئی تھی، وہ حیرت اور خوف کی نظروں سے ریاض کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔

اس کے نازک و عنابی لب پھڑک رہے تھے وہ اپنے جانباز عاشق

کے لیے دعا مانگ رہی تھی۔

ریاض نہایت بے خوفی، بڑی جرأت اور انتہائی جوش کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ وہ پیدل تھا۔ عیسائی گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ تنہا تھا اور عیسائی سینکڑوں تھے۔ کسی طرح بھی برابر کا مقابلہ نہ تھا۔

ریاض ایک تو تھا ہی بہادر اور دوسرے اس حور وش کی موجودگی نے جسے وہ ہزار جان سے چاہتا تھا۔ اس کی دلیری کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر اچھل اچھل کر حملے کر رہا تھا۔

وہ ہر حملے میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس کی شمشیر خون اگل رہی تھی۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جمنے لگے تھے۔ وہ پورے جوش اور ہمت سے لڑ رہا تھا۔

عیسائی دانت کلکلا کلکلا کر جوش اور غیرت سے آگے بڑھتے تھے اس پر حملے کرتے تھے مگر کسی کا حملہ کارگر نہ ہوتا تھا۔

گویا وہ لوہے کا تھا یا فوق الفطرت انسان تھا۔ جو عیسائی اس پر حملہ کرتا تھا، اس پر تلوار اٹھاتا تھا۔ اس کی تلوار سے ریاض کی تلوار ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو جاتی اور وہ خود بھی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

عیسائیوں کا سردار اپنے ہمراہیوں کو جوش و غیرت دلا کر آگے بڑھا رہا تھا۔ اور خود اسے ریاض کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کیوں کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ ریاض کی شمشیر براں قضا کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس کو بھی چھو جاتی وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

اس لئے وہ خود کو بچاتا ہوا سواروں کو جنگ کی ترغیب دے رہا تھا۔

ریاض اس سردار تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عیسائی سواروں کا اژدہام درمیان میں حائل تھا۔

وہ خود لڑ لڑ کر کٹتے جاتے تھے۔ مگر ریاض کو اپنے سردار تک پہنچنے نہ دیتے تھے۔ چوں کہ ریاض پیدل تھا۔ اس لئے وہ دل کھول کر نہیں لڑ سکتا تھا وہ اس فکر میں تھا کہ اگر ذرا بھی وقفہ ملے تو وہ کسی مقتول عیسائی کے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔

کئی مرتبہ اس نے کوشش کی لیکن جب بھی اس نے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو عیسائیوں نے اسے اپنے نرغے میں لے لیا۔ اسے ان کا جواب دینا پڑا۔ اور اس طرح سوار ہونے سے معذور رہا۔

ایک دفعہ عیسائیوں نے اس پر جھرمٹ کیا۔ اور چاروں طرف سے تلواریں اس پر ٹوٹ پڑیں۔ جس سے اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی نہ کسی کی تلوار ضرور اس کا خاتمہ کر دے گی۔

حور وش لیلیٰ نے یہ حالت دیکھی تو تڑپ گئی۔ غریب ماہوش لڑکی اس وقت اپنے چاہنے والے کی کچھ مدد نہ کر سکتی تھی۔

وہ نہتی تھی۔ اگر اس کے پاس تلوار ہوتی تو بالضرور وہ اس کی امداد کرتی تاہم اس نے اس کی سلامتی کے لئے دعا مانگنے کے لئے اپنے نازک اور گورے گورے ہاتھ اٹھائے۔

ابھی وہ دعا مانگ ہی رہی تھی کہ ریاض جھپٹ کر اس نرغے سے نکل آیا۔ اس کو زندہ سلامت دیکھ کر پری زاد لیلیٰ کی جان میں جان آ گئی۔

وہ مسکرائی، ریاض نے جلدی سے اس کا صاعقہ پاش تبسم دیکھا اس کی

رگ رگ میں جوش وقوت کی لہر دوڑ گئی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جوش سے لڑائی میں مشغول ہوگیا۔

ریاض لڑا اور خوب لڑا۔ اس نے پچاس ساٹھ عیسائیوں کو مار ڈالا۔ لیکن اتنے آدمیوں کے مارے جانے پر عیسائیوں کے ہجوم میں کوئی نمایاں کمی نہ ہوئی تازہ دم عیسائی برابر اس پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔

مگر ریاض ان کی کثرت اور اتنی دیر لڑنے سے نہ خوفزدہ ہوا نہ شکستہ دل!

وہ بدستور جدال وقتال میں مصروف رہا۔ اس لئے اپنے تھکے ہوئے اعضاء میں نئی روح پھونکنے کے لئے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔

اور کون تھا جو اس نعرہ کی تکرار کرتا مگر چٹانوں نے اس کا ساتھ دیا۔

آواز کی بازگشت پیدا ہوئی۔ اور اس کی رگوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔

وہ جھپٹا اس نے پوری قوت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔

اگرچہ عیسائیوں نے اس حملے کو روکا لیکن جوش میں بھرا ہوا تھا اس کی تلوار قضائے مُبرم بنی ہوئی تھی۔

اس نے ایک دو نہیں پورے دس عیسائیوں کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی پیچھے ہٹے وہ گھبرا گئے۔ خوفزدہ ہوگئے۔ ریاض کو موقع ملا۔

اس نے ایک مقتول عیسائی کا گھوڑا پکڑا اور نہایت سرعت سے اس پر سوار ہونا چاہا۔

عیسائی سردار نے دیکھ لیا۔ وہ جرأت کر کے آگے بڑھا۔ ریاض سوار ہونے میں مصروف تھا۔ سردار نے پیچھے سے جا کر کمند پھینکی۔

کمند شانوں سے نیچے اتر کر اس کے بازوؤں میں بہت بری طرح

سے جا کر پھنس گئی۔

اس نے ہر چند زور لگایا۔ لیکن وہ کمند کو نہ توڑ سکا اور نہ اس سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ بلکہ جس قدر توڑنے کے لئے زور لگاتا تھا۔ اسی قدر کمند اسے اور کستی تھی۔

یہ کمند مضبوط ریشم کی ڈوروں کی تھی۔ ریاض بالکل اسی طرح سے پھنس کر رہ گیا جس طرح جال میں چڑیا پھنس کر رہ جاتی ہے۔

حوروش لبنیٰ نے اسے دیکھا وہ بکمال مضطرب اور بے چین ہوئی۔ غم و الم سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

وہ رنج و یاس کا مجسمہ بن گئی اس نے دستِ تاسف ملتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ کیوں کہ مایوس بیکسوں اور بے بسوں کا آخری سہارا آسمان والا ہی ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے نرگسی اور سرمہ آلود آنکھوں میں آنسو بھر کر دعاء کے لئے اپنے چھوٹے اور نازک ہاتھ بلند کئے۔

ریاض نے غم وحسرت بھری نظروں سے پری جمال لبنیٰ کو دیکھا۔

سردار نے عیسائیوں کے ہاتھ میں ڈور دے کر اسے کھینچنے کے لئے حکم دیا۔

عیسائیوں نے ڈور کھینچی۔ ریاض لٹکنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت اللہ اکبر کے فلک بوس نعروں کی آواز آئی۔

نعروں کی آواز سن کر حوروش لبنیٰ خوش ہوگئی۔ عیسائی گھبرا گئے۔ کمند ڈھیلی پڑ گئی۔ ریاض کھڑا ہو کر قدرت کی کرشمہ سازی اور اپنی قسمت کی نیرنگی دیکھنے لگا۔

○○○

ساتواں باب

فاتح و مفتوح

اللہ اکبر کے پُرشگاف نعرہ نے تمام وادی میں گونج پیدا کردی۔ چٹانوں، پتھروں اور سنگریزوں نے اس تہلکہ مچادینے والے نعرہ کی تکرار سنی۔ عیسائی متوحش اور پریشان ہو ہوکر دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں خدا پرستوں، کلمہ گوؤں کا گروہ گھوڑے دوڑاتا ہوا آتا نظر آیا۔ یہ ضرارؓ اور ان کے ہمراہی تھے نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے چلے آرہے تھے۔

سب سے آگے ضرارؓ اور سعدؓ تھے۔ ضرارؓ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ انہوں نے نیزہ تان رکھا تھا۔ گویا وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔

جلدی سے عیسائی ان کے سامنے صف بستہ ہوگئے۔ سب سے پہلے ضرارؓ اور سعد نے حملہ کیا۔ دونوں کا حملہ قیامت کا حملہ تھا۔

ضرارؓ اور سعدؓ تلوار سے کوہ شکن حملے کررہے تھے۔ چشم زدن میں

مسلمان عیسائیوں پر اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح باز چڑیوں پر آتا ہے۔

مخالفین نے تلواریں کھینچ لیں۔ صاف شفاف تلواریں بجلی جیسی چمک کے ساتھ بلند ہوئیں۔ انسانی سمندر میں ڈوبیں اور خون میں نہا کر اٹھیں مار دھاڑ اور چیخ و پکار شروع ہوگئی۔

موت سُرعت کے ساتھ اپنی کھیتی کاٹنے لگی۔ سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ مسلمان جوش و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ نہایت بے خوفی اور دلیری سے حملے کررہے تھے۔

عیسائی بھی موم کے بنے ہوئے نہ تھے وہ بھی پوری قوت سے لڑ رہے تھے۔ نہایت خون آشام جنگ ہورہی تھی۔ پیر، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

خون کے فوارے اچھل رہے تھے گھوڑے کی ٹاپوں سے انسانی جسم کچلے جارہے تھے۔ جو ایک دفعہ زخمی ہوکر اپنے گھوڑے سے گر پڑتا تھا۔ گھوڑے اسے روند ڈالتے تھے۔

آلات حرب و جنگ، زخمیوں اور مرنے والوں کی چیخ و پکار، تیز قوی نعروں کی آواز سے تمام وادی گونج رہی تھی۔ چوں کہ زمین پتھریلی تھی اور خون اس میں جذب نہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے تمام سبزہ گلنار ہوگیا۔ دلیران صف شکن مجروح ہورہے تھے۔ سر کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ موت کی گرم بازاری تھی۔ مگر انسان کے خون کے پیاسے موت کے متلاشی اس ہیبت ناک منظر سے خوفزدہ نہ ہوئے تھے۔ بلکہ برابر سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔

چند عیسائی ریاض کو کمند سے جکڑے ہوئے ایک طرف کھڑے تھے۔ جنگ نہایت تیزی سے ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھسے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ریاض اپنے بھائیوں کو لڑتے زخمی ہوتے شہید ہو ہو کر گرتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی جوشیلی طبیعت اور فطری شجاعت اسے جنگ کرنے پر ابھار رہی تھی۔ مگر وہ ریشم کی ڈور میں جکڑا ہوا تھا۔

طبیعت کی امنگ پر دل کے حوصلے نہیں نکال سکتا تھا۔ مجبور تھا۔ اور اپنی حالت پر کفِ افسوس مل رہا تھا۔

اتفاق سے سعد نے اسے دیکھ لیا وہ اس کی بیچارگی اور بے بسی کو دیکھ کر تڑپ گیا وہ بہادر تھا۔ دوستی نے تازیانے کا کام دیا۔ وہ بڑی بے جگری اور جوش کے ساتھ بڑھا۔

عیسائی اس کی سدِ راہ ہوئے اس نے اپنے راستہ میں حائل ہونے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا جو سامنے آیا اسی کا سر اڑا دیا۔

عیسائی اس کی یہ جرأت اور یہ دلیری دیکھ کر سہم گئے۔ اس کے سامنے سے ہٹ گئے اسے راستہ ملا۔ وہ دیوانہ وار ریاض کی طرف بڑھا۔ پری جمال لبنیٰ ابھی تک چٹان پر کھڑی تھی اور بیم و رجا کی حالت میں ریاض اور مسلمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ نیز خدا سے مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لئے دعاء مانگ رہی تھی۔

اس نے سعدؓ کو ریاض کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کے تن نازک میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ خوب صورت چہرہ چاند کی طرح چمکنے

لگا۔ ہوشربا آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہوگئی۔ مسیحا صفت لبوں پر تبسم کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

اس نے اطمینان کی سانس لیا۔ جب سعد کو ریاض کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو عیسائیوں نے ان کے گرد حلقہ کر لیا۔ وہ اپنی آہنی دیواروں کی طرح سامنے آ گئے۔

سعد نے پورے جوش و استقلال کے ساتھ حملے کرنے شروع کر دیئے۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔ لیکن تازہ دم عیسائیوں کا تانتا لگ گیا۔ جو شخص مر جاتا تھا اس کی جگہ نیا عیسائی پہنچ جاتا تھا۔

موت عیسائیوں کو کھینچ کر سعد کے سامنے لا رہی تھی۔ سعد کی تلوار موت کا پیامبر تھی۔ جو سامنے آ جاتا تھا۔ اور جس پر تلوار پڑتی تھی۔ وہ موت کی آغوش میں پہنچ کر ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند کے مزے لینے لگتا تھا۔

یوں تو سارے مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ مگر سب سے زیادہ ضرارؓ دلیری، جرأت اور جوش و غضب سے بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ان کے پاس ایک نیزہ تھا۔ وہ جس کو نیزہ مارتے تھے۔ زرہ بکتر توڑ کر سینہ چھید کر نیزہ کی باقی انی پشت سے پار نکل جاتی تھی۔ عیسائی سب سے زیادہ ضرارؓ سے ہی ڈرنے لگے تھے۔

ضرارؓ نے دور سے سعد کو عیسائیوں کے نرغے میں دیکھا۔ وہ جھپٹے جو ان کے سامنے آیا انہوں نے اسی کے سینے کو چھید ڈالا عیسائی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹے۔

ضرار بڑھے انہوں نے سعد کے گرد حلقہ کرنے والوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی جوان کی دلیری اور ان کے جوش کو دیکھ کر پہلے ہی خوفزدہ ہو رہے تھے۔ ان کے حملہ کرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اب سعد اور ضرار دونوں ریاض کی طرف بڑھے۔ ریاض کے عیسائی محافظوں نے جب ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے ریاض کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سعد جلدی سے آگے بڑھے اور انہوں نے ریاض کی کمند کاٹ ڈالی۔ ریاض آزاد ہوا۔ وہ ایک نادم شریف انسان کی طرح سر جھکا کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سعد بڑھ کر بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ ریاض! خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جو تم مل گئے۔ میں تو تمہاری گمشدگی کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ تم نے نہایت زبردست غلطی کی کہ جو بغیر کہے چلے آئے؟

ریاض سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔ سعد نے پھر کہا ''تلوار لو اور کسی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اور لٹیرے عیسائیوں سے لڑو۔

نہ تلواروں کی کمی تھی اور نہ گھوڑے کی۔ مرنے والوں کے ہتھیار پڑے تھے۔ اور گھوڑے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

ریاض نے جلدی سے ایک گھوڑا پکڑا۔ ڈھال تلوار اس کے پاس تھے ہی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ضرارؓ اس کے قریب آئے اور انہوں نے کہا۔

ریاض! تم کیسے یہاں آئے اور عیسائیوں نے کس طرح تم کو گرفتار کر لیا۔

ریاض جواب میں پس و پیش کرنے لگا۔ سعد نے جلدی سے کہا یہ

ہمارے روانہ ہونے سے پہلے ہی چل پڑے تھے۔ ہم سے پہلے آ گئے؟

ریاض بیچارے کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ضرارؓ اور اتنے مسلمان کس طرح آ گئے ہیں۔ اس کا راز فاش ہو گیا۔ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

چوں کہ وہ شرمیلا نوجوان تھا اس لئے بار ندامت سے اس کا سر جھک گیا تھا۔ مگر سعد کے جواب سے معلوم ہوا کہ کسی اور وجہ سے اتفاقیہ مسلمان یہاں آ گئے۔ لیکن وہ وجہ کیا تھی؟ اس کی طبیعت میں خلفشار پیدا ہوا۔

ضرارؓ نے اس سے دریافت کیا۔ کیا تم نے لبنیٰ کو دیکھا ہے؟

اب ریاض کی سمجھ میں آیا وہ سب کچھ سمجھ گیا کہ عیسائی اس کی پری جمال لبنیٰ کو اٹھا لائے تھے۔ اور مسلمان اس کی تلاش میں یہاں تک آ گئے۔

اس نے پری زاد لبنیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''لبنیٰ اس چٹان پر موجود ہے!''

سعد اور ریاض دونوں نے دیکھا۔ انہیں حسن جمال کی دیوی چٹان پر کھڑی نظر آئی۔ سعد ریاض کو ہمراہ لے کر اس طرف بڑھا اور ضرار لوٹ کر جنگ میں مصروف ہو گئے۔

جب سعد اور ریاض دونوں لبنیٰ کے قریب پہنچے تو اس نے ترنم خیز لہجے میں کہا۔

تم میدان جنگ سے بغیر فتح کیے ہوئے اس طرف آ رہے ہو۔ خدا کی حکم عدولی کر رہے ہو۔ ایسا نہ کرو۔ جاؤ کافروں سے لڑو!

سعد نے دور ہی سے کھڑے ہوئے کہا ''لبنیٰ میں تیری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں بخیریت ہوں۔ میری وجہ سے جہاد میں کوتاہی نہ کرو۔ لڑو اور دشمنان خدا سے لڑو ایک لمحہ تک بیکار نہ جانے دو۔"

ریاض اور سعد دونوں لوٹے۔ دونوں عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے ابھی تک جنگ بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائی نہایت جوش وخروش سے لڑ رہے تھے۔

مسلمان بھی سر جھکائے جدال وقتال میں مصروف تھے۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ سر دھڑ اور بدن کے دوسرے اعضاء پڑے لوٹ رہے تھے۔

مسلمانوں نے گویا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ایک عیسائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ عیسائی جوش میں آ کر بڑھتے تھے۔ غصہ میں آ کر سانپ کی طرح پیچ وتاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے۔ مگر ہر حملے میں دو چار سرفروشوں کو کٹوا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

سعد اور ریاض نے گھوڑوں کو ملا کر نہایت جوش اور قوت سے حملہ کیا۔ ان کی بے پناہ تلواروں نے عیسائی جانبازوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

وہ جس طرف نکل گئے پرے کے پرے صاف کر دیئے۔ ان کو اس بے جگری سے لڑتے دیکھ کر تمام مسلمانوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا۔ تلواریں جلد جلد بلند ہونے لگیں۔

سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون اس قدر بہنے لگا تھا۔ گویا

زمین سے خون کا چشمہ اُبل آیا ہے۔ کشتوں کے انبار لگ گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی سراسیمہ ہو گئے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ اگر ایک گھنٹہ بھی اور جنگ جاری رہی تو ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچے گا۔

انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور الامان! الامان! چلانے لگے۔ فوراً مسلمانوں نے ہاتھ روک لئے۔ وہ انہیں گرفتار کرنے لگے۔

ابھی دس بیس ہی عیسائی گرفتار ہوئے تھے کہ مغربی جانب سے عیسائیوں کا سیلاب اس وادی میں داخل ہوا۔ یہ تمام عیسائی لوہے میں غرق تھے۔ زرہ بکتر پہنے۔ چار آئینہ ڈھالیں پشت پر لٹکائے تلواریں ہاتھ میں لئے گھوڑوں کی کنوتیاں ملائے غیظ وغضب کی نظروں سے مسلمانوں کو گھورتے ہوئے آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ ضرارؓ نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔"

تمام وادی ان سے بھر گئی۔ وہ مسلمانوں کے چاروں طرف پھیل گئے۔ ہنوز ان کی آمد کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ مسلمان پیچھے ہٹ کر اس چٹان کے نیچے پہنچ گئے۔ جس پر حور مہ لقا لبنیٰ کھڑی تھی۔

ان عیسائیوں کو دیکھ کر اس کا خوب صورت چہرہ اداس ہو گیا۔ ہوش ربا آنکھوں سے قدرے خوف ظاہر ہونے لگا تھا۔

جب عیسائیوں کا آخری سپاہی بھی وادی میں داخل ہو چکا۔ تو مسلمانوں نے انہیں دیکھا۔ وہ تین ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔

ہر علم کے نیچے ایک ہزار تھے۔ ہر ایک ہزار پر ایک سپہ سالار تھا۔ اور ان تینوں کے اوپر ایک بڑا افسر تھا۔ اس کا نام قیطارس تھا۔ وہ جرجس کا چچازاد بھائی تھا۔

جرجس انضباد کا بادشاہ تھا۔ قیطارس نوجوان تھا۔ بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا کوٹ پر سونے کی تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا سر پر سونے کا تاج تھا۔ اس کے پہلو میں ایک پری جمال دوشیزہ باریک ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے گھوڑی پر سوار تھی۔

اس کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی۔ نہایت خوب صورت تھی۔ رعنائی اور دلربائی کی تمام خصوصیات اس میں موجود تھیں۔ اس کے کپڑوں میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ جس کی ضو نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس وقت وہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی۔

اس کا نام میرونہ تھا۔ وہ قیطارس کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ تھی۔ قیطارس کے آتے ہی تمام عیسائی صف بستہ ہو گئے مسلمانوں نے بھی صف بندی کر لیا۔

عیسائیوں میں سے ایک سوار نکل کر مسلمانوں کے قریب آیا اور اس نے کہا۔ مسلمانو!

ہمارے رحمدل سردار قیطارس نے حکم دیا ہے کہ تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ ورنہ تمہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔

یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی ضرارؓ نے سنجیدگی کے لہجے میں کہا" ہم ان میں سے نہیں جو ڈر کر ہتھیار ڈال دیں ہم

آخری دم تک لڑیں گے۔"

سوار واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد عیسائیوں کی صفوں میں حرکت ہوئی وہ تلواریں سونت سونت کر بڑھنے لگے۔

ضرارؓ نے بلند آواز سے کہا۔ **"لا فرار من الموت"**۔

ترجمہ: موت سے رُستگاری نہیں ہے۔

مسلمانو! ہم شہادت کے خواہش مند ہیں۔ موت کے متلاشی ہیں۔ خدا نے موت کو بھیج دیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہمیں موت کے دروازے پر لے آئی ہے۔ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جہاد کرو اور شہید ہو جاؤ۔ خدا بہشت میں داخل کرے گا۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں کی رگوں میں جوش وغضب کا دریا موجزن کر دیا۔ انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں خدا کا نام لے کر بڑھے دونوں فریق مل گئے۔ تلواریں سروں سے بلند ہوئیں۔ انسانوں کے بحر ذخار میں ڈوبیں اور خون کے دریا میں تیر کر ابھریں خون کے چھینٹے اچھالنے لگیں۔ سروتن کے فیصلے کرنے لگیں۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان تھوڑے تھے۔

عیسائیوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا اور چاروں طرف سے ان پر تلواروں کی بارش ہونے لگی۔ وہ بپھر گئے، بکھر گئے، نہایت جوش اور بڑے حوصلے سے لڑنے لگے۔

چاروں طرف تلواریں ہی تلواریں نظر آنے لگیں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تلواروں کا کھیت اُگ آیا ہے۔ مار دھاڑ نہایت شدت سے ہو رہی

تھی۔ جاں باز نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ اعضائے انسانی کے ڈھیر لگتے جا رہے تھے۔ لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جاری تھیں۔ خون بارش کے پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔ مسلمان جوش وخروش سے لڑ رہے تھے۔ انہیں موت اور زندگی کی پرواہ نہ تھی۔ دنیا کے تمام کاموں سے بے نیاز لڑ رہے تھے۔ اور جوش میں آ کر حملے کر رہے تھے۔ عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ جب تک ہر مسلمان دو چار عیسائیوں کو قتل نہ کر لیتا تھا۔ پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

عیسائی بھی بڑے جوش وخروش س لڑ رہے تھے پوری قوت سے مسلمانوں پر جھکے ہوئے تھے۔ لیکن جو جوش مسلمانوں میں تھا۔ وہ ان میں نہ تھا۔ وہ عیسائیوں پر تلوار یا ہتکنی لگا کر ان سے تلوار چھین لیتے تھے۔ اور انہیں قتل کر ڈالے تھے۔

عیسائیوں کو اس سے سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ طیش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے۔ مگر اس کے بنائے کچھ نہیں بنتی تھی۔ مسلمانوں پر ان کا کچھ زور نہ چلتا تھا۔ تاہم ان کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ انہیں کچھ فکر نہ تھا۔ وہ حملے کرتے تھے بڑھتے تھے۔ کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ ان کی جگہ خالی ہوتے ہی تازہ اور آ جاتے تھے۔

یہی سلسلہ جاری تھا۔ یوں تو تمام مسلمان بڑے عزم وثبات اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ لیکن سعد ریاض اور ضرارؓ بڑی بے جگر سے لڑ رہے تھے۔ ضرار جس کے سر پر جھپٹ کر نیزہ مارتے تھے۔ زرہ بکتر توڑ کر انی سینہ چھید کر پشت کی طرف نکل جاتی تھی۔ تعجب یہ تھا کہ وہ ننگے بدن تھے

ڈھال ہاتھ میں نہ تھی اور عیسائی ان پر نرغہ کئے ہوئے تھے۔ مگر ان کے جسم پر خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ البتہ تمام بدن پر خون کے چکتے پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔

ریاض اور سعد دونوں کمال سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواریں جس عیسائی کو چھو بھی جاتی تھیں وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔ قیطارس دور کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو للکارا اور عیسائی جوش میں آ کر بڑھے انہوں نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے حتی المقدور مدافعت کی لیکن وہ زور لگانے پر بھی عیسائیوں کو نہ ہٹا سکے انہوں نے پیچھے ہٹانا چاہا۔ لیکن پیچھے عیسائی تھے اس طرف سے بھی حملہ ہوا۔ اور مسلمان پریشان ہو گئے۔

ضرارؓ جب تک بڑے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے۔ نہایت قوت سے حملے کر رہے تھے۔ عیسائیوں کے دل وجگر چھید رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے گھوڑے نے کسی لاش سے ٹھوکر کھائی۔ وہ جھکا۔ ضرار جنگ میں مشغول تھے سنبھل نہ سکے۔ گر پڑے ان کے گرتے ہی پندرہ بیس مسیحی ان پر آ پڑے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھنے کی کوشش کریں انہیں قابو میں کر کے ریشم کی مضبوط ڈوروں سے جکڑ دیا۔

مسلمانوں کو ضرارؓ کے گرفتار ہو جانے سے بڑا طیش آیا انہوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر پُر جوش حملہ کیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ انہوں نے سینکڑوں عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ مگر انتہائی جدوجہد کرنے پر بھی وہ ضرارؓ تک نہ پہنچ سکے۔

مسلمان عرصہ سے لڑ رہے تھے۔ ان میں سے بھی سینکڑوں عیسائیوں
کو اس وقت قتل کر چکے تھے۔ متواتر کئی گھنٹے برابر لڑنے کی وجہ سے ان کے
بازو شل ہو گئے تھے۔ ان سے مشکل سے تلوار اٹھتی تھی۔ ان کی اس کمزوری
کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ شیر ہو گئے تھے۔ اور نہایت جوش و قوت
سے حملے کرنے لگے تھے۔

انہوں نے مسلمانوں کو منتشر کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ کسی مسلمان کو شہید
نہ کر سکے البتہ کمند پھینک کر گرفتار کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں
تمام مسلمان گرفتار ہو گئے۔ سعد بھی ریاض سے بچھڑ گیا۔ وہ بھی گرفتار
ہو گیا۔ صرف ریاض باقی رہ گیا تھا۔ وہ ابھی تک جنگ کر رہا تھا۔ اسے یہ
معلوم نہ تھا کہ تمام مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ سر جھکائے ہوئے جنگ
میں مصروف تھا۔ اس کے چاروں طرف عیسائیوں کا حلقہ تھا۔

اگرچہ چاروں طرف سے عیسائی اس پر جھکے ہوئے تھے۔ مگر وہ کچھ
اس پھرتی سے جنگ کر رہا تھا۔ کہ عیسائیوں کو اس کے قریب جا کر اس
پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس کی کیفیت دیکھ کر ایک مسیحی نے بلند
آواز سے کہا۔

اے عربی نوجوان اب لڑنا بے سود ہے تمہارے کل ساتھی بجز ایک
کے جو بھاگ گیا ہے۔ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اس سوار نے یہ سچ کہا تھا۔
تمام مسلمان گرفتار کر لئے گئے تھے۔ صرف ایک سالم جو عبدالرحمٰن کا آزاد
کردہ غلام تھا اور شہزادے کے ساتھ آیا تھا۔ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا ان کے نرغہ

عیسائیوں نے اسے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ان کے ہاتھ
نہ آیا۔ گھوڑے کو ہوا کی طرح سے اڑا لے گیا۔ ریاض عیسائی کی یہ بات سن
کر کسی قدر متفکر ہوا۔ فوراً اس کو حور وش لبنیٰ کا خیال آیا۔

اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں عیسائی اسے گرفتار نہ کر لیں۔ وہ بے چین ہو
گیا۔ تڑپ گیا۔ اس نے پوری قوت سے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ جو عیسائی اس
کے سامنے تھے وہ قتل ہو گئے اور دوسروں پر اس کا رعب بیٹھ گیا۔

وہ ادھر ادھر کترا گئے۔ اس نے گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ اور عیسائیوں
کے نرغہ سے نکل کر تیزی سے لبنیٰ کی طرف چلا لبنیٰ ابھی تک چٹان پر کھڑی
تھی۔ اس چٹان کی پشت پر پہاڑی تھی۔ ریاض اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ
جلدی سے گھوڑے سے اترا اور چٹان پر چڑھ گیا لبنیٰ نے غمزدہ لہجے میں کہا
"اب کیا ہوگا؟"

ریاض نے استقلال بھرے لہجے میں کہا "میری زندگی میں اس چٹان
پر کوئی چڑھ نہیں سکتا۔"

عیسائی بھی ریاض کے پیچھے چٹان کے قریب پہنچے۔ ریاض مردانہ
وار چٹان پر کھڑا ہو گیا۔ جو عیسائی چٹان کے قریب پہنچتا اور چٹان پر چڑھنا
چاہتا ریاض اس کا سر اڑا دیتا۔ ایک دفعہ کئی عیسائیوں نے یورش کی۔ وہ تین
عیسائی چٹان کے اوپر بھی پہنچ گئے مگر ریاض نے نہایت پھرتی سے سب کو تہ
تیغ کر کے نیچے گرا دیا۔ اس وقت قیطارس اور مہ جبیں میرونہ چٹان کے
پاس آ کر کھڑے ہوئے تھے۔ میرونہ تعجب اور محبت بھری نظروں سے ریاض

قیطارس بڑھا۔ اور اس نے ریاض سے کہا۔ تمہاری دلیری نے میری بہن کے دل پر بہت کچھ اثر کیا ہے۔ میں تم سے ہتھیار ڈالنے کو نہیں کہتا بلکہ جنگ بند کرنے کی استدعا ہے۔ تم تلوار میان میں ڈال لو چٹان سے نیچے اتر آؤ۔ دوستوں کی طرح ملو۔ یقین کرو کہ تمہارے ساتھ دغا نہ کی جائے گی۔

ریاض نے کہا" کیسے یقین آئے کہ آپ دغا نہ کریں گے؟"

ریاض نے حوروش لبنیٰ کی طرف دیکھا لبنیٰ نے کہا" یہ بادشاہ ہے یا بادشاہ کا بھائی معلوم ہوتا ہے بڑا آدمی ہے۔ اس کی بات پر اعتبار کرو۔"

قیطارس نے پھر کہا۔ اطمینان رکھیے میں آپ کو گرفتار نہ کروں گا اور نہ اس حوروش لبنیٰ کو گرفتار کیا جائے گا۔ البتہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ ایک دشمن کی طرح نہیں بلکہ ایک دوست کی طرح!"

لبنیٰ نے کہا" کچھ ہرج نہیں ہے۔" ریاض نے تلوار میان میں ڈال لی۔ قیطارس نے فوراً دو گھوڑے لانے کا حکم دیا۔ دو گھوڑے لائے گئے۔ ایک پر ریاض سوار ہوا اور دوسرے پر لبنیٰ بیٹھی۔ عیسائیوں نے فتح وظفر کا نعرہ لگایا۔ قیطارس نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی چند مسلمان قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔

○○○

آٹھواں باب

رہائی

سالم عیسائیوں کے نرغہ سے نکل آیا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سرپٹ گھوڑا چھوڑ رکھا تھا۔ پتھروں اور چٹانوں کو پھاندتا جا رہا تھا۔ پورے ایک گھنٹے کی دوڑ دھوپ کے بعد وہ لشکر میں پہنچا اس نے دور ہی سے چلا کر کہا۔

ترجمہ: اے دین کے مددگارو چلو!

یہ وقت تھا کہ جب کہ خالدؓ کے حکم کے مطابق تیسرا دستہ زیاد بن سفیان کی ماتحتی میں روانہ ہو رہا تھا۔ دو دستے ان سے پہلے جا چکے تھے۔ پہلا دستہ فضل بن عباس اور دوسرا مقداد بن اسود الکندری کی سرکردگی میں تین گھنٹے کے وقفہ سے روانہ ہو چکے تھے۔

مسلمانوں نے سالم کی آواز سنی اور بہت سے آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ ضرارؓ اور ان کے ہمراہیوں کا کیا حال ہوا؟

سالم گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے حضرت خالدؓ کے خیمے کی طرف

چلتے ہوئے کہا ''ضرار گرفتار ہو گئے۔ مسلمان نرغہ میں ہیں ان کی مدد کی اشد ضرورت ہے۔''

مسلمانوں کو رنج ہوا ان کے چہرے اتر گئے۔ سالم، خالدؓ کے خیمے پر پہنچا۔ حضرت خالدؓ خیمہ کے اندر موجود تھے۔ اس وقت ان کے پاس عمرو بن العاص افسر مال مسیب الخفیہ الفراری۔ رافع بن عمر الطائی اور چند دیگر سربرآوردہ عرب بیٹھے تھے۔ سالم نے خیمہ میں داخل ہو کر خالدؓ کو سلام کیا۔

حضرت خالدؓ نے اسے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ کر دریافت کیا۔

سالم، سالم، سالم! تم کہاں؟ ضرار اور ان کے ہمراہی کہاں ہیں؟

سالم نے کہا ''ضرار گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کو عیسائیوں نے گھیر لیا ہے۔ جلد از جلد ان کی مدد کیجئے۔

حضرت خالدؓ کا چہرہ اتر گیا۔ انہوں نے کہا ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (ہمیں کچھ توانائی اور قوت حاصل نہیں ہے۔ مگر تائید خدا کے جو برتر اور عظیم ہے) سالم! عیسائی کس قدر تھے؟''

سالم: تین ہزار یا اس سے زیادہ۔

حضرت خالدؓ نے غمزدہ لہجہ میں کہا ''آہ...... ضرارؓ اور ان کے ہمراہی گرفتار ہو گئے میں قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم پانچ سو مسلح مسلمانوں کو تیار ہونے کا حکم دو۔ میں خود مسلمانوں کو رہائی دلانے کے لئے جاؤں گا۔''

مسیب نے کہا: ''آپ نہ جائیں یہ کام میرے سپرد کر دیجئے۔''

رافع: بے شک آپ کا جانا مناسب نہیں ہے۔ مجھے اور مسیب دونوں

کو اجازت دیجئے۔

عمرو: یہی مناسب ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیں۔ مسیبؓ اور رافعؓ اس مہم کے لئے کافی ہیں۔ چونکہ دشمنوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے اس لئے ان کو اجازت دیجئے۔ کہ یہ ایک ہزار چیدہ مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔

خالدؓ: اچھا تم دونوں ایک ہزار مسلمانوں کو منتخب کر لو۔ اور ایک رہبر ساتھ لے لو۔ وہ لوگ دہشوار کی جانب جائیں گے۔ تم رہبر سے کہنا کہ وہ تم کو کسی اور راستہ سے لے جائے۔ جوان سے پہلے تمہیں دہشوار کے قریب پہنچادے۔ فضلؓ، مقدادؓ اور زیادؓ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ اگر مزید کمک کی ضرورت پیش آئے تو ان کو بلا لینا جلدی جاؤ۔ اور ایک لمحہ توقف نہ کرو۔

فوراً مسیبؓ اور رافعؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر آئے انہوں نے جلد جلد ایک ہزار مسلمانوں کو منتخب کر لیا۔ اور انہیں مسلح ہونے کی ہدایت کی۔ سب لوگ اپنے اپنے خیموں پر مسلح ہونے کے لئے چلے گئے۔ مسیبؓ اور رافع بھی روانہ ہوئے۔ وہ بہت جلد مسلح ہو کر حضرت خالدؓ کے خیمہ پر آ پہنچے۔ مسیب اور رافع بھی آ گئے۔

خالدؓ اور عمروؓ خیمے سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دینے ہی والے تھے کہ ایک سوار نیزہ تانے ڈھال پشت پر لٹکائے تلوار نالہ میں ڈالے۔ سر سے پاؤں تک چادر میں مستور آیا۔ اس نے خالدؓ کو سلام کر کے کہا۔ یا امیر، میں خولہ ضرارؓ کی ہمشیرہ ہوں۔ میرے بھائی کو عیسائیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ میں ان کے لئے مضطرب اور بیقرار ہوں مجھے اسی لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔

خالدؓ تمام سردار اور سارے مسلمان خولہؓ کو اچھی طرح سے جانتے
تھے۔ وہ خوب صورت متین اور بہادر تھی فتح یرموک اور فتح انطاکیہ کے وقت
وہ نہایت سرفروشی سے عیسائیوں کے ساتھ لڑی تھی۔

خالدؓ نے کہا، تم کو اجازت ہے (مسیب اور رافع سے خطاب کرتے
ہوئے) تم اور سارے مسلمان اس لڑکی کی دلیری، شجاعت اور جوش سے
اچھی طرح واقف ہو۔ اسے اپنے ہمراہ لے آؤ۔

دونوں نے خولہ کی شمولیت پر اظہار مسرت کیا۔ اب خالدؓ نے ان کی
نصرت و کامرانی کے لئے دعاء مانگی۔ اور ایک ہوشیار رہبر اُن کے ہمراہ
روانہ کر دیا۔ رہبر آگے آگے روانہ ہوا۔

لشکر کے نکلتے ہی اس مختصر دستۂ فوج نے تیزی سے چلنا شروع کیا۔
رہبر کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ کسی قریب کے راستے سے اس فوجی دستہ کو
لیجا کر ایسی جگہ پہنچا دے۔ جہاں عیسائیوں سے ان کا مقابلہ ہو جائے۔

رہبر ایک تنگ راستے پر روانہ ہوا۔ اس راستے کے دونوں سروں پر سر
بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ راستہ اس قدر تنگ تھا کہ صرف دو سوار برابر ایک
وقت میں چل سکتے ہیں۔

یہ لوگ گھوڑے دوڑائے نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ اور پورا
ایک گھنٹہ چلنے کے بعد وہ ایک کشادہ راستے پر پہنچے۔ دو تین میل چل کر
راستہ پھر تنگ آ گیا۔

چونکہ یہ راستہ پہاڑی کے اندر تھا۔ اس لئے ناہموار تھا۔ راستے میں
بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ مگر یہ لوگ نہ سنگریزوں کا خیال کرتے

تھے۔ نہ پتھروں کا سب کو پھاندتے ہوئے نہایت تیزی سے چلے جا رہے
تھے۔ ایک گھنٹہ اور چل کر وہ ایک کشادہ گھاٹی میں پہنچے رہبر نے اس گھاٹی
کو اچھی طرح دیکھ کر کہا:

"عیسائیوں کے آنے کا یہی راستہ ہے۔ لیکن اس جگہ کے نشانات
بتا رہے ہیں کہ ابھی تک کوئی لشکر اس طرف سے نہیں گزرا۔ اس طرف
چھپ جاؤ جب عیسائی اس طرف سے گزریں تو کمین گاہ سے نکل کر ایک
دم ان پر حملہ کر دو۔ یقین ہے کہ فتح تمہاری ہو گی"۔

مسلمانوں کو اس کی بات پسند آئی۔ وہ سب اونچی چٹانوں کے پیچھے
چھپ گئے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند سوار
آتے ہوئے نظر آئے۔ یہ زیادہ سے زیادہ بیس پچیس آدمی تھے۔

وہ نہایت بے فکری سے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ یہ قیطارس، میرونہ
ریاض اور لبنیٰ وغیرہ نیز سربرآوردہ عیسائی تھے۔ ریاض، لبنیٰ درمیان میں
تھے۔ مسلمانوں نے انہیں دیکھا۔

جب وہ سامنے آ گئے۔ تو سب نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ تو رہبر نے اسے
روک کر کہا۔ ابھی توقف کیجئے۔ چند آدمی غالباً مسلمان اسیروں کی خوشخبری
لئے جا رہے ہیں۔ لشکر دور معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم نے ان پر حملہ کر دیا تو اندیشہ
ہے کہ کوئی ان میں سے بھاگ کر تمہاری موجودگی کی اطلاع لشکر کو نہ کر دے
اور وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کر لیں۔ مسیبؓ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔
وہ دیکھ لیتے کہ ان میں ریاض و لبنیٰ بھی ہیں۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا۔

قیطارس اور اس کے ہمراہی بڑھے چلے گئے۔ جب وہ تقریباً دو میل

نکل گئے تو بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ رہبر نے کہا:
ہوشیار ہو جاؤ۔ اب لشکر آ رہا ہے۔ سب ہوشیار ہو گئے آواز دم بدم قریب آتی جا رہی تھی معلوم ہوتا جا رہا تھا کہ ہزاروں گھوڑے آ رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ عیسائی سوار نظر آنے لگے۔ یہ وہی لشکر تھا جو ضرار اور ان کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے لئے جا رہا تھا۔

تمام عیسائی نہایت خوش و خرم تھے۔ گھوڑوں پر اکڑے اور تنے ہوئے بیٹھے آ رہے تھے۔ انہوں نے اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کیا، جہاں پر مسلمان چھپے بیٹھے تھے۔ مسلمانوں نے اس وقت ایک نہایت دردناک اور دردآمیز آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا:

اے مخاطب! تو میری بہن اور قوم کو خبر دے
کہ میں اسیر ہوں، گرفتار ہوں اور دست بستہ قیدی ہوں۔
میرے گرد بے دین رومی ہیں اور وہ سب کافر ہیں اور
میں ان کے ساتھ ہوں نہ غور کر سکتا ہوں نہ مدد پا سکتا ہوں۔

یہ ضرار کی آواز تھی وہ دردناک آواز سے اشعار پڑھ کر اپنی بے کسی اور حالت زار بیان کر رہے تھے۔ خولہ ان کی آواز سن کر تڑپ گئی۔ اس نے کہا۔ بھائی جان! غم نہ کرو، نیلی چھت والے نے آپ کے لئے مدد بھیج دی ہے۔

عیسائی اس آواز کو سن کر چونک پڑے۔ وہ حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ابھی وہ حیران ہی ہو رہے تھے کہ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اور کمین گاہ سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے خولہ نے حملہ کیا۔

اپنے بھائی کی طرح وہ بھی نیزہ بازی میں کمال مہارت رکھتی تھی۔ اس کا تمام جسم بھی لپٹا ہوا تھا۔ صرف ہاتھ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ آزمودہ کار سپاہی پختہ کار شہ سوار کی طرح نیزہ بازی کرنے لگی۔

خولہ نوجوان تھی، نازک اندام تھی، لیکن اسلامی جوش شہادت کی خواہش اور بھائی سے محبت نے اس کے رگ و پے میں جوش و قوت کی لہر دوڑا دی تھی۔ وہ کمال چستی اور بے خوفی سے اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی۔

اس کا نیزہ موت کا پیامبر بن گیا تھا۔ جس عیسائی پر نیزہ پڑتا زرہ توڑ کر سینہ چھید ڈالتا۔ اس نے دم کے دم میں ایک دو نہیں دس سواروں کو مار ڈالا۔

یہ معمولی بات نہ تھی۔ بڑی جرأت کے کا کام تھا۔ ایک عورت اور وہ بھی ناتجربہ کار کمسن نازنین اس ہوشیاری اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی، کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ دشمن اس کے سامنے سے کترانے لگے تھے تمام مسلمانوں نے پوری قوت، پورے جوش سے کوہ شکن حملہ کیا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ کھینچ کر بلند کیں۔ انسانوں پر توڑیں اور سر تن میں ڈوبیں اور خون کی بارش کرنے لگیں۔ عیسائی حیرت زدہ ہوئے ٹھٹکے سہمے۔ رُکے اور سنبھلے انہوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ جنگ شروع ہوئی۔ متخاصمین ٹکرا گئے آلات حربیہ کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار اور لڑنے والوں کے شور و غل سے تمام گھاٹی گونج اٹھی۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہو گئی۔

اگرچہ گزشتہ جنگ میں آٹھ سو کے قریب عیسائی مارے گئے تھے۔ لیکن اب بھی ڈھائی ہزار کے قریب باقی تھے۔ برابر کا اب بھی مقابلہ نہ تھا۔

کچھ نہ کچھ تاب ضرور تھا۔ سارے مسلمان دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی خارشگاف تلواریں ڈھالوں کو پھاڑ رہی تھیں۔ نیزے زرہ بکتروں کو توڑ رہے تھے۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسلامی علم تھے۔ بائیں ہاتھوں میں علم لئے ہوئے تھے۔ اور دائیں ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے بڑے جوش اور جرأت سے لڑ رہے تھے۔

مسیبؓ نے دور سے ایک عیسائی سردار کو دیکھا اس کے سامنے ایک جھنڈا اٹھائے تھا۔ وہ سرخ ریشم کے کپڑے پہنے تھا۔ عیسائیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ مسیبؓ اس کی طرف بڑھے۔ وہ دور تھا اور درمیان میں سینکڑوں سرفروش شمشیر بکف عیسائی تھے۔

مسیبؓ ان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے بے پناہ تلوار نے عیسائیوں کو کاٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے ان کے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ سد سکندری بن کر ڈٹ گئے۔ مگر وہ رکنے یا پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے۔

مسلمانوں کا کام بڑھ کر پیچھے ہٹنا نہیں تھا۔ پھر مسیبؓ جیسا آزمودہ کار پرجوش اور دلیر سپاہی کیسے رک سکتا تھا۔ وہ برابر بڑھتے رہے۔ ان کی تلوار اپنے سامنے آنے والوں کو کاٹ کر ڈالتی رہی۔

جب بہت سے سپاہی نذر اجل ہو گئے تو وہ ڈر کر، سہم کر دب گئے۔ مسیبؓ کو راستہ دے دیا۔ وہ بڑھ کر سردار کے پاس جا پہنچے۔ انہوں نے للکار کر کہا: ''سنبھل جاؤ موت قریب آ گئی ہے۔ یہ سردار نہایت گرانڈیل تھا۔ زرہ بکتر پہنے تھا۔ اس پر سرخ ریشم کے کپڑے تھے۔ سرخ رنگ کا برج

معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جلدی سے تلوار کھینچ لی۔ گھوڑے کو بڑھا کر مسیبؓ کے سامنے آیا۔ عیسائیوں نے پیچھے ہٹ ہٹ کر اس قدر جگہ چھوڑ دی، جس سے کہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کو اچھی طرح دوڑا سکیں۔

سردار نے مسیبؓ پر حملہ کیا۔ تلوار کا پورا ہاتھ مارا۔ عیسائی خوش ہو رہے تھے کہ مسیبؓ کا خاتمہ ہوا۔ واقعہ بھی یہی تھا عیسائی کی آہن شکن تلوار نہایت زوردار اور پوری قوت سے مسیبؓ کا خاتمہ کرنے کے لئے چلی۔ مگر مسیبؓ نے تحیر خیز سرعت سے اس کی تلوار پر اپنی تلوار ماری۔

دونوں تلواریں ٹکرائیں چنگاریاں اٹھیں۔ لوگوں نے تعجب سے دیکھا۔ سردار نے گھوڑا پیچھے ہٹایا۔ پھر حملہ کیا۔ مسیب نے پھر روکا۔ اب ان کے حملے کی باری آئی۔ انہوں نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ سردار نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار نے ڈھال پھاڑ دی عیسائی نے جوش اور غصہ سے بھر کر اپنی پوری قوت سے تلوار ماری۔ مسیب نے اسے بھی خالی دیا اور خود بھی جوش میں آ کر آگے بڑھے۔

اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ تلوار گردن پر پڑی۔ چاندی کی زنجیریں کاٹ کر آدھے گلے سے زیادہ اتر گئی۔ عیسائی کا جسم لرزا اس نے تلوار اٹھائی مگر ہاتھ ہوا میں رہ گیا۔

وہ ایک دم گھوڑے سے نیچے گرا۔ مسیبؓ نے خوش ہو کر پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس کلمہ کی تکرار کی اور تمام گھاٹی گونج اٹھی۔ عیسائی جوش میں آ کر مسیب اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی پل پڑے اور خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ خون کے چشمے ابل پڑے نام و نمود یا مذہب پر مر مٹنے والے کشتہ ہو ہو کر گرنے لگے۔

دار و گیر کی صدا نے اس گھاٹی کو ہیبتناک بنا دیا۔ جب جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی، خولہ بدستور نیزہ بازی میں مصروف تھی۔ اس نے بہت سے عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ نہایت صبر و استقلال اور جوش و قوت سے نیزہ مار مار کر عیسائی بہادروں کے دل و جگر چھید رہی تھی۔ عیسائیوں کے ایک گروہ نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔

انہیں نرغہ میں لے لیا۔ بہت سی تلواریں ایک ساتھ بلند ہو کر ان پر ٹوٹیں وہ نہ گھبرائیں، نہ ڈریں، نہ فکر مند ہوئیں بلکہ بڑے استقلال و ہمت اور دلیری سے تلواروں کو ڈھال پر روکتیں اور نیزہ سے حملہ کرنے لگتیں۔

رافع نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے عیسائیوں کو ریل کر گھوڑا بڑھایا اور تلوار کی باڑھ پر عیسائیوں کو رکھ لیا۔ عیسائیوں نے ان کو روکنا چاہا۔ لیکن وہ نڈر کے مارتے کاٹتے خولہ کے پاس پہنچے۔ اس جگہ جاتے ہی انہوں نے عدیم النظیر دلیری کے ساتھ حملہ کیا۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔ جو بڑھے ہوئے تھے اور خولہ کے اوپر جھکے ہوئے تھے۔ وہ ڈر کر، سہم کر اور گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اب خولہ اور رافع نے نہایت زور سے حملہ کیا۔

پانچ سات عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا عیسائی اور پیچھے ہٹے رافع نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اور ساتھ ہی ان میں جوش و غضب کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے سمٹ کر یکجا

ہو کر گھوڑوں کی باگیں ملا کر نہایت سخت حملہ کیا۔

عیسائیوں نے اس حملہ کو روکنا چاہا۔ مگر غازیان اسلام کے حملہ کو نہ روک سکے۔ ان کے سینکڑوں سپاہی قتل کیے گئے۔ وہ موت کی یہ گرم بازاری دیکھ کر کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے وہ اس طرف بھاگے۔ جس طرف قیطاروس و میرونہ، ریاض ولبنی اور چند دیگر عیسائی تھے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پسماندگان عیسائیوں کو مارتے کاٹتے اور گرفتار کرتے ان کے پیچھے لگے چلے گئے تھوڑی ہی دور جا کر سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور ایک کھلا ہوا میدان سامنے آ گیا۔ یہاں آ کر مسلمانوں نے عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ کچھ مسلمانوں نے ضرار اور ان کے ہمراہیوں کی بندشیں کاٹیں اور انہیں آزاد کیا۔

یہ لوگ بھی تلواریں لے کر بھاگتے ہوئے عیسائیوں پر جا پڑے وہ جوش میں تھے۔ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ نہایت دلیری سے بھگوڑے عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کرنے لگے تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ ہزار بارہ سو مردے چھوڑ کر عیسائی بھاگ گئے۔ مسلمان واپس لوٹے۔ وہ ایک جگہ جمع ہونے لگے۔ ابھی وہ جمع بھی نہ ہوئے تھے کہ جنوب کی جانب سے عیسائیوں کے گروہ ایسے خوفزدہ بھاگے ہوئے آئے جیسے ان کے پیچھے کوئی زبردست دشمن انہیں رگیدے آ رہا ہو۔

ان عیسائیوں کو دیکھتے ہی مسلمان ان کی طرف دوڑے انہوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ عیسائی ان کے قریب آ کر ٹھٹکے سہمے، گھبرائے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ پھر جنگ ہونے لگی۔ چوں کہ یہ میدان کھلا تھا۔ اس
لئے مسلمان پھیل گئے۔ عیسائی بھی پھیل گئے۔ میدان عریض اور طویل ہو گیا۔
عیسائیوں کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے بھاگ بھاگ کر آرہے
تھے۔ یہاں آکر رکتے صف بستہ ہوتے اور لڑائی میں مصروف ہو جاتے۔ وہ
مسلمانوں کی صفیں توڑ کر مغرب کی طرف بھاگنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ ایسے
نہیں تھے کہ انہیں آسانی سے راستہ دے دیتے وہ روک رہے تھے۔ جنگ
نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔

مسلمانوں کو تعجب تھا کہ عیسائی کہاں سے بھاگ بھاگ کر آرہے
ہیں۔ وہ ان کو پریشان اور سہمے دیکھ کر یہ ضرور سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی سے
ڈرے ہوئے یا سہمے ہوئے شکست کھائے ہوئے آرہے ہیں۔ لیکن یہ نہ
سمجھ میں آتا تھا کہ کہاں کس کے سامنے سے بھاگ کر آرہے ہیں۔

یہ عقدہ ان کے لئے لَایَنحَل (یعنی ناقابلِ حل) تھا۔ یہ عقدہ حل بھی
نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ انہوں نے حل کرنے کوشش کی البتہ دلیرانہ خونریز جنگ
شروع کر دی۔ ایک مرتبہ پھر اس میدان میں تلواریں چمکنے لگیں اور خون کی
ندیاں بہنے لگیں۔

OOO

نواں باب

پہلی فتح

فضل عباس ایک ہزار مجاہدین اسلام کے ساتھ آہستہ آہستہ قلعہ دشوار
کی جانب بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کئی جاسوس عیسائی لشکر کے کوائف
معلوم کرنے کے لئے روانہ کر دیئے تھے۔ وہ پہاڑی کے دامن میں چٹانوں
کے کنارے کنارے بڑھ رہے تھے۔ تمام راستہ، ساری وادی، سب چٹانیں
سرسبز و شاداب تھیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چشمے جاری تھے۔ غازیوں،
مجاہدوں اور اسلامی شیروں کا یہ مختصر لشکر چھ سات میل تک بڑھتا چلا گیا۔

راستے میں یہ عیسائی ملے نہ اُن کے بھیجے ہوئے جاسوس ملے نہ کوئی اور
واقعہ پیش آیا اب انہوں نے اپنا رخ عیسائیوں کی جانب کر دیا۔ پہاڑی اپنی
پشت پر چھوڑی۔ ایک وسیع میدان طے کرنے کے بعد وہ ایک قریہ میں پہنچے۔
چند مسلمان گاؤں کے اندر گئے۔ سارا گاؤں خالی پڑا ہوا تھا۔ ایک متنفس
بھی موجود نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عیسائی مسلمانوں کی آنے کی خبر سن کر
بھاگ گئے ہیں گاؤں سے نکل کر یہ لوگ آگے بڑھے۔ اب یہ دم بدم

پہاڑی سے دور ہوتے جاتے تھے۔

اس گاؤں سے دو میل چل کر وہ ایسے خیمے میں داخل ہوئے جس میں تناور اور سایہ دار درخت کھڑے تھے، تمام زمین پر سبز مخمل کا فرش ہو رہا تھا۔ فضل یہاں پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے مجاہدین کو تھوڑی دیر آرام کرنے کی اجازت دے دی۔ مجاہدین اسلام گھوڑوں سے اتر پڑے۔

گھوڑوں کی لگامیں اتار اتار کر انہیں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور سبزہ زار پر پڑ کر آرام کرنے لگے۔ اس وقت آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ نرم گرم دن تھے۔ ہوا کے یہ جھونکے نہایت فرحت بخش معلوم ہو رہے تھے۔ ابھی غازیان اسلام کو اس میدان میں آ کر آرام کئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک عیسائی سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے آتا ہوا نظر آیا۔ چند مسلمان اٹھ کر اس کی طرف چلے۔

عیسائی ان کے قریب قریب آ کر رکا۔ یہ عیسائی بہت زیادہ خوف زدہ اور ہراساں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے سے فکر اور پریشانی کی علامت ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا جلد گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس لوٹو۔

ایک مسلمان نے دریافت کیا۔ ''کیا خطرہ ہے؟''

وہی عیسائی: زبردست خطرہ ہے۔ عیسائیوں کا بے شمار لشکر اس طرف آ رہا ہے۔

اس عرصہ میں فضل بن عباس بھی آ گئے۔ انہوں نے بھی اس عیسائی کی باتیں سن لی تھیں یہ عیسائی مسلمانوں کا جاسوس تھا۔ فضل نے دریافت کیا کس قدر لشکر ہے؟

جاسوس: دس ہزار یا اس سے زیادہ!

فضل: یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟

جاسوس: بہت قریب ہے۔ شاید ایک میل کا فاصلہ بھی نہ ہو۔

جاسوس: اس عیسائی لشکر کا سربراہ بیالکبرئی کا بادشاہ ادریس ہے جو بہادر بھی ہے اور پرلے درجے کا مکار بھی وہ پہاڑی کی جانب جا رہا تھا کہ دفعتاً پلٹ کر ادھر آ نکلا۔

فضل: کچھ خوف نہیں خدا حامی و ناصر ہے۔

فوراً فضل اور مسلمان واپس ہوئے۔ فضل نے تمام مسلمانوں کو مسلح ہو کر سوار ہونے کا حکم دیا۔ سب مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے ہتھیار لگا کر گھوڑوں کو تلاش کرنا اور سوار ہونا شروع کیا۔ سارے میدان میں ہل چل مچ گئی۔

ہر طرف مسلمان بکھر گئے وہ بہت جلد سوار ہو گئے۔ فضل بھی سوار ہوئے ابھی لوگوں نے نقل و حرکت شروع بھی نہ کی تھی کہ عیسائی لشکر کی آمد شروع ہو گئی۔ ٹڈی دل عیسائی سیلاب کی طرح آنے لگے۔

تمام عیسائی زرہ بکتر پہنے ہتھیار لگائے نہایت شان سے آ رہے تھے۔ فضل نے اس لشکر کو دیکھتے ہی مسلمانوں کو صف بستہ کرنا شروع کیا۔ عیسائی بھی صف بستہ ہونے لگے۔ سارا جنگل عیسائیوں سے بھر گیا۔

اونچے اونچے صلیبی علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ ہر علم کے نیچے ایک ہزار سوار تھے اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک علم کے تحت ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ تمام عیسائی نہایت گرانڈیل توانا اور عظیم الجثہ تھے۔ یہ سب

بیا الکبرئی کے سپاہی تھے۔ نہایت جوش اور بڑی تعلّی سے مسلمانوں کو فنا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا بادشاہ ادریس بھی تھا۔

ادریس بڑا بہادر تھا۔ تجربہ کار اور تنومند تھا۔ وہ زرہ بکتر کے اوپر ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ شانوں پر سونے کی زنجیریں پڑی تھیں۔ سونے کا منقش کالر گلے میں تھا۔ منقش سونے کے بوتام کوٹ پر لگے ہوئے تھے۔ سر پر سونے کا مرصع تاج تھا۔ دھوپ میں اس کے کپڑے اور سونے کے زیورات چمک رہے تھے۔ سینہ پر سرخ رنگ کی صلیب تھی۔

وہ قلب لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے تمام لشکر کو سرسری نظروں سے دیکھا اسے حد نگاہ تک عیسائی جانباز زرہ بکتر پہنے کیل کانٹے سے لیس کھڑے نظر آئے پھر اس نے مسلمانوں کو دیکھا۔ وہ کل ایک ہزار تھے۔ اسے بہت ہی حقیر معلوم ہوئے اس نے فخر اور غرور کے لہجے میں کہا۔ ان مسلمانوں کو مار ڈالنا بھی کوئی بڑی بات ہے۔

ایک سردار پاس ہی کھڑا تھا اس نے کہا'' آپ مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھیں یہ دیکھنے میں کمزور اور ضعیف معلوم ہوتے ہیں مگر ان سے واسطہ پڑے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ لوہے کے ہوں۔ ہڈی لوہے کی، گوشت لوہے کا، کھال لوہے کی، تیر تلوار، نیزہ، بلم وغیرہ کوئی ہتھیار بھی ان کے جسم پر اثر نہیں کرتا۔

ادریس نے تیور بدلتے ہوئے کہا'' کیا واہیات بکنے لگے ہو۔ جس طرح ہم انسان ہیں۔ اسی طرح وہ بھی محیر العقول کوئی بات نہیں ہے ان میں۔

عیسائی سردار: آپ دیکھتے ہیں وہ کس قدر کم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ہوں گے۔ ہم دس ہزار ہیں۔ انہیں کچھ خدشہ نہیں ہے۔

ادریس: کر ہی کیا سکتے ہیں۔ گھر گئے ہیں مجبور ہیں مرنے کے لئے کھڑے ہیں۔

عیسائی: مگر یہ آسانی سے مرنے والوں میں نہیں۔

ادریس: تم ابھی دیکھو گے کہ کس قدر جلد مرتے ہیں۔

یہ کہتے ہی ادریس نے لشکر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ عیسائی لشکر سیلاب کی طرح بڑھا۔ مسلمان بھی بڑھے۔ دونوں لشکر مل گئے۔ فوراً تلواریں میان سے کھینچ لی گئیں۔ برق وش تلواریں بلند ہوئیں۔ آفتاب عالم تاب کی شعاعیں صاف اور شفاف تلواروں پر پڑیں آنکھوں میں خیرگی پیدا کرنے والی چمک پیدا ہوئی۔ سرفروشوں کی آنکھیں جھکیں۔ ہاتھ اٹھے، تلواریں انسانوں کے سروں پر پڑیں۔

خودوں پر پڑ کر اچٹیں، جھنکار پیدا ہوئی پھر اٹھیں، پھر چمکیں، جو ابھریں تو خون میں نہائے ہوئے تھیں جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز نہایت سخت، نہایت زور کے ساتھ جانباز سپاہیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی ہستیوں کو بھول کر دنیاوی علائق سے آزاد ہو کر جھپٹ پڑے جو تھا اپنی تلوار چلا رہا تھا۔ اور دوسرے کی تلوار ڈھال پر روک رہا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد قوی نعرے لگائے جاتے تھے۔ زخمیوں کی چیخ وپکار، آلات حرب کی جھنکار، قوی نعروں کی آواز نے اس قدر مل کر شور غل پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ تمام جنگل ان آوازوں سے گونجنے لگا تھا۔ عیسائی بہت زیادہ تھے۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ پہلے ہی حملے میں ان قلیل القدر اور کمزور مسلمانوں کو پسپا کر دیں گے۔

یا مار ڈالیں گے، اسیر کر لیں گے۔ لیکن مسلمان موم کے بنے ہوئے نہ تھے جو فوراً ہی پسپا ہو جاتے وہ صرف یہی نہیں کہ وہ مدافعت کر رہے تھے بلکہ بڑھ بڑھ کر نہایت چستی اور پھرتی سے حملے کر رہے تھے۔

ان کے کمزور سے کمزور اور ضعیف سے ضعیف سپاہی نے کئی کئی عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ مسلمانوں کی جی داری۔ استقلال اور جوش قابل ستائش تھا۔ وہ اس لحاظ کے بغیر کہ دشمن اس سے دس گنا ہے بڑی بے خوفی سے لڑ رہے تھے۔ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ مسلمان عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے۔

تلواریں نہایت تیزی سے چل رہی تھیں۔ خون کی چھینٹیں فوارے کی طرح اچھل اچھل کر دور دور جا کر گر رہی تھیں۔ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھ کر نہایت جوش و خروش سے بڑھتے، پوری قوت سے حملہ کرتے یا دوسروں کو مارتے یا خود مر جاتے۔ منظر نہایت ہیبتناک ہو گیا تھا۔

مسلمان بڑی جی داری سے حملے کر رہے تھے۔ ہر مسلمان جوش میں بھرا ہوا تھا۔ چہرہ تمتمایا ہوا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ نہایت پھرتی اور چستی سے حملے کر رہے تھے۔ ان کی خارشگاف تلواریں خودوں کو توڑ رہی تھیں، زرہیں کاٹ رہی تھیں۔ وہ جس عیسائی پر حملہ کرتے تھے تلوار خود کو توڑتی ہوئی سر کاٹ کر حلق تک جا پہنچتی تھی۔

انہوں نے کشتگان کے انبار لگا دیئے تھے۔ خون کا دریا بہا دیا تھا۔ وہ عیسائی جانباز جو بے خوف ہو کر مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے حملہ کرتے تھے۔ مسلمان ان کی اس احتیاط سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ وہ بڑی بے

جگری، بڑے جوش اور کمال استقلال و بے انتہا جی داری سے بڑھ بڑھ کر جھپٹ جھپٹ کر عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے۔

موت کی گرم بازی تھی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مسلمان جنگ میں کچھ ایسے مصروف تھے کہ وہ نعرہ لگانا بھول گئے تھے۔ ادریس ان کا جوش اور ان کا استقلال ان کی شجاعت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان شیر کی طرح بپھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ عیسائی بھیڑ بکریوں کی طرح ان کے رحم و کرم پر تھے۔ اسے افسوس بھی ہوا فکر بھی اور غصہ بھی آیا۔

اس نے للکار کر عیسائیوں کو جوش دلایا خود بڑھا اور اس کے ساتھ بڑھے تمام لشکر بڑھا۔ عیسائیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی وہ جوش میں آ کر بڑھے۔ انہوں نے پوری قوت اور پورے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ عیسائیوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ دس ہزار انسانوں کا سمندر سیلاب کی طرح بڑھا۔ مسلمان سینہ سپر ہو گئے، رکے، بڑھے، صبر و استقلال کے ساتھ، کمال جوش و دلیری اور قوت سے عیسائی لشکر کے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ عرصہ تک ڈٹے رہے اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ لیکن کب تک مدافعت کرتے کب تک روکتے، کب تک لڑتے پورے پانچ گھنٹے ایک ہی حال میں لڑتے ہوئے گزر گئے تھے۔

قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ وہ برابر لڑ رہے تھے۔ عیسائیوں نے، ان کے سرداروں نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھ لیا۔ ان کی طمع بڑھ گئی تھی۔ ڈر نکل گیا تھا۔ جوش اور قوت عود کر آئی تھی۔ ادریس نے ان کو

پھر للکارا۔ اس نے کہا دلیر و ابر جو میدان مار لیا ہے۔ مسلمان ست ہو گئے
ہیں۔ ان کا جوش سرد پڑ گیا ہے۔ دلیری کوچ کر گئی ہے۔ ان کی تلواریں کام
نہیں کرتی ہیں۔ انہیں مار ڈالو۔ گرفتار کرلو۔

فضل بن عباس بھی نہایت جوش دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ گھوڑا
دوڑا کر میمنہ اور میسرہ کی صفیں الٹ رہے تھے۔ ان کی پر جوش تلوار بجلی کی
طرح کوند رہی تھی۔ عیسائیوں کے سروتن کے فیصلے کر رہی تھی۔ اس سے
آگ کی چنگاریاں جھڑ رہی تھیں۔ لیکن اکیلا کیا کرتا۔ کس کس سے اور کب
تک لڑتا۔ اس کے بازو جواب دینے لگے۔ وہ بھی تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن
اسے اس طرح سے مرنا اور شہید ہونا منظور نہ تھا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! یہ کیسی کمزوری ہے۔ یہ کیسی بزدلی ہے۔ موت سے ڈرتے
ہو مرنے سے گھبراتے ہو۔ شہادت جیسی نعمت سے منہ موڑتے ہو۔ خدا کو
اور خدا کے رسول ﷺ کو قیامت کے روز کیا منہ دکھلاؤ گے؟

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں میں پھر جوش و قوت کی لہر دوڑا دی وہ پھر
سنبھلے وہ پھر جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے اور پھر خونریز جنگ ہونے لگی۔
انہوں نے عیسائیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ جانبازوں کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا
عیسائی سراسیمہ ہو گئے۔ کترانے لگے۔ مگر مسلمانوں کا جوش زیادہ دیر تک قائم
نہ رہ سکا۔ جس سرعت سے برقی لہر پیدا ہوئی تھی۔ اسی سرعت سے جاتی رہی۔
اب مسلمانوں کے منہدم ہونے میں کوئی بات باقی نہ رہی تھی۔ فضل اب بھی
کمال جوش اور دلیری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کی طاقت بھی دم بدم کم ہوتی
جا رہی تھی۔ وہ مسلمانوں کی بیکسی و بے بسی پر متاسف ہو رہا تھا۔ سب سے

زیادہ اسے یہ ملال تھا کہ اس کے علم کے پیچھے والے مسلمان جام شہادت پینے
والے تھے۔ اسے کمال رنج ہوا۔ اس نے خلوص دل سے مسلمانوں کی سلامتی
کے لئے دعاء مانگی۔ جب دعاء سے فارغ ہوا تو اس نے ''اللہ اکبر'' دل ہلا
دینے والے نعرہ کی آواز سنی۔ وہ متعجب ہوا اور تمام مسلمان حیران ہوئے۔

یہ نعرہ ان میں سے کسی نے نہ لگایا تھا۔ تمام مسلمان گھوڑوں پر ابھر ابھر کر
نعرہ لگانے والوں کو دیکھنے لگے۔ انہیں دور سے دو اسلامی علم لہراتے ہوئے
ان کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ مسلمان خوش ہو گئے۔ انہوں نے خوش
ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ عیسائی ان پیہم نعروں سے حیران و پریشان ہوئے۔

انہوں نے بھی اپنی پشت کی طرف دیکھا۔ انہیں ہزاروں مسلمان
گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے دل
ڈوب گئے۔ خوف طاری ہو گیا۔ اب تک صرف ایک ہزار مسلمانوں نے
ان کا مقابلہ کیا تھا۔ ان کے ہزاروں جاں باز سپاہی قتل کر ڈالے تھے۔ اب
دو ہزار اور آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر خوف و دہشت سے سیاہی دوڑ
ہو گئی۔ اور وہ کانپنے لگے۔ آنے والے مسلمان اسود الکندریؓ اور زیاد بن ابی
سفیانؓ کے ہمراہی تھے۔ ان کے ساتھ قعقاع بن عمرا لتیمیؓ اور سرجیل بن
حسنہؓ کاتب آنحضور ﷺ تھے۔ یہ دونوں سردار اگرچہ آگے پیچھے تھے۔ مگر
راستہ میں مل گئے تھے۔ اور اب دونوں ایک ساتھ آ رہے تھے۔ مقداد نے
اپنے علم کو جھکا دیا۔ پھر یرا ہوا میں لہرایا۔ اور اس نے بلند آواز سے کہا۔

میں مقداد ہوں جب حملہ آور ہوتا ہوں
تو میری تلوار ہمیشہ دشمنوں پر وار کرتی ہے

اس نے فوراً عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس کا لشکر بھی اس طرح ٹوٹ پڑا جس طرح بھیڑیا۔ بھیڑوں کے گلے پر جا پڑتا ہے۔ اس کے پیچھے زیاد بن ابی سفیان تھا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا۔

میں زیاد بن ابی سفیان ہوں
میرا وار عرب میں مشہور تھا

میرا چچازاد بھائی احمد ہے۔ عدنان کی نسل ہے۔ میرے پاس شمشیر براں ہے۔ اور اسی قسم کا نیزہ۔

میں ہر کافر کو تلوار اور نیزہ مارتا ہوں
اور ان سب کے قلبوں پر جو ناقص الایمان ہیں

یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی اور نہایت جوش وقوت سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا اس کے ساتھ ہی اس کے تمام لشکر نے بھی حملہ کیا۔
اس کے بعد قعقاع عمرانیمی بڑھا اس نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

میں ہمت والا شہسوار قعقاع ہوں
شیر قوی ہوں وہ زبردست شیر جس سے سب پست ہیں
میرے پاس وہ تلوار ہے جو دردوں کو دور کرتی ہے
سروں کو کاٹتی پہاڑوں کو پھوڑتی ہے پسلیوں کو توڑتی ہے

اس نے کمال دلیری سے حملہ کیا۔ ایسا حملہ کہ جس سے عیسائیوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اس کے بعد شرحبیل بن حسنہ آنحضورﷺ کے کاتب بڑھے۔ انہوں نے جوش میں بھر کر جوشیلے انداز سے کہا۔

اے اسلامی دلیرو! دشمنوں پر تلوار سے حملہ کرو۔ اور ان کو موت کے

حوض سے جام مرگ پلاؤ۔

انہوں نے کمال جوش غضب سے حملہ کیا۔ سارے مسلمانوں میں قوت کی نئی لہر دوڑ گئی۔

سب کے سب شمشیر بکف ہو کر جھپٹے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ عیسائیوں نے بھی پھیل کر ادھر ادھر دب کر مسلمانوں کو جگہ دی۔ تلواریں ہاتھ میں لے لیں۔ ڈھالیں سنبھالیں۔ اور پورے جوش سے لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان عیسائیوں پر اور عیسائی مسلمانوں پر حملہ کرنے لگے۔ ہاتھوں، پیروں، سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے۔ خون کا دریا بہہ گیا۔ ہر شخص لڑائی میں مشغول تھا۔ خون آلودہ تلواریں جلد جلد اٹھ رہی تھیں اور خون کے فوارے اچھال رہی تھیں اور دلیروں کو موت کی آغوش میں پہنچا رہی تھیں۔

موت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ فضل اور اس کے کمزور ساتھی بھی لڑ رہے تھے۔ عیسائی اب بھی مسلمانوں کو پسپا کرنے کی فکر میں تھے۔ اس وقت ہر عیسائی اور ہر مسلمان لڑائی میں مشغول تھا۔ بڑی خوں ریز جنگ ہو رہی تھی۔

ادریس بھی لڑ رہا تھا۔ وہ بہادر تھا، تنومند تھا، نہایت جوش سے لڑ رہا تھا۔ زیاد نے اسے لڑتے ہوئے دیکھا۔ اس نے مہمیز لگا کر گھوڑا بڑھایا۔ عیسائیوں نے دبک کر راستہ دے دیا۔ اس نے ادریس کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کرنے کے لئے بآواز بلند کہا" اے دشمن خدا ادھر دیکھ تیری قضا آ گئی ہے۔"
ادریس نے زیاد کی طرف دیکھا وہ پلٹا اس نے تلوار سے اس پر حملہ کیا

زیاد نے ڈھال پر روکا۔ ڈھال کا کچھ حصہ پھٹ گیا۔ زیاد کو جوش آیا۔ غصہ آیا اس نے جھپٹ کر حملہ کیا۔ پوری قوت سے تلوار ماری، تلوار سونے کی زنجیروں کو کاٹ کر بائیں شانے سے چل کر دائیں شانے تک پہنچی اور ادریس کشتہ ہو کر گرا۔ زیاد نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، تمام مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ عیسائیوں نے گھبرا کر دیکھا۔ وہ ادریس کو مُردہ سمجھ کر سہم گئے ڈر گئے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بھاگنے والوں کے پیچھے گھوڑے ڈال دیے۔ انہیں مارنے اور گرفتار کرنے لگے۔ عیسائی بری طرح پسپا ہوئے تھے۔ گھبرا کر، ڈر کر بھاگے تھے۔ پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے۔ وہ بھاگ رہے تھے۔ مسلمان ان کا پیچھا کیے مارتے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھاگتے بھاگتے بدقسمتی سے ضرار اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے پہنچ گئے۔

ضرار ان لوگوں کو جوان کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ شکست دے چکے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی بدقسمتی شاملِ حال ہے۔ انہیں سامنے سے بھی وہی قوم مل گئی۔ جس سے وہ بھاگ کر آ رہے تھے۔ یہاں آ کر وہ دوسری مصیبت میں گرفتار ہو گئے پیچھے سے مسلمان تعاقب کیے آ رہے تھے سامنے سے بھی مسلمان آ گئے۔ وہ کمال خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے راستہ حاصل کرنے کے لیے لڑنا شروع کیا۔

ضرارؓ، مسیبؓ بن نجیۃ القراری، رافعؓ بن عمیرۃ الطلائی اور ان کے جانباز ساتھی شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ نہایت زور شور سے جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں فضل زیاد، مقداد، قعقاع شرحبیل اور ان

کے ہمراہی بھی آ پہنچے۔

انہوں نے آتے ہی نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اگرچہ عیسائی اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھے ان کی دلیری ان کا جوش ان کی قوت کوچ کر گئی۔ وہ راستہ نکال کر بھاگنے کی فکر میں تھے۔ ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اور انہیں ہر مسلمان قضا کا فرشتہ نظر آنے لگا تھا۔

وہ کھیرے ککڑی کی طرح سے کٹ رہے تھے۔ گرفتار ہو رہے تھے۔ بڑی جدوجہد کے بعد انہیں راستہ ملا اور سرپٹ بھاگے۔ دس ہزار میں سے صرف چار ہزار اپنی اپنی جانیں بچا کر لے جا سکے۔ کچھ دور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر پھر واپس لوٹ آئے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ایک نے دوسرے کو مبارک باد دی۔ جنگ کے واقعات بتائے۔ اسیروں اور مالِ غنیمت کو لے کر اسلامی لشکر کی طرف چل پڑے اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ اور عیسائیوں کو شکست دی۔ مگر "عرب کا چاند" مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ حوروش لبنیٰ ان کے ہاتھ نہ آئی۔ ضرارؓ، سعدؓ اور تمام مسلمانوں نے افسوس کیا مگر بجز افسوس کے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ یوں تو سب مسلمان غمگین تھے۔ لیکن سب سے زیادہ سعد غمزدہ تھے۔ اسے لبنیٰ کا غم تھا۔

ریاض کو ملال تھا۔ ظفر مند مگر غمزدہ، مسلمان آہستہ آہستہ لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

OOO

دسواں باب

مشورہ

عرب کا چاند اور جانباز ریاض دونوں عیسائیوں کے پھندے میں پھنس گئے تھے۔ انہیں بروقت امداد پہنچ گئی تھی۔ جب قیطارس اور پری جمال میرونہ ان دونوں کو دمشوار کی جانب لئے جا رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت رافع اور مسیب پہنچ گئے تھے۔ وہ ان دونوں کو چھڑا سکتے تھے۔ لیکن جن مصائب کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ پیش آنے والے تھے تقدیر کے سامنے تدبیر کی کچھ نہ چل سکی۔ گویا مدد پہنچنے پر بھی کچھ نہ ہوا۔

قیطارس ان اسیر بلا کو ہمراہ لئے سفر کرتا رہا۔ وہ دمشوار آ گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دمشوار کا والی مغرور سرکش اور عیاش ہے۔ اس کی تو شاید پرواہ نہ ہوتی کہ والی دمشوار اس کا احترام نہ کرے گا۔ لیکن اس کی ہمشیرہ میرونہ عرب کا چاند لبنیٰ اس کے ہمراہ تھی۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ ان دونوں کو یا ان میں سے ایک کو اپنے پاس نہ روک لیں۔ اس لئے اس نے دمشوار چھوڑ دیا۔ اور پہاڑی کے نیچے ہی نیچے چلنا شروع کیا۔

اس کے جلوہ میں چند ہزار ہی سوار تھے۔ وہ نہایت تیزی میں بڑھا چلا جا رہا تھا۔ چوں کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے اس سے بھی رومی کیمپ دور تھا۔

ریاض کے داہنی طرف لبنیٰ تھی اور بائیں جانب خوبرو عیسائی دوشیزہ میرونہ، قیطارس لبنیٰ کے داہنی طرف باقی سواروں سے چند قدم پیچھے تھا۔

یہ سب آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ کبھی کبھی میرونہ ریاض کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اپنے بھائی کی موجودگی اور کچھ ریاض کے مردانہ حسن کے رعب سے جی بھر کر نہ دیکھ سکتی تھی۔

ریاض کی تمام تر توجہ حور وش لبنیٰ کی طرف تھی۔ قیطارس بھی آنکھیں چرا چرا کر پری پیکر لبنیٰ کو دیکھ لیتا تھا، البتہ ایک لبنیٰ تھی جو اپنے بڑھتے ہوئے حسن کی برتری سے ناواقف، شانِ استغنا کے ساتھ بغیر ادھر اُدھر دیکھے چلی جا رہی تھی۔

قیطارس کو یہ معلوم تھا کہ اس کے لشکر کا کیا حشر ہوا۔ وہ ابھی تک یہ سمجھے ہوئے تھا کہ وہ مسلمان جن کو اس نے اور اس کے لشکر نے گرفتار کیا ہے بندھے چکڑے اس لشکر کی حراست میں اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

وہ اس وقت بہت خوش معلوم ہوتا تھا ایک اس لئے کہ اسے مسلمانوں پر نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی۔ اگر چہ اس کے بہت سے سپاہی تہ تیغ ہو گئے تھے۔ مگر اس نے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ دوسرے اس لئے کہ اس نے عرب کا چاند۔ دنیائے جہاں کی حور ماہتاب حسن کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ وہ خیال کر رہا تھا کہ جب اس کے ہم قوم مسلمان اسیروں اور حور وش لبنیٰ کو دیکھیں گے تو اس کی دلیری اور بہادری کی تعریف کریں گے۔

عورتیں اس کی تعریف میں گیت گائیں گی۔ لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی آدھی اور آدھی ہی کیا بلکہ قریب قریب تمام مسرت خاک میں مل چکی ہے۔ جن مسلمان اسیروں پر وہ فخر کر رہا تھا وہ آزاد ہو چکے ہیں۔ نہ صرف آزاد بلکہ اپنے زیر کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چلے ہیں۔

خدا نے انسان کو علم غیب عطا نہ کر کے بنی آدم پر ایک زبردست احسان فرمایا ہے کیونکہ اگر انسان کو علم غیب عطا کر دیا جاتا تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی خوش نہ رہ سکتا تھا۔ موجودہ مسرت آئندہ خطرات کو معلوم کر کے خاک میں مل جایا کرتی۔ ہر شخص غمزدہ اور آزردہ خاطر نظر آتا کیوں کہ ایسی کم ہستیاں ہیں۔ جو غم وتکلیف سے دوچار نہیں ہوتیں۔

ورنہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ مسرت سے کم اور غم وتکلیف سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ اگرچہ دنیا کو آماجگاہ آلام یا غم خانہ کہا جاتا ہے۔ مگر واقعی مسرت سے انسان قدرے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے۔

علم غیب اس وقتی مسرت کو بھی غم سے تبدیل کر دیتا اور پھر بجز غم کے اور کچھ باقی نہ رہتا۔ قیطارس نہایت اطمینان اور بڑی مسرت سے سفر کر رہا تھا۔ دوران سفر میں میرونہ نے ریاض سے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ وہ کسی قدر عربی جانتی تھی۔

اس نے عربی میں دریافت کیا۔ عربی نوجوان تمہارا نام کیا ہے۔

ابھی تک ریاض نے اس سیم وتن کو نظر بھر کر نہ دیکھا تھا۔ اب جب کہ اس نے اپنی ترنم ریز آواز سے خطاب کیا تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

اس کو عیسائی حسینہ اور اس کی خوب صورتی کے ساتھ اعضاء کا تناسب

دیکھ کر تعجب ہوا۔ میرونہ خوب صورت تھی۔ اس کا بدن چاندی کی طرح سفید تھا جس میں خون کی جھلک نے شہابی رنگ پیدا کر دیا تھا۔

چہرہ گول تھا اور رخسار سیب کی طرح سرخ وسفید تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور کٹیلی تھیں۔ پیشانی کشادہ اور پرنور تھی۔ جس پر گھونگھریالی زلفیں خم کھائے ہوئے افعی کی طرح ہوا میں پڑی لہرا رہی تھیں۔

وہ بہترین حسینہ تھی۔ اس کا بڑھا ہوا حُسن بھی نہ صرف جاذب نظر بلکہ مسحور کرنے والا تھا۔ ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر متعجب ہوا اس نے میرونہ کو کوئی جواب نہ دیا۔

میرونہ ریاض کو استعجاب بھری نظروں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر کمال مسرور ہوئی۔ خوشی کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں بجلی جیسی چمک پیدا ہو گئی پھول جیسے رخساروں پر اور بھی شہابی رنگ جھلک آیا۔

اس نے پھر دریافت کیا "اے شیر دل نوجوان تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام ریاض ہے!" ریاض نے آہستہ سے جواب دیا۔

اگرچہ ریاض نے آہستگی سے جواب دیا تھا۔ لیکن اس آہستہ آواز کو بھی حوروش لُبنیٰ نے سن لی تھا۔ اس نے اپنی صراحی دار گردن گھما کر پہلے ریاض اور پھر میرونہ کو دیکھا۔ وہ بھی میرونہ کی خوب صورتی دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے سنا، میرونہ دریافت کر رہی تھی۔ تم عرب کے کس شہر کے رہنے والے ہو؟

ریاض: نجد کا۔

میرونہ: تمہارے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام کیا ہے۔

ریاض: لبنیٰ۔

میرونہ: کیا یہ تمہاری رشتہ دار ہے؟

ریاض: یہ میرے دوست کی ہمشیرہ ہے۔

میرونہ: اس کا بھائی کہاں ہے؟

ریاض: اسے تمہارے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔

میرونہ: یہ بہت خوب صورت ہے کیا عرب کی تمام دوشیزہ لڑکیاں ایسی ہی خوب صورت ہوتی ہیں؟

میرونہ نے یہ سوال کرتے ہی ریاض کو نہایت غور سے دیکھا۔ گویا وہ اس کے خیالات کا جائزہ لینا چاہتی ہے۔

حور وش لبنیٰ نے پھر شرمیلی نظروں سے دیکھا۔ ریاض کشمکش میں پڑ گیا تھا کہ میرونہ نے شوخی سے یہ سوال کیا ہے، وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ میں لبنیٰ کو کیا سمجھتا ہوں۔

اسے معلوم تھا کہ اکثر عیسائی لڑکیاں اپنے سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں کو پسند نہیں کرتیں وہ ہر اس لڑکی کو جو ان سے زیادہ خوب صورت ہوتی ہے۔ نقصان پہنچاتی اور تکلیف دیا کرتی ہیں۔

اسے اندیشہ ہوا اگر اس نے لبنیٰ کی تعریف کی تو میرونہ رشک نہ کرنے لگے۔ چوں کہ پری زاد لبنیٰ اس کے ہاتھوں میں اسیر ہے اس لئے رشک کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ وہ خاموش ہو گیا۔

میرونہ کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ محبت بھری چتون کو سمجھتی تھی۔ اس نے ریاض کی پیار بھری نظروں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ لبنیٰ کو چاہتا تھا۔ وہ ریاض کی زبان سے

اس کی تصدیق کرانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے پھر دریافت کیا۔ ریاض جواب دو۔

مجبور ہو کر ریاض نے جواب دیا۔ زیادہ تر عرب کی دوشیزہ لڑکیاں خوب صورت ہوتی ہیں۔ مگر لبنیٰ؟

میرونہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔

ریاض: ہاں۔

لبنیٰ کے مسیحا صفت لبوں پر ہوش رُبا تبسم نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہوئی۔ چاند سے زیادہ روشن رخسار چمک اٹھے۔

میرونہ نے اس کی کیفیت دیکھی تو اس کے چہرے سے کبیدگی کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔

اب یہ لوگ پہاڑی سلسلہ کو ختم کر کے میدان کو طے کرنے لگے تھے، میدان سے نہایت وسیع حد نگاہ تک پہاڑوں کی چوٹیاں دور تک چمکتی نظر آ رہی تھیں۔ اُس وقت خورشید تاباں مغرب کی طرف زیادہ جھک گیا تھا۔ دھوپ میں نہ دوپہر جیسی تمازت رہی تھی نہ سفیدی۔

وقت کسی قدر خوشگوار ہو گیا تھا۔ دھوپ کی رنگت زردی مائل ہو چکی تھی۔ قیطارس نے مسرت خیز لہجہ میں کہا۔

ہم اپنے خیمے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ جس وقت کفور کا بادشاہ بولاس اور دوسرے ملوک سنیں گے کہ میں نے شیر دل مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے وہ نہایت خوش ہوں گے۔ عیسائی دنیا میری تعریف کرے گی۔ ریاض اور لبنیٰ دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس کی بات نہ سنی۔ فاصلہ کم رہ جانے کی وجہ سے عیسائیوں کا کیمپ صاف نظر آنے لگا تھا۔

میدان کے ایک سرے سے دوسرے تک خیمے، چھولداریاں اور سائبان نصب تھے۔ دور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی بڑا شہر آباد ہو۔

قیطارس نے قدرے تیز رفتار کر دی۔ اس کی تقلید میں سب کو تیز چلنا پڑا۔ چوں کہ ان سب کا ہر قدم کیمپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس لئے کیمپ قریب ہوتا جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ لوگ کیمپ میں داخل ہوئے۔

عیسائی سوار اور پیادے کیمپ میں چل پھر رہے تھے۔ ان کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔ وہ کئی میل کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے بکھرے پڑے تھے۔ کیمپ نہایت قرینے سے ڈالا گیا تھا۔

خیمے قطار در قطار نصب تھے۔ خیموں کی ہر قطار کے سامنے کافی راستہ آمد و رفت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ خیموں کی قطار اور راستہ کے دوسرے طرف چھولداریاں تھیں۔

چھولداریوں کے قریب سائبان تھے۔ سائبانوں کے نیچے گھوڑے کھڑے تھے۔ سائبان کے دوسری طرف سترفٹ عریض و طویل راستہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

راستہ بھر خیموں کی قطار تھی، پھر چھولدایاں تھیں، پھر سائباں تھے اور پھر راستہ تھا۔ اسی طرح سے عیسائی کیمپ دور تک پڑا ہوا تھا۔ ریاض اور لبنیٰ حیرت انگیز نظروں سے اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھنے لگے۔ اسلامی لشکر ہونے کے باوجود عیسائی یہاں سے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔

یہ لوگ عیسائی کیمپوں کو طے کر رہے تھے۔ عیسائی سرداروں کے خیموں پر عیسائی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ لوگ تقریباً ایک میل چلے تھے کہ انہوں نے چند سواروں کو داہنی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔

آنے والے سوار سب کے سب معزز معلوم ہوتے تھے۔ وہ بیش قیمت ریشمیں کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سروں پر کلغیاں لگائے ہوئے تھے۔ انہیں آتے ہوئے دیکھ کر قیطارس رک گیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھی بھی رک گئے آنے والے سوار ان کی قریب آئے انہوں نے استعجاب کی نظروں سے قیطارس کو دیکھا ان میں سے ایک شخص نے کہا:

قیطارس تم زندہ ہو، مگر یہ افواہ کیسی گشت کر رہی ہے؟

قیطارس نے متعجبانہ نظروں سے اس سوار کو دیکھ کر کہا۔

''کیا؟ کیسی افواہ؟''

وہ شخص: تمام کیمپ میں یہ خبر گرم ہے کہ تمہیں مسلمانوں نے اسیر کر لیا یا مار ڈالا۔

قیطارس مسکرایا اور اس نے کہا۔

دشوار کے اس طرف پہاڑی درّہ میں کچھ مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ میں نے تمام مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور میرا جانباز لشکر ان قیدیوں کو لے کر پیچھے آرہا ہے۔

وہی شخص: ممکن ہے یہی بات ہو!

قیطارس نے جوش میں آ کر کہا: یہی بات ہے، دیکھتے نہیں ہو کہ دو مسلم قیدی ایک نوجوان اور ایک دوشیزہ لڑکی میرے ساتھ ہیں۔

اس شخص نے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہمراہیوں نے نظریں اٹھا اٹھا کر ریاض اور حور وش لبنیٰ کو دیکھا۔

وہ ریاض کا مردانہ حسن اور پیکر حسن لبنیٰ کا چاند سا چہرہ دیکھ کر سخت

متعجب ہوئے اُس شخص نے پھر کہا:

بیشک آپ کے قول کی صداقت موجود ہے۔ لیکن تمہارے اسیر ہونے کی خبر کیسے اڑی۔

قیطارس: یہ اسلامی جاسوسوں کی کارروائی معلوم ہوتی ہے۔

وہی شخص: شاید ایسا ہی ہو۔ اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟

قیطارس: میں تھک گیا ہوں۔ اپنے خیمے پر جا کر آرام کروں گا۔

وہی شخص: آپ کی وجہ سے تمام عیسائی متفکر ہیں۔ اس وقت مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا ہے اگرچہ آپ تھکے ہوئے ہیں۔ مگر خیمے پر جانے سے قبل آپ کا مجلس شوریٰ میں شریک ہونا نہ صرف مناسب ہے بلکہ اشد ضروری ہے۔

قیطارس: دوست شاؤل! اگرچہ میں بہت تھک گیا ہوں لیکن مجلس شوریٰ میں ضرور شریک ہوؤں گا۔ تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔

جو شخص قیطارس سے ہم کلام ہو رہا تھا۔ اس کا نام شاؤل تھا۔ وہ اشمونین کا بادشاہ تھا اور نہایت پر جوش عیسائی تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی مجلس شوریٰ میں ہی جا رہا ہوں۔

قیطارس: چلو تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

یہ کہتے ہی قیطارس اور اس کے ہمراہی بھی شاؤل اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ قلب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

راستہ میں جو عیسائی سوار یا پیادہ وغیرہ انہیں ملتا۔ نہایت ادب سے اسے سلام کرتے تھے۔ تقریباً ایک میل چل کر وہ ایک بڑے خیمے کے سامنے پہنچے۔

یہ خیمہ ایک مسطح ٹیلے پر نصب تھا۔ نہایت وسیع خیمہ تھا اس میں متعدد چوبیں لگی ہوئی تھیں سب سے اونچی چوب پر ایک بڑا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ جھنڈا زرد رنگ کے حریر کا تھا۔ جس پر سرخ رنگ کے سورج کا نشان بنا ہوا تھا۔ یہ جھنڈا ابولص کا تھا، جو کفور کا بادشاہ تھا۔ خیمہ کے باہر اس کے چاروں طرف سو سپاہی کیل کانٹے سے لیس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

وہ سب ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے، خیمے سے نیچے سوار پہرہ دے رہے تھے۔ وہ بھی شمشیر برہنہ لئے کھڑے تھے۔ انہوں نے قیطارس، شاؤل اور ان کے ہمراہیوں کو دیکھتے ہی فوجی طریقے سے انہیں سلام کیا۔

یہ سب لوگ گھوڑوں سے اترے چند پہرے والے سواروں نے بڑھ کر ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اور شمال کی جانب جہاں اور گھوڑے تھے ان کے برابر لیجا کر کھڑا کر دیا۔

قیطارس، شاؤل اور ان کے ہمراہی ٹیلے پر چڑھے۔ یہاں انہیں سپاہیوں نے سلام کیا ایک سپاہی نے جلدی سے بڑھ کر پردہ اٹھایا۔ یہ تمام خیمہ میں داخل ہوئے۔

خیمہ کے اندر فرش ہو رہا تھا۔ پھولدار زرد رنگ کے کپڑے کا فرش تھا۔ فرش پر شمالاً و جنوباً قطار در قطار کرسیوں کے اوپر عیسائی سوار بیٹھے تھے۔

مغرب کی طرف ایک تخت اور بچھا تھا۔ تخت کے اوپر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا تھا، یہ عیسائی نہایت تنومند تھا اس کی داڑھی میں کوئی کوئی بال سفید تھا۔ چہرہ سرخ اور سفید تھا۔ پیشانی تنگ اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔

اس کی صورت سے کانا پن ٹپکتا تھا۔ وہ فریبی اور چالاک معلوم ہوتا

تھا۔ اس کا نام بولص تھا۔ یہی کفور کا بادشاہ تھا۔ اور اس لشکر کا قائد اعظم تھا۔
اس کے سامنے تخت کے قریب ایک عیسائی کھڑا تھا۔

بولص کے داہنی طرف تخت کے برابر کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر پطرس، بولص کا بھائی مکسوح، بیجاوہ کا بادشاہ حلیف مالک، تو یہ کا بادشاہ ارمانوس دشوار کا بادشاہ اور چند دیگر سربرآوردہ عیسائی بیٹھے تھے۔ تخت کے بائیں طرف بھی کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر سفید ریش بڈھے پادری لمبے لمبے چوغے پہنے سینوں پر سرخ رنگ کی صلیبیں لٹکائے ریشم کی مضبوط ڈوروں سے باندھے ہوئے خاموش بیٹھے تھے۔

قیطارس اور شاؤل کے ہمراہی دروازوں سے بڑھتے ہی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ لیکن یہ دونوں ریاض ولبنیٰ اور میرونہ کو لے کر آگے بڑھے۔

انہوں نے تخت کے قریب آ کر بولص کو سلام کیا۔ اور بولص نے حیرت سے قیطارس کو دیکھتے ہوئے کہا" تم .... قیطارس!"

اوہ قیطارس تم زندہ ہو، خدا اور خداوند! (حضرت عیسیٰ کا شکر ہے)

قیطارس نے کہا: عالی جاہ! میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ مسلمانوں پر نمایاں فتح حاصل کر کے ان کے دو سو دلیر اسیر کر کے لایا ہوں۔

بولص اور بھی متعجب ہوا۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ قیدی کہاں ہیں۔

قیطارس: وہ میرے آدمیوں کی حراست میں آ رہے ہیں۔

جو شخص بولص کے سامنے تخت کے برابر کھڑا تھا۔ اس نے کہا حضور والا! .... ہمارا لشکر پراگندہ ہو کر بھاگ گیا۔

قیطارس نے ابھی تک اس شخص کو نہ دیکھا تھا۔ وہ اسی کے لشکر کا ایک

سردار تھا۔ اس کا نام رومانس تھا۔ قیطارس نے دریافت کیا۔ یہ واقعہ کب ہوا؟

رومانس: جب آپ مسلمانوں کو ہماری حراست میں دے کر چلے آئے تھے۔ اور ہم آپ کے پیچھے آ رہے تھے۔ اس وقت چونکہ آپ ہمیں راستے میں نہیں ملے۔ اس لئے ہم کو خیال گزرا کہ شاید آپ کے دشمنوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یا مار ڈالا۔

یہ سن کر قیطارس کو بڑا رنج ہوا۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

خدا کی قسم مسلمان انسان نہیں ہیں۔ کمبخت اول تو ہاتھ نہیں آتے اور اگر یہ ہزار وقت آ بھی جاتے ہیں تو ہزاروں تالوں میں رکھنے پر بھی نکل جاتے ہیں۔

بولص نے کہا افسوس نہ کرو، میں اب تک درگزر کر رہا ہوں، سمجھتا تھا کہ مسلمان ہماری اکثریت دیکھ کر واپس چلے جائیں گے۔ لیکن وہ واپس نہیں گئے بلکہ خلاف توقع انہوں نے ہمارے لشکر پر حملہ کر دیا اور ہمارے بہت سے جانبازوں کو مار ڈالا اور اسیر کر لیا۔

اب میں بیکار وقت ضائع نہ کروں گا۔ تم بیٹھو دیکھو مجلس شوریٰ کس نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ قیطارس اور شاؤل آگے تھے ان کے پیچھے ریاض لبنیٰ اور میرونہ کھڑی تھیں۔

بولص نے ابھی تک انہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب قیطارس اور شاؤل داہنی طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تب بولص نے ان تینوں کو دیکھا۔ اگرچہ میرونہ بھی حسین تھی۔ مگر وہ لبنیٰ جیسی حسین نہ تھی۔

بولص کی نظر لبنیٰ پر پڑی وہ استعجاب بھری نظروں سے اس حور وش

کو دیکھنے لگا۔ لبنیٰ کے چہرے پر اس غضب کی ملاحت تھی کہ جو اسے ایک نظر دیکھ لیتا وہی اس کا گرویدہ ہو جاتا تھا، کیوں کہ جچی حسن نظر بھر کر اس کے چاند سے چہرے کو نہ دیکھنے دیتا تھا اس لئے ناظرین کی ہوس دید پوری نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت اس عرب کے چاند کو ہر پادری ہر بادشاہ ہر سردار ندیدوں کی طرح دیکھ یا گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک محو دید رہنے کے بعد بولص نے قیطارس سے دریافت کیا ”یہ خوب صورت لڑکی کون ہے؟“

قیطارس نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ یہ ایک عربی لڑکی ہے۔

بولص: کس قدر خوب صورت ہے میں نے آج تک ایسی خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی یہ تمہارے ساتھ کہاں سے آئی ہے۔

اب قیطارس نے مختصر طور پر تمام واقعات سنائے! بولص نے کہا ”اچھا اس مسلمان اور اس لڑکی کو بھی اپنی حراست میں رکھو۔

قیطارس نے ریاض اور لبنیٰ کو وہاں سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو جانے کا اشارہ کیا۔ دونوں ہٹ کر اس طرف جا کھڑے ہوئے جس طرف قیطارس نے اشارہ کیا تھا۔

میرونہ قیطارس کے پاس ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ بولص نے قدرے بلند آواز سے کہا ”عیسائی بہادرو! مسلمانوں کی چیرہ دستیاں حد سے گزر گئی ہیں۔ آج انہوں نے ہمارے ہزاروں جانبازوں کو مار ڈالا اور گرفتار کر لیا ہے۔ عیسائیت کو اسلام سے زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

ملک شام سے عیسائیوں کی حکومت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ ہماری عیش

پرستی نے ہم کو لا مذہب کر دیا ہے۔ ہم خدا اور خداوند کو بھول گئے ہیں۔ خدا نے ہمیں بھلا دیا ہے۔

ابھی وقت ہے کہ لا مذہبی چھوڑ کر خدا کو خوش کر لو یقیناً تم کامیاب ہو گے میرا ارادہ ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے بڑھنے کا انتظار نہ کریں بلکہ خود ان پر یورش کریں گے۔ اگر اس میں کوئی قباحت معلوم ہوتی ہو تو آپ بیان فرما دیں۔

بولص خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر یہاں بالکل خاموشی طاری رہی کچھ عرصہ کے بعد صیف نے کہا۔ میں پہلے ہی چند مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں ہمارے اس جگہ پڑے رہنے سے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں۔ اسی لئے انہیں اس قدر جرأت ہوئی کہ وہ بڑھ بڑھ کر ہمارے لشکروں پر حملے کرنے لگے۔

جب تک ہم ان پر یورش کر کے نہ پہنچیں گے ان کی جسارت کم نہ ہوگی مکسوح نے کہا ”بیشک یہی بات ہے ہمارے یہاں پڑے رہنے سے ہم پر بزدلی کا اطلاق ہوتا ہے۔

بولص: جب یہ بات ہے تو لشکر کو تیاری کا حکم دے دو تمام لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو جائے ہم عنقریب یہاں سے کوچ کریں گے۔

چوں کہ مشورہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے مجلس برخاست ہو گئی سب اٹھ اٹھ کر باہر جانے لگے۔ سب کے بعد قیطارس حور وش لبنیٰ اور ریاض کو ہمراہ لے کر چلا، میرونہ بھی اس کے ساتھ چلی۔

OOO

گیارھواں باب

جیل خانہ میں حسن کی جھلک

قیطارس، ریاض، لبنیٰ اور میرونہ کو ساتھ لے کر اپنے خیمہ پر پہنچا چونکہ وہ انضیا کے بادشاہ جرجیس کا چچا زاد بھائی تھا۔ شہزادہ تھا۔ صلیبی مجاہد تھا۔ اس لئے شہزادوں کی شان سے رہتا تھا۔ اس کا عالی شان خیمہ۔ ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ ایک خیمہ میرونہ کا تھا۔ ایک زائد تھا۔ ان شاہی خیموں کے علاوہ ان سے کسی قدر فاصلے پر چاروں طرف گول دائرہ میں اس کے لشکر کے خیمے نصب تھے۔

قیطارس اپنے خیمہ پر پہنچا اس کے علاوہ زمین کی پلٹن اس کے خیر مقدم کے لئے دوڑی۔ سب نے ایک قطار میں کھڑے ہو کر قیطارس کو سلام کیا۔ قیطارس نے سلام کا جواب دے کر ایک بڑے نوکر سے کہا:

ارمانوس یہ عرب شاہی قیدی ہیں۔ اس نوجوان اور خوب صورت لڑکی کو اپنی حراست میں کر لو۔ برابر والے خیمے میں انہیں نظر بند کر لو ان کی کافی نگہداشت رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ دھوکہ دے کر فرار ہو جائیں۔

اس بڈھے کا نام ارمانوس تھا۔ اس نے کہا "حضور والا! آپ بے فکر رہیں میں پوری نگہداشت رکھوں گا۔

قیطارس میرونہ کو ہمراہ لے کر اپنے خیمہ میں چلا گیا ارمانوس نے ریاض سے کہا: او بدبخت عربی نوجوان تم معہ اس دوشیزہ لڑکی کے ہمراہ آؤ۔

ریاض کو اس طرح سے خطاب کرنا نہایت ناگوار گزرا۔ لیکن ایک تو وہ قیدی تھا دوسرے اس نے خیال کیا کہ نوکر کے منہ کون لگے۔ اس لئے بادل ناخواستہ درگزر کیا۔ اور خاموش معہ حوروش لبنیٰ کے اس کے پیچھے روانہ ہوا۔

ارمانوس انہیں لے کر خیمہ کے اندر پہنچا۔ یہ خیمہ معمولی اور چھوٹا تھا۔ چٹائی کا فرش ہو رہا تھا۔ اس میں کوئی صوفہ، کوئی اور اسٹریچر کوچ اور کرسی وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ملازموں کے استعمال میں آتا ہو۔ ارمانوس نے کہا: "دونوں یہاں ٹھہرو، ایک بات سنو اور خیال رکھو، مجھے تمہاری نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں جہاں دیدہ ہوں میرے آقا کو میری تیز فہمی پر بھروسہ ہے۔ تم یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ تم میری تیز نگاہوں سے بچ کر ہرگز بھاگ نہ سکو گے۔ اگر تم نے ذرا بھی بے جا حرکت کی تو سخت سے سخت سزا پاؤ گے۔

ریاض نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے بھی جواب کا انتظار نہ کیا۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر چلا گیا۔ اب ریاض اور حوروش لبنیٰ ہی خیمہ میں رہ گئے۔ اس وقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ مشرق کی طرف سے آہستہ آہستہ سیاہی بڑھ کر تمام کائنات پر چھا گئی، گویا اچھا خاصا اندھیرا ہو

گیا تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمکنے لگے تھے۔

چوں کہ خیمہ میں روشنی نہ تھی اس لئے بہت زیادہ تاریکی چھائی ہوئی تھی اس کے باوجود اندھیرے میں بھی حور وش لبنیٰ کا چہرہ اس طرح چمک رہا تھا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہلکا بادل آجانے پر غبار اڑنے سے کچھ پھیکا پھیکا چمکا کرتا ہے۔ دونوں ارمانوس کے چلے جانے پر چٹائی کے اوپر بیٹھ گئے۔

دونوں تخیلات کے بحر بیکراں میں مستغرق تھے دونوں فلک کی نیرنگی اور گردش تقدیر کے چکر میں آکر عزیزوں دوستوں اور مسلمانوں سے بچھڑ کر غیر مذہب والوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوگئے تھے اور اپنی تقدیر، اپنی حالت پر افسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ لیکن خاموش بیٹھنے اور افسوس کرنے سے ان کے دل کچلنے لگے۔ غموں کی فوج نے ان پر چڑھائی شروع کردی۔

وہ سمجھ گئے کہ اس طرح رنج وغم کا مقابلہ نہ کرسکیں گے اس لئے انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ ریاض نے دریافت کیا:

لبنیٰ: تم ان درندہ صفت عیسائیوں میں کیسے آ پہنچیں؟

لبنیٰ نے موسیقی نواز لہجہ میں جواب دیا۔ قسمت نے لا پھنسایا۔ کیوں کہ بجز اس کے اور کیا کہوں۔

نہ ریاض کو معلوم تھا کہ لبنیٰ عیسائیوں کے قبضہ میں کیسے آئی اور نہ لبنیٰ کو خبر تھی کہ ریاض کیسے آگیا۔ ریاض نے پھر دریافت کیا:

قسمت نے تو لا ہی پھنسایا۔ لیکن کس طرح؟

لبنیٰ: میں سیر کرنے آئی تھی۔ مرزوعہ اور سلمیٰ میرے ساتھ تھیں اچانک پچاس ساٹھ عیسائی سوار ہم پر آپڑے۔ وہ دونوں تو نہ معلوم کہاں چلی گئیں میں بھاگی، مگر تیز نہ بھاگ سکی۔ لہٰذا پکڑی گئی۔

لبنیٰ بہت زیادہ اداس وغمگین اور مضطرب تھی۔ اگرچہ ریاض بھی غمزدہ تھا۔ لیکن وہ مرد تھا جو مصیبت جو غم جو دکھ اس پر آپڑے تھے۔ وہ ان کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن حور وش لبنیٰ زیادہ حساس تھی۔

ریاض نے اس کا خیال بٹانے اور غم کو کم کرنے اور اس کے نازک دل سے کلفت دور کرنے کے لئے مسکرا کر کہا:

تم نازک تھیں۔ نزاکت نے تم کو تیز نہ دوڑنے دیا۔ اس لئے تم اسیر ہوگئیں۔ پری پیکر لبنیٰ نے بے ساختہ پن سے کہا:

نہیں ریاض! میں بہت تیز دوڑی مگر ان کمبختوں نے میرا ہی تعاقب کیا اور مجھے ہی پکڑنا چاہا۔

ریاض: تم خوب صورت تھیں۔ پھول سے زیادہ دلفریب تھیں۔ اس لئے انہوں نے تمہارا ہی تعاقب کیا۔

لبنیٰ نے اب ریاض کی شرارت آمیز گفتگو کو سمجھا اور وہ شرما کر خاموش ہوگئی اس وقت رات زیادہ آچکی تھی۔ اندھیرا زیادہ پھیل گیا تھا۔ لبنیٰ کے شرمانے کی ادا بوجہ اندھیرا ہونے کے ریاض نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس سیم تن کے خاموش ہونے سے وہ ضرور سمجھ گیا کہ لبنیٰ شرما گئی ہے۔

ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ارمانوس روشنی لئے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ یہ موم بتی تھی۔ خیمہ کے چوب میں ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے تختی

پر بتی رکھ دی اور بغیر کچھ کہے سنے چلا گیا۔

اگر چہ خیمہ چھوٹا تھا۔ لیکن بتی کی کم مدھم روشنی اسے کافی روشن نہ کر سکی۔ تاہم کسی قدر اجالا ضرور ہو گیا تھا۔ اور خیمہ کے اندر کی چیزیں صاف طور سے نظر آنے لگیں۔ ریاض نے پری جمال لبنیٰ کو دیکھا۔

اس کی چاندی صورت چمک رہی تھی۔ موٹی موٹی سیاہ سرگیں آنکھیں بجلیاں گرا رہی تھیں۔ ریاض نے پھر کہا: ہاں تو انہیں تم ہی پسند آئیں لہذا تمہارا ہی پیچھا کیا اور تم کو پکڑ لیا۔

لبنیٰ نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی آ گئی تھی۔ اور شوخی نے چمک پیدا کر دی تھی، ریاض کو دیکھا حور اور دوشیزہ کے مسیحا صفت لبوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ اس نے کہا۔

ہاں انھوں نے مجھے پکڑ لیا۔ ریاض نے سحر خیز آنکھوں کو دیکھ کر کہا ''مغرب کا چاند یا دنیائے حسن کو حور سمجھ کر؟''

لبنیٰ نے برق پاش تبسم سے جواب دیا'' جو کچھ تم سمجھو۔''

ریاض نے جلدی سے کہا'' میری سمجھ کو رہنے دو۔ تمہیں دیکھنے والے تمہیں پری پیکر، حسن کی دیوی، عرب کا چاند، دنیا کی حور اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ مگر مجھ سے کوئی پوچھتا نہیں، اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بتا دوں کہ تم کیا ہو۔

لبنیٰ کے نازک لبوں پر اب بھی تبسم کھیل رہا تھا آنکھوں میں سحر خیزی چمک تھی۔ اس نے شوخی بھرے انداز میں کہا۔

کوئی نہیں پوچھتا تو تم خود ہی بتا دو؟

ریاض نے از خود وارفتگی کے انداز میں کہا'' تم خدائے حسن ہو، دلبر

ناز ہو، مسیحائے زمان ہو۔''

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا'' مہربانی کر کے خاموش رہیے۔''

ریاض: لبنیٰ! خدا کی قسم بہترین حسینہ ہو۔ انسان، جن اور فرشتے سب تجھ پر تیرے بے پناہ حسن پر ایک جان سے نہیں ہزار جان سے والا و شیدا ہیں۔

لبنیٰ نے ٹالنے کے طور پر کہا۔

ریاض: تم پہاڑی چٹانوں پر کیسے پہنچ گئے۔

ریاض: حسن کی کشش کھینچ لائی تھی۔

لبنیٰ نے شہزادیوں جیسی شان سے کہا'' ٹھیک بتاؤ۔''

ریاض: لبنیٰ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نہایت ذلیل، کمینہ اور بدشرت انسان ہوں۔ سعد میرا دوست ہے اور تم سعد کی ہمشیرہ ہو لہذا مجھے اپنے دوست کی ہمشیرہ سے محبت نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن میں نے ایسا کر کے دوستی کی تحقیر کی۔ ندامت اور شرم نے مجھے گھیر لیا۔ میں سعد سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ رات کو چھپ کر بھاگ آیا۔ مگر محبت کی زنجیر جو میرے پاؤں میں پڑ گئی تھی۔ وہ کشاں کشاں کھینچ کر مجھے تمہارے پاس لے آئی۔

لبنیٰ سنو! ہمیں گفتگو کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں تمہارا گرویدہ ہوں۔ تمہاری محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔ اب یہ نکلنے والی نہیں۔ لیکن میں انسان ہوں۔ خوددار ہوں دل پر جبر کروں گا۔ اور زبان سے اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا۔ جب تک کہ موت مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

دوستی کا اقتضا یہی ہے۔ خدا کے لئے تم کسی وقت یہ نہ سمجھ لینا۔ کہ میں تم سے بے رخی کر رہا ہوں۔" "میں تم سے مر کر بھی بے رخی نہ کر سکوں گا۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ریاض ایسی باتیں نہ کرو۔"

ریاض خاموش ہو گیا۔ وہ افسردہ خاطر ہو گی۔ لبنیٰ کو بھی اس کی افسردگی نے افسردہ کر دیا۔ دونوں خاموش ہو کر پھر اپنے اپنے تخیلات میں الجھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ارمانوس کھانا لے کر آیا۔

دونوں نے قوت لایموت کے لئے تھوڑا بہت کھانا کھایا۔ جب ارمانوس پس خوردہ کھانا لے کر چلا گیا تو دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی اور دونوں چٹائی پر بیٹھ گئے۔

چوں کہ دونوں اپنے اپنے خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لئے دیر تک پڑے جاگتے رہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سے کروٹ لے رکھی تھی۔ گویا دونوں ایک دوسرے کو بھولنا چاہتے تھے۔ لیکن محبت کی جو آگ دونوں کے دلوں میں لگ چکی تھی کیسے بھولنے دے سکتی تھی۔ کچھ دیر اس طرح پڑے رہنے کے بعد ریاض نے یہ دیکھنے کے لئے کہ لبنیٰ سو گئی یا جاگ رہی ہے۔ اس کی طرف کروٹ لی۔

جب ریاض کے دل میں یہ خیال گزرا ٹھیک اسی وقت لبنیٰ کے دل میں بھی یہی خیال گزرا اس نے بھی کروٹ لی۔ اس طرح سے دونوں نے ایک ہی خیال سے متاثر ہوتے ہوئے کروٹ لی۔

یہ اسی محبت کی یادگار تھی۔ جس کو وہ اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دونوں کے منہ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے۔ بتی کی

مدھم روشنی دونوں کے خوب صورت چہروں پر پڑنے لگی۔

ایک نے دوسرے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھا۔ دونوں جاگ رہے تھے۔ دونوں نے اس بات کو سمجھ لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو جی بھر کے دیکھنا چاہتے تھے۔

لیکن ریاض کی ندامت اور لبنیٰ کی خودداری مانع تھی۔ دونوں خاموش اور آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔

پچھلے پہر دونوں کو نیند آ گئی اور دونوں سو گئے۔ صبح سویرے دونوں بیدار ہوئے حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے لئے وہ خیمے سے باہر نکلے۔ باہر پہرہ والے کھڑے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر ان کے خیمے کے گرد پہرہ دے رہے تھے۔ پہرہ والوں کی نگرانی میں انہوں نے حوائج ضروریہ سے فراغت پائی۔ خیمہ میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر دونوں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد سورج نکل آیا۔ آفتاب کی زرد زرد کرنیں درختوں اور خیموں کی چوٹیوں پر لوٹنے لگیں۔ اس وقت انہوں نے نقارے کی آوازیں سنیں اور ساتھ ہی ساتھ شور وغل کی بھی آوازیں آنے لگیں۔

انہیں سخت تعجب ہوا کہ شور وغل کیسا ہے۔ نقارے کیوں بجائے جا رہے ہیں۔ ابھی وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے کہ پری جمال میرونہ خیمے کے اندر داخل ہوئی۔

OOO

بارھواں باب

غم اندوز نظارہ

میرونہ کو دیکھتے ہی دونوں بے اختیارانہ طریقہ پر استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میرونہ حسین تھی، خوشحال تھی، اس کی پیشانی خندیدگی کی وجہ سے ہروقت شگفتہ رہتی تھی۔ اس وقت اس کے نازک لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف بڑھی۔

ان کے قریب پہنچی۔ اس نے کہا "صبح بخیر ریاض میں صبح ہوتے ہی تم کو دیکھنے کے لئے چلی آئی۔ ریاض نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن لبنیٰ نے اسے رشک آمیز لہجہ کی نظروں سے دیکھا۔

لبنیٰ نے عربستان میں پرورش پائی تھی۔ ان لوگوں کے ملک میں پل کر جوان ہوئی تھی جہاں ایک دوشیزہ کا اپنی زبان سے محبت کا اظہار کرنا معیوب تھا۔ وہ عیسائیوں کی معاشرت سے بے خبر تھی۔

اس نے میرونہ کی صاف گوئی مگر بے حجابانہ گفتگو کو بے حیائی پر محمول کیا۔ میرونہ ریاض کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ریاض بھی ہمہ تن

اس کی طرف متوجہ تھا۔

لبنیٰ کے حساس دل پر ریاض کی اس بے وفائی سے چرکا لگا۔ شگفتہ چہرہ پژمردہ ہوگیا۔ اس نے زیرلب ایک ہلکی سی آہ لی، ایسی آہ کہ جس کو اس کے دل ہی نے سنا۔

میرونہ نے شوخی بھرے انداز سے کہا۔ کہو ریاض رات تو خوب گزری ہوگی؟ خیمہ میں صرف تم تھے یا عرب کی سب سے خوب صورت دوشیزہ تھی۔ ریاض نے کہا:

نہیں، ہم صرف دو ہی نہ تھے۔ بلکہ ایک تیسرا بھی تھا۔ میرونہ نے تعجب خیز نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ "تیسرا کون تھا؟

ریاض: وہ خدا تھا۔ جو ہروقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔

میرونہ کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ وہ ریاض سے کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتی ہے۔ لیکن کسی وجہ سے ہچکچاتی ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے اپنا نازک سر اٹھایا اور اپنی ہوشربا آنکھیں ریاض کے چہرے پر جما کر کہا۔

ریاض: کیا تم نے لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے زیادہ حسین سمجھا ہے؟ سوال ٹیڑھا تھا۔ ریاض سر جھکا کر جواب سوچنے لگا۔ لبنیٰ نے بھی اپنی خوب صورت نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔

کچھ دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اتفاقیہ اس کی نگاہیں حوروش لبنیٰ کی سحر خیز آنکھوں سے چار ہوگئیں۔ اس کے جسم میں ارتعاش پیدا ہوا۔ وہ کانپ گیا۔ میرونہ اس کی یہ کیفیت دیکھتی رہ گئی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "تم کانپ رہے ہو۔ کیا سردی معلوم ہورہی ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ سردی نام کو نہ تھی ریاض کیا جواب دیتا۔

وہ اب بھی خاموش رہا۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوتا جارہا تھا۔

میرونہ نے دریافت کیا تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے۔ تم کانپ رہے ہو اور تمہارے چہرے کا رنگ اڑا جارہا ہے۔ کیا تم کچھ بیمار ہو گئے ہو۔

ریاض نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا "میں بیمار نہیں اچھا ہوں۔"

میرونہ: مگر تمہارے چہرے کا رنگ..........؟

ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا میں نہیں کہہ سکتا شاید گرمی کا اثر ہو۔

میرونہ نے جلدی سے کہا بیشک!! خیمہ کے اندر حبس ہورہا ہے۔ آؤ خیمہ سے باہر نکل کر تازہ ہوا میں کھڑے ہو۔ لبنیٰ تم بھی کچھ سست معلوم ہوتی ہو آؤ! تم بھی تازہ ہوا میں کھڑی ہو جانا۔

میرونہ یہ کہتے ہی خیمے کے دروازے کی طرف لوٹی۔ ریاض اور لبنیٰ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے اگرچہ لبنیٰ پردہ نشین لڑکی تھی اور جب سے ہوش سنبھالا تھا۔ پردہ ہی میں رہی تھی۔ اسے لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ کوئی اس کو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا تھا لیکن قدرت نے اسے قیدی بنادیا تھا۔

وہ اپنی مرضی کی مختار تھی۔ دوسرے کے ہاتھوں میں اسیر تھی۔ وہ جہاں چاہتے لے جاتے تھے اور دربار خاص میں وہ پیش کی جاچکی تھی اس کے پاس کوئی نقاب نہ تھا۔ کھلے منہ جانا پڑتا تھا۔

رفتہ رفتہ وہ بے پردہ ہونے کی عادی ہورہی تھی۔ وہ میرونہ اور ریاض کے ساتھ خیمہ سے باہر نکلی۔ پہرہ والوں نے اس کو دیکھا۔ وہ ایسی نظروں سے اسے گھورنے لگے، گویا ان میں سے ہر ایک کی آرزو اسے اپنی آنکھوں کے بادل میں چھپانے کی ہے۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ کھلا ہوا میدان ہونے کی وجہ سے دھوپ درختوں کی چوٹیوں اور خیموں کی بلند چوبوں سے نیچے اتر کر سبزہ زار میدان میں پھیلنے لگی۔

نقاروں اور شوروغل کی آوازیں ابھی تک آرہی تھیں۔ جہاں پر کھڑے تھے۔ وہاں سے دور کسی قدر فاصلے پر کچھ غبار سا اڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ریاض نے میرونہ سے دریافت کیا۔

یہ شوروغل کیا ہے نقارے کیوں بجائے جارہے ہیں؟ میرونہ نے جواب دیا۔ مسلمانوں کی جسارت پر عیسائی مسیحی مجاہدوں کی گرفتاری کا حال سن کر عیسائی برافروختہ ہو گئے ہیں۔ بولص نے لشکر کو روانگی کا حکم دیا ہے۔ بیس ہزار لشکر روزانہ کوچ کرے گا۔

آج پہلے لشکر نے کوچ کیا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ وہ سامنے غبار چکر کھا کر آسمان سے تکرار رہا ہے۔

ریاض اور لبنیٰ نے دیکھا۔ غبار کئی فٹ بلند ہو کر بادل بنتے جارہے تھے۔ شوروغل اور نقاروں کی آوازیں دم بدم دور ہوتی چلی جارہی تھیں؟

ریاض نے پھر دریافت کیا۔ کل عیسائی لشکر کس قدر ہے؟

میرونہ: تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

ریاض کو بڑا فکر پیدا ہوا۔ مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی ان میں سے بہت سے غیر مسلح تھے۔ عیسائی مسلح اور تین لاکھ تھے۔ اس نے اپنے دل میں کہا خدا ہی مسلمانوں کی آبرو رکھے گا۔

میرونہ نے پھر کہا ریاض! مسلمان اس مرتبہ ضرور کچل ڈالے جائیں گے۔ عیسائی اپنی پوری جمعیت پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں ہمارے ساتھ بیس ہزار زنگی ہیں جن کے سامنے انسانوں کی کوئی ہستی ہی نہیں .... وہ کھڑے ہوئے اونچے درخت سے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے بھیانک سیاہ، آنکھیں سرخ انگارہ سی۔

دانت زرد زرد لمبے اور باہر نکلے ہوئے۔ ہونٹ ہوتے اس قدر ہیں کہ ان میں سوراخ کر کے کڑے ڈالے ہوئے ہیں۔ جن میں زنجیریں پڑی رہتی ہیں۔ جو گھوڑے کی باگ یا اونٹ کی نکیل کا کام دیتی ہیں۔

انہیں دیکھ کر بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔ وہ بیسوں من کا گرز رکھتے ہیں۔ جس پر گرز مارتے ہیں۔ اس کا چورا کر دیتے ہیں۔ عام عیسائیوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو یہ زنگی ہی پیس ڈالیں گے اور عیسائیوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

ریاض نے ان زنگیوں کی بابت پہلے بھی جاسوسوں سے سنا تھا اس وقت میرونہ نے جو ڈراونی تصویر الفاظ کے ذریعہ کھینچی تو ریاض کو بجائے خوف ہونے کے ان کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اس نے میرونہ سے دریافت کیا۔ یہ زنگی لشکر کے کس طرف ہیں؟

میرونہ: وہ لشکر کے انتہائی کنارہ پر مشرق کی جانب شمالی کونے میں پڑے ہوئے ہیں۔ شاید تم انہیں دیکھنا چاہتے ہو۔ لیکن دیکھ نہیں سکتے۔

ریاض سمجھ گیا۔ چوں کہ وہ قیدی ہے۔ اس لشکر میں پھرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے وہ زنگیوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اب نقاروں اور شور و غل کی آوازیں آنی بند ہو گئیں تھیں۔ کیوں کہ لشکر دور نکل گیا تھا۔ البتہ غبار بادل کی طرح دھوئیں کے مانند بل کھاتا ہوا افق مشرق میں نظر آ رہا تھا۔

میرونہ نے ریاض سے کہا اب تمہاری طبیعت درست ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب بتاؤ کہ تم لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے کیوں حسین سمجھتے ہو؟

ریاض نے بے اختیارانہ طریقہ پر کہا جس قدر لڑکیاں میں نے آج تک دیکھی ہیں لبنیٰ ان میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ میرونہ کا چہرہ اتر گیا۔ اس کے دل میں ٹھیس لگی شہابی رنگ اڑ گیا لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ فوراً اس کی حالت میں نمایاں تغیر واقع ہوا۔ اس کے چہرے پر رشک کی علامات ظاہر ہوئیں اور رشک غصہ میں تبدیل ہو گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا گوری گوری پیشانی کی رگیں تن گئیں ریاض ولبنیٰ نے اس کی یہ بدلتی کیفیت دیکھی۔

میرونہ نے کسی قدر خشونت بھرے لہجے میں کہا۔ تمہاری لبنیٰ سب سے بڑھ کر حسین ہے؟

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ میرونہ تھوڑی دیر تک کھڑی کچھ سوچتی رہی۔ دفعتاً اس نے کہا ”ریاض! میں جا رہی ہوں۔ اب اس وقت ملوں گی جب کونسل تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرے گی۔“

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ اس کی رفتار و گفتار سے اس کی خفگی کا اظہار ہو رہا

حسن کو تہہ و بالا کر رہی تھی۔

دوپہر کے وقت ارمانوس کھانا لایا۔ دونوں نے کھانا کھایا اگرچہ ارمانوس بڈھا تھا۔ درشت مزاج تھا لیکن حسن بدصورتوں بچوں بے رحموں اور ظالموں پر بھی کچھ اثر ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ ارمانوس پر بھی لبنیٰ کے بے پناہ حسن نے اثر کیا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی حلقے کے اندر دھنسی ہوئی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ کھانے کے دوران میں ارمانوس نے کہا۔

پری جمال لڑکی! تم زیادہ غم نہ کرو۔ گھل جاؤ گی۔ چہرہ کی گلاب کی سی رنگت کو شرمانے والی نورانیت اڑ جائے گی لبنیٰ نے ایک نگاہ غلط انداز سے اسے دیکھا۔ بڈھا گھبرا گیا اور پھر اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دونوں غمزدہ تھے۔ دونوں نے بہت کم کھانا کھایا۔ ارمانوس پس خوردہ کھانا لے کر چلا گیا۔ دونوں قیلولہ کرنے کے لئے بڑھے۔ دونوں اب بھی خاموش تھے۔ ان کو دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ دونوں میں کچھ خفگی ہو گئی ہے۔ حالانکہ خفگی نہ تھی۔

ریاض اس قسم روزگار محبت کو بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ لبنیٰ اس کے دوست کی ہمشیرہ ہے۔ اس سے ایسی محبت کرنا جو عشق کے درجہ تک پہنچ جائے مناسب نہیں ہے۔ لیکن جو محبت اس کی رگ رگ میں سرایت کر گئی تھی۔ وہ آسانی سے نکلنے والی نہ تھی۔

بات یہ تھی کہ جوں جوں وہ اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بڑھتی جا رہی تھی۔ ہار کر اب اس نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اس سے کم گفتگو کرتا اور اس کی طرف دیکھنا چھوڑ دے۔ مگر اس میں بھی وہ

تھا۔ دیر تک ریاض اسے اور لبنیٰ ریاض کو دیکھتے رہے۔ جب وہ خیموں کے پیچھے چلی گئی تو ریاض نے لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ریاض اسے سمجھنے سے قاصر رہا کہ لبنیٰ کی نظریں محبت خیز ہیں یا التجا آمیز۔

ریاض نے اس سے کہا لبنیٰ یہاں دھوپ آ گئی ہے۔ آؤ خیمہ میں چلیں۔ اس وقت دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ دونوں دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ آفتاب عالمتاب کی گستاخ کرنیں حور وش لبنیٰ کے چاند سے چہرے پر گویا فریفتہ ہو چکی تھیں۔ وہ ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر آ رہی تھیں اور اس کے چہرے پر لوٹ رہی تھیں۔ ان کرنوں کی وجہ سے اس کا چہرہ چمکنے لگا تھا کہ نظر بھر کر دیکھا نہ جاتا تھا۔ دیکھنے والوں کی نظر خیرہ ہو کر رہ جاتی تھی۔ اس کی جبین ناز اور چاندی پیشانی پر پسینہ کے قطرات چھن چھن کر ایسے چمک رہے تھے جیسے گلاب کے شہابی رنگ کے پھول کی پنکھڑیوں پر شبنم کی چھوٹی چھوٹی بوندیں۔ پیشانی پر زلف شبگوں کے کچھ گھونگھریالے بال چوٹی کی زلف سے نکل کر ہوا کے باریک جھونکوں سے لہرا کر بڑے ہی پیارے معلوم ہوتے تھے۔ اس نے اپنی موٹی موٹی سیاہ سرمگیں آنکھیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے دل پر بجلیاں گر رہی تھیں۔ وہ دنگ رہ گیا۔ اس کی رسیلی نشیلی اور برق پاش نظروں کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔

لبنیٰ نے آہستہ سے کہا چلو۔ اور دونوں خیمہ میں داخل ہوئے اور علیحدہ علیحدہ بیٹھ گئے۔ دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ غالباً اپنے اپنے خیالات کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہے تھے۔ ریاض زیادہ افسردہ غمزدہ اور زیادہ پریشان معلوم ہوتا تھا لبنیٰ بھی افسردہ خاطر تھی۔ مگر اس کی افسردگی اس کے

کامیاب ہوتا نظر نہ آتا تھا کیوں کہ خاموشی اس کے لئے سوہان روح بنتی جارہی تھی اگر چہ ریاض نے صاف صاف بتادیا تھا کہ وہ لبنی پر ہزار جان سے شیفتہ ہے۔ اور موت کی آغوش میں پہنچنے تک اسی پر اور صرف اسی پر فریفتہ رہے گا لیکن دوستی کے اقتضا کی وجہ سے وہ صبر و جبر سے کام لے گا۔ لیکن لبنی نے اس کے خاموش رہنے اس کی طرف دیکھنے کو اس کی بے مروتی پر ضرور محمول کیا۔ اس نے عہد نہیں تو عزم مصمم کیا کہ جب تک خود ریاض اس سے نہ بولے گا اور اپنے بیجا طرز عمل کی معافی نہ مانگے گا۔ اس وقت تک وہ اسے نہ معاف کرے گی نہ بولے گی، نہ دیکھے گی، مگر چند ہی گھنٹوں میں اسے معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے اس عہد یا عزم کو نباہ نہ کر سکے گی۔ پھر بھی معشوقانہ خودداری نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دل پر جبر کر کے جب تک نباہ سکے نباہے۔ چنانچہ وہ نباہ رہی تھی۔ لیکن گاہے بگاہے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھ لیتی تھی۔ مگر صرف چند سیکنڈ کیوں کہ اسے خوف ہوتا تھا کہ کہیں اسے دیکھتے ہوئے ریاض نہ دیکھ لے۔ جب وہ ریاض کو غمزدہ اور پریشانی کی حالت میں دیکھتی تھی تو اس کا غرور عزم وعہد وغیرہ سب ٹوٹ جاتے تھے۔ بے اختیار اس کا دل ریاض کے غم میں شریک ہونے، اس سے ہم کلام ہونے، اس کا دل بہلانے کو چاہتا تھا۔ مگر دل پر جبر کرتی اور غم اٹھاتی۔

اس طرح سے وہ بقیہ دن اور دوسرا دن بھی گزر گئے۔ دونوں میں بہت کم وہ بھی معمولی بات ہوئی۔ یعنی لبنی نے کئی مرتبہ غمزدہ صورت بنائی زیر لب خفیف آہیں آئیں۔ لیکن ریاض نے نہ اسے دیکھا اور نہ اس سے کچھ دریافت کیا۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں ریاض کی محبت کا خاتمہ تو نہیں

ہوگیا۔ وہ میرونہ کو تو نہیں چاہنے لگا۔

اس خیال نے اس کے نازک دل کو سخت اذیت پہنچائی۔ وہ بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگی۔ ریاض نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ سخت بیقرار ومضطرب ہوگیا اس نے کہا لبنی حوصلہ رکھو اس قدر غم نہ کرو۔

لبنی نے جواب نہ دیا۔ البتہ اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسو ضرور نکل آئے۔ آہ غریب عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اس کی محبت میں بہ جاتی۔ ریاض تڑپ گیا اور اس نے کہا:

لبنی! لبنی!!! اس طرح تم میرے حوصلہ کو پست کردوگی۔ لبنی نے آنسو پی لئے۔ مگر وہ اب بھی کچھ نہ بولی۔ ریاض نے سمجھ لیا کہ وہ اس سے ناراض ہے یا وہ اس کی طرح محبت کم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ بھی خاموش ہوگیا۔

تیسرے روز علی الصباح جب کہ وہ دونوں نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ارمانوس خیمہ میں داخل ہوا اس کے پیچھے ایک عیسائی افسر تھا ارمانوس نے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

او بدنصیب قیدیو! آج تمہاری قسمتوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کونسل کا اجلاس ختم ہوگیا ہے تم کونسل کے روبرو پیش کئے جاؤ گے۔ لہٰذا یہ افسر تم کو لینے کے واسطے آیا ہے۔ ریاض اور لبنی دونوں کے دل اس کی گفتگو سے دہل گئے اور دونوں کے چہروں کا رنگ فق ہوگیا۔ کلیجے منہ کو آنے لگے۔ ستم زدہ قیدی جانتے تھے۔ کہ عیسائی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ظالم اور بے رحم ہیں۔ ان سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

دونوں کھڑے ہوگئے۔ جو افسر انہیں لینے کے لئے آیا تھا وہ اس کے

ساتھ خیمے سے باہر نکلا۔ خیمہ کے باہر بہت سے سوار کھڑے تھے۔ جوان کو حراست میں لے چلنے کے لئے آئے تھے۔ افسر بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ انہوں نے قیدیوں کو حراست میں لے لیا اور روانہ ہو گئے۔

عیسائی سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ ریاض اور نازک اندام لبنیٰ پیدل تھے۔ دونوں افسران کے ساتھ جا رہے تھے۔ جس خیمہ میں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا وہ یہاں سے کئی میل کے فاصلے پر تھا۔ بیدرد عیسائیوں نے مسلم قیدیوں کے لئے سواری کا کوئی انتظام نہ کیا۔

وہ انتظام کیوں کرتے انہیں ان قیدیوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی جذبات رحم وکرم سے ان کے دل خالی تھے ممکن ہے کہ ریاض کو کوئی تکلیف پیادہ چلنے میں ہو۔ مگر خاموش لبنیٰ تو بالکل نڈھال ہو گئی تھی۔ وہ نازک آفریں تھی۔ اسے اس قدر تکلیف ومشقت کی نوبت نہ آئی تھی مگر جبر کر کے چلی جا رہی تھی۔ آخر وہ دونوں اس خیمے پر پہنچے جہاں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ مگر سوار رک گئے۔ افسر گھوڑے سے اترا وہ ریاض اور لبنیٰ کو لے کر خیمہ کے اندر داخل ہوا۔

نہایت ادب سے ارکان کونسل کو سلام کیا۔ خیمہ کے اندر پانچ آدمی بیٹھے تھے ان میں سے ایک بولص اور دو پادری تھے۔ اور دو معزز عیسائی تھے افسر نے ریاض اور لبنیٰ کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا ”عالیجاہ قیدی حاضر ہیں۔ پانچوں آدمیوں نے ایک ساتھ قیدیوں کو دیکھا۔ پانچوں کی نظریں ریاض سے گزر کر حور وش لبنیٰ پر آ کر رک گئیں۔ اس وقت سب خاموش تھے۔ خیمہ کے اندر خاموشی طاری تھی۔ قبرستان جیسا سکوت تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد قیطارس اور میرونہ آئے دونوں بولص کے قریب کرسیوں

پر بیٹھ گئے۔ اب ایک پادری نے ریاض سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اے نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟ ریاض نے جواب دیا۔ میرا نام ریاض ہے۔

پادری: تم جانتے ہو کہ تم ایک قیدی ہو؟

ریاض: میں جانتا ہوں۔

پادری: تم کو یہ معلوم ہے کہ تمہاری قوم والوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا اور اکثر کو گرفتار کر لیا ہے۔

ریاض: معلوم ہے۔

پادری: اچھا تو سنو! تمام عیسائیوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کا مسلمانوں سے انتقام لیں گے۔ جو مسلمان ان کے ہاتھ آ جائیں گے۔ انہیں قتل کر ڈالیں گے۔ اس لئے یہ کونسل تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرنے کے لئے منعقد ہوئی لیکن کونسل کو فیصلہ سے پہلے اگر میں کوئی تجویز تمہارے سامنے پیش کروں جو تمہارے لئے مفید ہو تم اسے منظور کر لو گے؟

ریاض: بغیر تجویز سنے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

پادری: یہ دانشمندی کی دلیل ہے۔ سنو! تم جوان ہو، تعلیم یافتہ ہو، ذی عقل ہو، نیک وبد سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ حضرت مسیح خدا کا پسندیدہ مذہب لے کر دنیا میں آئے۔ لوگوں نے اس مذہب کو قبول کیا۔ عیسائی مذہب تمام مذاہب سے بہترین مذہب ہے۔ تم نے جو نیا مذہب اختیار کیا ہے اس مذہب کو چھوڑ دو، عیسائی بن جاؤ، خدا اور خداوند تم سے بہت خوش ہوں گے۔ ریاض غور سے پادری کی گفتگو سن رہا تھا۔ جب پادری خاموش ہوا تو اس نے کہا ذی عقل انسان عیسائی مذہب قبول نہ کرے گا۔ پادری

نے حیرت سے ریاض کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کس وجہ سے؟ ریاض نے جواب
دیا۔ خدا ایک ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت عیسیٰ کی بھی
یہی تعلیم تھی لیکن آج عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر انہیں خدائی
کا جزو قرار دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت جبرئیل کو جو ایک فرشتہ
ہے روح القدس کہنے لگے۔ اس طرح ایک خدا کے تین ٹکڑے یا تینوں کی
مجموعی طاقت کو ایک خدا سمجھ لیا ہے۔ یہ تثلیث پرستی ہے۔ توحید پرستی نہیں۔
جو انسان ذرا بھی عقل و شعور رکھتا ہے۔ وہ کبھی عیسائی نہیں ہو سکتا۔

عیسائی نے کہا تم میں سمجھ ہے لیکن اس سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ سوچو
حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا کیے گئے۔ وہ روح اللہ تھے۔ خداوند
(حضرت عیسیٰ) نے خود فرمایا ہے۔

"کہ میں اپنے باپ سے اپنی امت کی بخشش کے لئے
سفارش کروں گا۔ لہٰذا ان کے اس قول سے صاف ظاہر ہے
کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ ریاض نے قطع کلام کر کے کہا سنئے
اور غور سے سنئے سب سے پہلے خدا نے حضرت آدم کو بغیر
باپ کے پیدا کیا۔ ان کی ماں بھی نہ تھی۔ وہ خدا کا بیٹا کہلا
سکتے تھے۔ مگر کوئی انہیں خدا کا بیٹا نہیں کہتا۔ خدا نے حضرت
عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے دنیا اور دنیا والوں کو یہ بات
بتائی تھی۔ کہ زن و شوہر کا تعلق ہی تخلیق انسان کا باعث نہیں۔
بلکہ سب سے زیادہ اس کی قدرت کو دخل ہے۔ لیکن انسان
کی حماقت دیکھئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے خدا کی

وحدانیت اور قدرت کا قائل ہو کر اس کی درگاہ معبودی میں
سر نیاز جھکانے کی بجائے اس سے باغی ہو کر گمراہی کے
گڑھے میں جا پڑا۔ اور واہیات کلمات بکنے لگا۔ جب اس
کو علم نہیں ہے کس قدر بے جذبات ہے کہ خدا ہی نے اس
عالم کو بنایا ہے۔ جسے ہم دیکھتے ہیں اور اس عالم کو پیدا کیا ہے
جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اپنی لامحدود قدرت کا
خیال نہ کر کے ایک انسان کا باپ بن بیٹھے۔ یہ خدا پر ایک
زبردست بہتان ہے۔ پادری کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بولس نے
کہا یہ کونسل کا اجلاس ہے اسے مذہب کا دنگل نہ بنانا چاہئے۔
پادری نے کہا بے شک ہمارے پاس فضول بحث و تمحیص
کے لئے وقت نہیں ہے (ریاض سے) مسلم نوجوان سنو! اگر
تم عیسائی ہو جاؤ تو تم کو جاگیر دی جائے گی۔ عیسائی تمہارں
عزت و وقعت کریں گے تمہارے قدموں پر سیم و زر کے ڈھیر
لگا دیئے جائیں گے۔ تمہیں اختیار دیا جائے گا۔ جس عیسائی
دوشیزہ سے چاہو عقد کر لو کیا تم عیسائی ہونے کے لئے تیار
ہو؟ ریاض نے سنجیدگی سے جواب دیا نہیں۔"

پادری: اچھی طرح سوچ لو۔

ریاض: خوب سوچ لیا۔

پادری: اگر تم عیسائی نہ ہوئے تو ممکن ہے کونسل تمہارے قتل کا حکم
صادر کر دے۔

ریاض: کچھ پروا نہیں، دنیا چند روزہ ہے، سراب ہے یا سراب فانی ہے۔ چار دن کے عیش کے بدلے ابدی تکلیف کا سزاوار بننا عقلمندی کی دلیل نہیں ہے۔

پادری: دیکھو تم نوجوان ہو تم نے ابھی دنیا کو کچھ نہیں دیکھا فضول ضد کر کے اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو۔

ریاض: اس دولت اور پُرتعیش زندگی پر لعنت ہے جو خدا کو چھوڑ کر حاصل کی جائے۔ کبھی کوئی مسلمان اس کو منظور نہیں کر سکتا۔

پادری: کیا بالکل انکار ہے۔

ریاض: ہاں بالکل انکار ہے۔

اب پادری حوروش لبنیٰ سے مخاطب ہوا۔ اس نے کہا پری زاد دوشیزہ! تم عیسائی ہو جاؤ۔ تمہیں موتیوں سے سفید اور سونے سے زیادہ زرد کر دیا جائے گا۔ سینکڑوں کنیزیں تمہاری خدمت پر مامور کی جائیں گی۔ اور تم شہزادیوں جیسی شان سے رہو گی۔ پری جمال لبنیٰ نے ترنم خیز لہجہ میں جواب دیا: خدا کا قہر ایک لمحہ میں انسان کی دی ہوئی دولت، عزت اور ثروت مٹا سکتا ہے۔ کیوں کہ نہ دنیا کو ثبات ہے اور نہ دنیا کے رہنے والوں کو پھر کس زندگی پر خدا سے بغاوت کی جائے۔ یاد رکھئے مسلمانوں کا کوئی فرد بھی لالچ سے عیسائی نہیں ہو سکتا۔ پادری کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا اچھا تم دونوں انتظار کرو کہ کونسل تمہارے حق میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔

اب کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔ جو لوگ بیٹھے تھے سرگوشیاں کرنے لگے دیر تک آہستہ آہستہ بحث و تمحیص کے بعد بولس نے سر اٹھا کر ریاض سے کہا۔ مسلم نوجوان! کونسل نے تمہارے حق میں ہولناک فیصلہ صادر کیا ہے۔ ابھی

وقت ہے کہ تم اپنے جواب پر نظر ثانی کر کے عیسائی ہو جاؤ۔ تم نے انکار کیا تو مجبوراً کونسل کے فیصلہ پر عمل درآمد ہوگا۔ ریاض نے نہایت متانت سے کہا: آپ نے اور آپ کی کونسل نے جو فیصلہ کیا ہے۔ اس پر عمل کیجئے۔ میں اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا، بولس نے لبنیٰ سے کہا "پری جمال دوشیزہ تم عیسائی ہو جاؤ؟ لبنیٰ نے کہا ناممکن ہے۔ اب بولس سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "شیریں ادا لڑکی کونسل نے تم پر تمہاری جوانی پر رحم کر کے تمہارے لئے حکم صادر فرمایا ہے کہ تم زندہ رکھی جاؤ گی۔ لیکن کنیزیں اور خادماؤں کی طرح رہو گی۔

مسلم نوجوان تم سنو.......... بولس ٹھہر گیا۔ ریاض اور لبنیٰ اس طرف دیکھنے لگے۔ ریاض اطمینان سے دیکھ رہا تھا لیکن حوروش لبنیٰ غم و فکر بھری نظروں سے افسردگی سے آگے کو جھکی ہوئی بولس پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھی۔ بولس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "اے مسلم نوجوان! تم آج سے چوتھے روز قربانگاہ پر ذبح کر کے حضرت مسیح کی نذر[1] چڑھائے جاؤ گے۔"

ریاض نے نہایت اطمینان اور استقلال سے اپنی موت کا فتویٰ سنا مگر نازک اندام لبنیٰ اس جانگداز حکم کو سن کر مضطرب الحال ہو گئی۔ اس کے پُرنور چہرہ کا شہابی رنگ پرواز کر گیا۔ نازک لب کانپنے لگے۔ ہوش ربا آنکھوں سے غم و الم کا اظہار ہونے لگا۔

وہ پیکر ناز حسن کانپنے لگی۔ اس نے دبی آواز سے ایک دلدوز آہ نکلی۔ اس کا سر گھومنے لگا۔ وہ لڑکھڑائی۔ اس کی برق پاش آنکھیں بند ہونے

---

[1] 66ء میں عیسائی انسانوں کی قربانی جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ ارسوس نے اپنی بیٹی ماریہ کی شب زفاف کے لئے ایک سو بیس امراء عرب کو قربان کرنے کی شرط رکھی تھی (از فتوحات اعجم صفحہ ۲۶)

لگیں۔ ریاض اس کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا اور بے چین ہو کر دیوانوں کی طرح اس کی طرف بڑھا۔ قبل اس کے کہ وہ اس کے قریب پہنچے وہ غش کھا کر گری۔ خیریت یہ ہوئی کہ ریاض نے لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ ریاض کو اپنی موت کا فتویٰ سننے کا اتنا رنج نہ تھا۔ جس قدر لبنیٰ کے بیہوش ہو جانے کا تھا۔ اس نے وفور محبت سے بے خود ہو کر اس حور ادا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ دراصل وہ اس پیکر غم کو اپنے سینہ میں رکھنا یا جان دے کر اسے غم سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ مگر غم وہ چیز نہیں ہے جو بانٹا جا سکے۔ ریاض بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔

بولص نے تحکمانہ لہجہ میں گرجتی ہوئی آواز سے اس افسر سے خطاب کرتے ہوئے جو ریاض اور لبنیٰ کو اپنی حراست میں لایا تھا کہا۔ اس اجل رسیدہ کو یہاں سے لے جاؤ۔

خونخوار افسر اس کی طرف بڑھا اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا تم دوشیزہ نازنین کو فرش پر ڈال دو اور میرے ساتھ چلو۔

یہ سنتے ہی ریاض کا دل دہل گیا۔ وہ لبنیٰ کو پھولوں کی پتیوں سے زیادہ نازک سمجھتا تھا۔ اس کا دل کیسے گوارا کرتا کہ اس نازک اندام کو جس کو وہ اپنے دل میں رکھنا چاہتا تھا، فرش پر ڈال دے۔

اس نے ترنم خیز لہجہ میں کہا بے درد انسان تو! مجھ پر نہیں اس غمزدہ لڑکی پر تو رحم کرو۔

بولص نے پھر کہا ''اس گستاخ نوجوان کو فوراً لے جاؤ۔''

افسر نے ہتھیلی بجائی۔ چند سپاہی خیمے میں داخل ہوئے۔ افسر نے کہا

اس نوجوان کے ہاتھوں سے اس دوشیزہ لڑکی کو چھین کر فرش پر ڈال دو اور اسے اپنی حراست میں لے کر چلو۔

فوراً سپاہی ریاض کو لپٹ گئے پہلے تو ریاض نے کوشش کی کہ وہ پری زاد لبنیٰ کو اپنے کلیجہ سے علیحدہ نہ کرے۔ مگر فوراً ہی اسے خیال آیا کہ کہیں چھینا جھپٹی میں پری رُخسار لبنیٰ کو چوٹ نہ آ جائے۔ اس نے آہستہ سے اپنی آرام جاں کو فرش پر لٹا دیا۔ اور کھڑے ہو کر بولص سے کہا ''ظالم بادشاہ بیکسوں پر ظلم کر کے خدا کے قہر کو بیدار نہ کر بولص مسکرایا اور اس نے کہا۔ اپنے خدا سے کہو کہ وہ تمہاری امداد کے لئے آئے۔

ریاض غم واندوہ کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا میں خدا کو پکاروں گا۔ اس خدا کو جو بیکسوں کی سنتا ہے۔ اور ان کی مدد کرتا ہے۔ او مغرور بادشاہ سن! جس طرح سے آج تو نے میرے دل کو توڑا ہے۔ خدا جلد سے جلد تیرے رشتۂ حیات کو توڑے گا۔ اور موت تجھ کو اچانک آ دبوچے گی۔

بولص نے ترش ہو کر افسر سے کہا ''کیا واہیات ہے کیوں اس بے ادب بدتمیز اور گستاخ نوجوان کو نہیں لے جاتے۔''

فوراً سپاہی اس کو اپنی حراست میں لے کر روانہ ہوئے۔ ریاض پھر پھر کر حسرت و افسوس بھری نظروں سے ''عرب کا چاند'' کو زمین پر پڑا ہوا بے ہوش دیکھ لیتا تھا۔ اس وقت وہ نیم مردہ ہو چکا تھا۔ ظالم و بے درد سپاہی اس زندہ لاش کو لے کر خیمہ کے باہر چلے گئے۔

○○○

تیرھواں باب

عاجزانہ درخواست

حسن و جمال پری زاد لبنیٰ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے سیاہ گیسو اس کے چاند سے چہرے پر بکھر گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چودھویں رات کے چاند پر سیاہ بادلوں کے تاروں کا جال پورا ہو گیا۔ اب بھی تجلی حسن سیاہ گیسوؤں کے جال میں سے چھن چھن کر نکل رہی تھی۔ پادری بولص، معزز عیسائی، میرونہ اور قیطارس اس حیرت انگیز مجسمہ حسن لبنیٰ کے حسن عالم افروز کو دیکھ رہے تھے۔

اس وقت خیمہ میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ جو غم افزا منظر خیمے میں رونما تھا۔ اس کو دیکھ کر انسانیت کا اقتضا تھا کہ نازک اندام لبنیٰ کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جاتا۔ اس کی خبر لی جاتی اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی جاتی مگر ان لوگوں کے دل رحم و ترحم کے جذبات سے خالی تھے۔ وہ اس قدر بے رحم تھے کہ رحم کے نام تک سے بھی آشنا نہ تھے۔

تھوڑی دیر میں بولص نے کہا۔

میں نے تمام لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب جنگ کو ٹالا جائے۔ تھوڑی دیر میں لشکر روانہ ہو جائے گا۔ مشورہ دیجئے کہ اس حسین دوشیزہ کو کس کے پاس رکھا جائے۔

چوں کہ لبنیٰ بہت حسین تھی اس لئے ہر شخص اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے تیار تھا۔ مگر سب سے زیادہ قیطارس حریص نظر آتا تھا۔ قبل اس کے کہ کوئی اور بولے اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

لبنیٰ کو میں اسیر کر کے لایا ہوں میں ہی اسے اپنی حفاظت میں رکھنے کا مستحق ہوں۔

بولص کچھ کہنا چاہتا تھا کہ۔ ایک پادری نے کہا بے شک اس دوشیزہ کو قیطارس ہی کی حفاظت میں دینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ قیطارس کی ہمشیرہ میرونہ کی ترغیب سے یہ حسینہ عیسائی ہو جائے گی۔

بولص نے کہا" لیکن قیطارس میدان جنگ میں نہ جائیں گے ان کی ہمشیرہ بھی ان کے ہمراہ ہوگی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان دھوکہ دے کر اس حسینہ اور میرونہ دونوں کو ہی نہ نکال لے جائیں۔

پادری نے حیرت انگیز نظروں سے بولص کو دیکھ کر کہا کیا تین لاکھ عیسائیوں میں سے مسلمان دو لڑکیوں کو نکال لے جائیں گے۔

بولص: مقدس باپ مسلمان انسان نہیں ہیں ان کا ہر کام ورطۂ حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

قیطارس: اطمینان رکھیئے مسلمان میرے کیمپ میں سے اس دوشیزہ کو نہیں لے جا سکتے۔

بولص: آپ مسلمانوں کو نہیں جانتے وہ آفت کے پرکالے ہیں جس
جگہ ان کے موجود ہونے کا گمان نہیں ہوتا وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اب
دیکھئے آپ نے دو مسلمانوں کو گرفتار کر کے اپنے لشکر کی حراست میں دیا۔ وہ
اچانک آپ کے لشکر پر آپڑے اور اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے گئے۔

پادری بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ ''اچھا یہ کیجئے کہ شہزادی میرونہ کو معہ
اس دوشیزہ کے قلعہ دہشوار میں شاہ ارسوس کے پاس چھوڑ دیجئے۔''

بولص: یہ مناسب ہے۔ اگر قیطارس کو بھی اس تجویز سے اتفاق ہے۔

قیطارس کو تجویز پسند نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ارسوس والئ دہشوار عیاش
ہے اس کی اوباشی کی داستانیں زبان زد عوام ہیں۔ لہٰذا وہ اس کی طرف
سے مطمئن نہ تھا اول تو اس کی ہمشیرہ بہت زیادہ حسین تھی۔ دوسرے لبنیٰ
دنیائے حسن کا آفتاب تھی۔ اسے اندیشہ ہی نہیں بلکہ کامل یقین تھا کہ ارسوس
ان دونوں پر ڈورے ڈالے بغیر نہیں رہے گا۔ لیکن مخالفت کرتے ہوئے
اس لئے ڈرتا تھا کہ کہیں عیسائیوں میں نا چاقی پیدا نہ ہو جائے۔ اس وقت
جب کہ عیسائی دنیا صلیبی جہاد کے لئے متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو نیست و
نابود کرنے کے لئے اٹھی تھی۔ نا اتفاقی کا بیج بو کر عیسائی دنیا کو کمزور کرنا تھا۔
اس لئے وہ خاموش رہا۔

پادری نے کہا: قیطارس کو اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔

بولص نے کہا: بس تو شہزادی میرونہ اور اس عرب دوشیزہ کو قلعہ دہشوار
میں بھیج دیا جائے۔

بولص نے ہتھیلی بجائی ایک خادم خیمہ کے اندر داخل ہوا بولص نے

اس سے کہا تم شاہ ارسوس سے کہو کہ کونسل انہیں یاد کر رہی ہے۔

خادم نے سر تسلیم خم کیا اور چلا گیا۔ لبنیٰ ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔
غریب بیکس و بے بس لڑکی کی خبر سننے والا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ارسوس
خیمہ میں داخل ہوا۔

وہ بولص کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بولص نے اس سے کہا۔

کونسل نے یہ تجویز کیا ہے کہ تا اختتام جنگ آپ شہزادی میرونہ اور
اس مسلم دوشیزہ کو جو فرش پر پڑی ہے، بے ہوش ہے، اپنی حفاظت میں لے
کر دہشوار میں رکھیں۔

ارسوس جوان العمر تھا۔ اس کی عمر تیس بتیس سال کے قریب تھی
صورت سے نہایت چالاک اور فریبی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میرونہ اور لبنیٰ
کو دیکھا۔ اس کی نظر لبنیٰ کے چہرے پر آ کر رکی۔

اس نے فوراً کہا جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوبی
انجام دوں گا۔ بولص نے کہا تمام لشکر کوچ کرنے والا ہے۔ لہٰذا تم فوراً ان
دونوں لڑکیوں کو قلعہ دہشوار میں پہنچا دو۔

ارسوس: لیکن یہ عرب لڑکی ہے، بے ہوش ہے۔

بولص: اپنے آدمیوں کو بلاؤ وہ اسے ہوش میں لے آئیں گے۔

ارسوس کے ساتھ ایک خادم بھی تھا اس سے کہا ''میخائیل! تم اس پری
کو ہوش میں لاؤ۔''

میخائیل ارسوس کا ملازم تھا۔ خاص اور راز دار تھا۔ وہ اپنے آقا سے کئی
گنے زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ جلدی سے لبنیٰ کے پاس پہنچا اس نے

اسے غور سے دیکھا۔

لبنیٰ بے حد حسین تھی۔ اس کے سیاہ ریشم جیسے گیسو دراز ملائم بال اس کے رُخ تاباں پر پڑے ہوئے تھے۔ ان زلفوں سے حسن کی شعاعیں چھن چھن کر اس طرح سے نکل رہی تھیں، جس طرح سے شب چہارم میں ہلکا ابر آجانے پر چاند کی شعاعیں نکلا کرتی ہیں۔

میخائیل اس حسن کی دیوی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب اس کی حیرت دور ہوئی تو اس نے اس کے تن نازک کو ٹٹولا۔ وہ اٹھ کر خیمہ سے باہر آگیا اور لکڑی کے ایک آبخورہ میں پانی لے کر آیا۔ اس نے اس کے منور چہرے سے سیاہ گیسوؤں کے جال کو ہٹایا۔ اس کا چہرہ زلفِ شبگوں کے ہٹنے سے بالکل ایسا چمکنے لگا۔ جیسے چاند بادل کے ہٹ جانے سے چمکنے لگتا ہے۔

میخائیل نے پانی کے چند چھینٹے اس بُت طناز کے چہرہ پر دیئے لبنیٰ کو ہوش آچلا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی ہوش رُبا آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے گردوپیش نظر کی اس کے نازک لبوں سے خفیف سی آواز کراہنے کے طور پر نکلی۔

میخائیل جو اس کے اوپر جھکا ہوا تھا پیچھے ہٹ گیا۔ لبنیٰ نے چند گہرے گہرے سانس لئے ان سانسوں کی آمدورفت سے اس کا گداز سینہ جب ابھرتا اور دبتا تھا تو دیکھنے والے کے لئے ایک جانستان منظر پیش کرتا تھا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد حور وش لبنیٰ کو بالکل ہوش آگیا۔ اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنا چاہا۔ لیکن وہ ستم روزگار تھی اور اس کو وقوعِ غم و آلام نے نازک بنا دیا۔

وہ اٹھ نہ سکی تو میخائیل نے اس سے کہا۔

اے پیکر حسن و ناز ابھی تھوڑی دیر اور اٹھنے کی کوشش نہ کرو۔

لبنیٰ ابھی ہوش میں آئی تھی اگرچہ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں لیکن ابھی اس نے یہ نہ سمجھا تھا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اس کے نزدیک کون بیٹھا یا کھڑا ہے۔

اب جب کہ میخائیل نے اسے تھوڑی دیر اور کوشش نہ کرنے کی تلقین کی تو اس نے اپنی حالت کو محسوس کیا۔

ایک غیر مرد اور وہ بھی غیر مذہب والے کو اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھ کر دوشیزہ کی حیا نے اسے ٹھوکے دے دے کر اٹھ بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔

وہ اپنے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھی۔ اس نے اپنے چاند سے زیادہ روشن چہرے پر جھک آنے والی زلف شبگوں کو اپنے نازک ہاتھ سے ہٹا کر پیچھے ڈالا اور اپنے نازک سر پر دوپٹہ کا آنچل کھینچتے ہوئے اٹھنے کا قصد کیا۔ لیکن وہ اس قدر نڈھال اور کمزور ہو چکی تھی کہ اٹھتے بیٹھتے وقت اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔

میخائیل نے پھر کہا ”اے حسن و جمال کی دیوی! تم کمزور ہو ابھی اٹھنے کی کوشش نہ کرو۔“

غریب بیکس لڑکی اپنی کمزوری کو محسوس کر رہی تھی لیکن اس کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا تھا۔ اسے گوارہ نہ ہوا کہ وہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھی رہے وہ بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کھڑے ہونے پر اس کے پیر ڈگمگانے لگے۔ میخائیل اسے سہارا

دینے کے لئے بڑھا۔ اس نے اس کے گداز بازوؤں کو پکڑ لیا۔

لبنی اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے پیچھے ہٹی اس طرح سے کہ جیسے اس کے بازوؤں پر سانپ لپٹ گئے ہوں۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر خیمہ کے چوب کے سہارے سے جا لگی۔ اب باہر شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ نقارے زور زور سے بجنے جانے لگے۔ بولس نے کہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لشکر روانگی کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ اب ہم سب کو اس خیمہ سے باہر چلے جانا چاہئے۔ یہاں میرونہ، عرب دوشیزہ، ارسوس اور میخائیل کو رہنے دو۔

لشکر روانہ ہونے کے بعد ارسوس اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ان لڑکیوں کو لے کر قلعہ دہشوار کی جانب روانہ ہو جائیں۔

یہ کہتے ہی بولس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سب لوگ اٹھے۔ یہ سب معہ میرونہ کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمہ میں صرف لبنی ہی رہ گئی۔ تنہائی ہونے سے وہ گزشتہ واقعات پر غور کرنے لگی۔

خیمے سے باہر نکلتے ہی بولس اور اس کے ساتھ والوں نے دیکھا کہ تمام لشکر روانہ ہونے پر تیار ہے خیمے چھولداریاں اور سائبان وغیرہ باربرداری میں لاد کر روانہ کر دیئے ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو میدان خیموں کا شہر معلوم ہوتا تھا اب ویران نظر آنے لگا تھا۔ پیادے سب سے آگے سواروں کے پیچھے دور تک میلوں میں پھیلے ہوئے کھڑے تھے۔

عیسائیوں کے سینکڑوں علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ نقارے نہایت زور شور سے بجائے جا رہے تھے۔ بولس اور اس کے ہمراہیوں کے لئے زین کسے گھوڑے کھڑے تھے۔

بولس فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے بعد پادری اور معزز عیسائی سوار ہوئے۔ بولس نے ارسوس سے کہا:

دیکھو نہایت ہوشیاری اور حفاظت سے ان دونوں لڑکیوں کو لے کر قلعہ دہشوار میں چلے جانا۔ مسلمانوں سے بچے رہنا وہ اکثر اچانک اس وقت آ جاتے ہیں جب کہ ان کے آنے کا وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔

ارسوس مسکرایا، اس نے کہا آپ مطمئن رہیں مسلمان مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

بولس معہ پادریوں اور معزز عیسائیوں کے چلا گیا وہ اپنے لشکر میں پہنچا اس نے لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔

ٹڈی دل لشکر روانہ ہونا شروع ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں لشکر تھا۔ میلوں لمبے اور چوڑے میدان میں پھیلا ہوا تھا وہ، پیادہ کی پہلی صف قومی نعروں کو بلند کرتی ہوئی روانہ ہوئی۔

اس کے بعد دوسری اور پھر تیسری غرض کہ اسی طرح سے تمام صفوں نے حرکت شروع کی۔ سب سے آخری صف تقریباً ایک گھنٹہ میں روانہ ہوئی۔ اس وقت آفتاب بہت زیادہ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی۔ عیسائی سپاہی اور سواروں کی زرق برق وردیاں ان کے صیقل کئے ہوئے ہتھیار، افسروں کی ریشمیں پوشاکیں بادشاہوں کی سنہری

کلغیاں اور زیورات دھوپ میں چمک رہے تھے۔

یہ لشکر نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے بلند ہونے والے غبار نے اس لشکر کو اپنے دامن میں چھپا لیا جب عظیم الشان لشکر میرونہ، ارسوس اور میخائیل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تو ارسوس نے میرونہ سے کہا:

مہ جبیں شہزادی! میں اور میخائیل تیار ہو کر آتے ہیں۔ اتنے میں تم بھی تیار ہو جاؤ۔

میرونہ نے کہا میں تیار ہوں، آپ تیار ہو کر آ جائیے۔

ارسوس اور میخائیل جنوب کی طرف روانہ ہوئے۔ میرونہ کو اس وقت تمام میدان خالی نظر آ رہا تھا۔ صرف مشرق کی طرف وہ غبار اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جو لشکر اپنے پیچھے پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا تھا۔

لیکن جب میرونہ نے جنوب کی طرف دیکھا تو اسے چند خیمے اور چھولیدایاں کھڑی نظر آئیں۔ میرونہ سمجھ گئی کہ یہ مختصر لشکر ارسوس والیٔ دہشوار کا ہے۔

اب میرونہ واپس لوٹ کر خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔ خیمہ میں تنہا لبنیٰ تھی وہ اب تک چوب کے سہارے لگی ہوئی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔ اس کی مست سیاہ اور نشیلی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ جو اس کے منور عارض پر بہہ کر بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ نور کی لہریں حسن کے میدان میں بہہ رہی ہوں۔

میرونہ اس کے قریب پہنچی اس نے حور وش کو روتے ہوئے دیکھا۔ وہ

ایک منٹ تو اسے دیکھتی رہی۔ خیال ہوتا تھا کہ میرونہ کا پتھر جیسا دل لبنیٰ کے رونے سے پسیج جائے گا۔ مگر اس سنگ دل نے نہ اسے تسلی دی اور نہ اس سے اظہار ہمدردی کیا۔

وہ آگے بڑھی لبنیٰ نے اسے روک کر بھرائی ہوئی آواز سے کہا میرونہ! ستم زدہ لڑکی کا گلا بھر آیا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ میرونہ رک گئی۔

میرونہ نے دریافت کیا، کیا کہتی ہو؟

لبنیٰ اس کے قریب پہنچی اس نے کہا کیا ریاض قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائے گا؟

سنگدل میرونہ نے بلا اس بات کا خیال کئے ہوئے کہ اس کا جواب شکستہ دل لڑکی کے دل کے ٹکڑے کر دے گا۔ جواب دیا: یقیناً۔

لبنیٰ سہم گئی، وفور رنج و قلق سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اس کا چہرہ بالکل سفید ہو گیا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے غم و افسوس کا اظہار ہونے لگا۔ اس کے لب کانپنے لگے۔

اس نے رنج و غم ضبط کرنے کے لئے اپنے نازک عنابی لبوں کو اپنے موتی جیسے چھوٹے چھوٹے اور سفید دانتوں سے دبا لیا۔ میرونہ اس کی یہ کیفیت نہایت غور اور دلی مسرت سے دیکھتی رہی گویا وہ لبنیٰ کو جس قدر غم آلود دیکھتی اسی قدر مسرور ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد لبنیٰ نے پھر کہا میرونہ ستم زدوں پر احسان کرو۔ ریاض کو بچا لو۔

میرونہ نے ایسی نظروں سے جن میں حسد اور غصے کی مخلوط غضبناکی

پائی جاتی تھی لبنیٰ کو دیکھ کر کہا: گویا اس لئے ریاض کو بچالوں کہ وہ تم پر فریفتہ ہے۔

لبنیٰ نے شرمیلی مگر غمزدہ نظروں سے جفا پرور میرونہ کو دیکھ کر کہا: نہیں، بلکہ اس لئے کہ تم اس پر فریفتہ ہو۔

میرونہ نے بیساختگی کے ساتھ کہا بے شک اس پر فریفتہ تھی۔ مگر اب نہیں۔

لبنیٰ: کیوں؟

میرونہ: اس لئے کہ وہ تم پر فریفتہ ہے۔ تمہارا فدائی ہے۔ تمام دنیا کو لڑکیوں سے تم کو زیادہ حسین سمجھتا ہے۔

لبنیٰ: اگر تم چاہو تو اسے بچا سکتی ہو۔

میرونہ: ہاں بچا سکتی ہوں۔ بولس کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ میں اس سے کہوں اور وہ ریاض کو معاف نہ کردے۔

لبنیٰ نے عاجزانہ انداز سے کہا خدا کے لئے اسے بچالو۔

میرونہ نے ترش روئی سے جواب دیا۔ میں کبھی اسے نہ بچاؤں گی۔ بیوقوف لڑکی! سن مجھے اس سے محبت ہوگئی تھی۔ لیکن جس قدر محبت ہوئی تھی اس سے زیادہ اب نفرت ہوگئی ہے۔

لبنیٰ کے آنسو برابر جاری تھے۔ غمزدہ لڑکی رو رہی تھی۔ بڑھتے ہوئے غم کی وجہ سے سسکیاں بھر رہی تھی۔ غم کرتے کرتے اور روتے روتے اس کی حالت ایسی خراب ہوگئی تھی کہ سنگدل سے سنگدل کو بھی اس پر رحم آجاتا لیکن رحم نہ آیا تو میرونہ کو۔

لبنیٰ نے انتہائی عاجزی سے کہا میرونہ، اس قدر سنگدل نہ بنو مجھ پر نہیں تو اس پر رحم کرو۔ جس کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہوگئی تھی۔

میرونہ نے خفگی کے لہجے میں کہا۔ بیوقوف نہ بنو تم عیسائی لڑکیوں سے واقف نہیں ہو جب ہمیں کسی سے نفرت ہوجاتی ہے تو ہم اس کے لئے نہایت خطرناک ہوجاتی ہیں۔

لبنیٰ اس کے سامنے دوزانو کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے نازک نازک ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ شہزادی صاحبہ غصہ تھوک دو۔ ایک عربی لڑکی پر احسان کرو۔

سنگدل میرونہ نے غصہ بھری نظروں سے ستم زدہ لبنیٰ کو دیکھا۔ اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر غصہ سے زمین پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا کمبخت لڑکی دور ہوجاؤ۔ میں ریاض کو اپنے سامنے بھینٹ چڑھتا ہوا دیکھوں گی۔

لبنیٰ نے اس کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا۔ آہ رحم کرو! میرونہ نے اسے غیض بھری نظروں سے دیکھا پھر دھیمی ہوئی اور اس نے کسی قدر نرم لہجہ میں کہا ''اچھا اے عربی لڑکی اٹھ''

لبنیٰ کی جان میں جان آئی۔ جس طرح سے ایک ڈوبنے والے انسان کو کوئی ساحل پر کھڑا ہو کر کہہ دے کہ سنبھل میں آرہا ہوں۔ خواہ وہ اس تک پہنچ ہی نہ سکے لیکن ڈوبنے والے کو قدرے سہارا مل جاتا ہے۔ اس طرح سے لبنیٰ کو سہارا ملا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے۔ میرونہ نے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں ریاض کو بچالوں لبنیٰ نے عاجزی سے کہا ہاں میری یہی تمنا ہے۔

میرونہ: اس کی صرف ایک ہی تدبیر ہے۔

لبنیٰ: کیا؟

میرونہ: اول تو اقرار کرو کہ تم اس سے کوئی سروکار نہ رکھو گی اور ہمیشہ کے لئے اس سے دست بردار ہو جاؤ گی۔

یہ سن کر لبنیٰ کے کلیجہ پر ایک گھونسہ لگا۔ لیکن فوراً ہی اس نے سوچا کہ ریاض کی زندگی کے لئے وہ خود مصائب اٹھائے گی۔ اس نے استقلال بھرے لہجے میں کہا مجھے منظور ہے۔

میرونہ: دوسرے تمہیں عیسائی مذہب اختیار کرنا ہوگا۔

لبنیٰ کی امید ٹوٹ گئی۔ اس کے چہرے پر جو خفیف سی مسرت کی جھلک نمودار ہوئی تھی وہ غائب ہوگئی۔ وہ پھر مجسمہ غم بن گئی۔ اس نے غمگین ہو کر اپنا نازک سر جھکا لیا۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ بولو یہ بھی منظور ہے؟

لبنیٰ نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ اس نے کہا یہ منظور نہیں ہے۔

میرونہ نے جلدی سے کہا تو بس ریاض کو نہیں بچایا جا سکتا!

لبنیٰ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ اس نے خیمہ کی چھت کی طرف دیکھا گویا وہ سب طرف سے مایوس ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جو انتہائی غم اور انتہائی بے کسی میں کام آتا ہے۔ وہ خدا ہے اس نے نیلی چھت والے کی طرف دیکھا۔ کاش وہ سنگدل پیکر جفا لڑکی کی خوشامد کرنے کے بجائے پہلے ہی اس کی طرف دیکھتی وہ بیکسوں کا حامی، ستم زدوں کا یار اور سب کی بگڑی کا بنانے والا۔ لیکن جب تک انسان یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص کے ذریعہ سے کام ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک اپنی کوشش دوسروں کی

بجائے خوشامد میں صرف کرتا رہتا ہے۔ جب وہ ہر طرف سے ناامید ہو جاتا ہے۔ تو اس آخری سہارے کی طرف دیکھتا اور اس سے لو لگاتا۔ اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کا یہی دستور ہے۔ خدا کی مرضی دیکھئے لبنیٰ کو ڈھارس سی ہوگئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی غیبی طاقت اس کی اور ریاض کی امداد کرے گی۔ اس نے آنسو پونچھ ڈالے تھوڑی دیر کے بعد میکائیل اور ارسوس خیمہ میں داخل ہوئے ارسوس پیکر حسن لبنیٰ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ارسوس نے قریب آ کر کہا۔ میرا ارادہ ابھی روانہ ہونے کا نہیں ہے۔ میں دو چار روز اس جگہ ٹھہروں گا۔ لبنیٰ کو نہیں لیکن میرونہ کو یہ سن کر حیرت ہوئی اس نے دریافت کیا: آپ کیوں ٹھہرنا چاہتے ہیں؟ ارسوس نے کہا میری مرضی! میرونہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

○○○
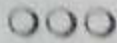
ناظرین کرام! اگر آپ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے مجاہدانہ کارنامے اور اس تاریخ کا مکمل حال مع حسن و عشق کی دلچسپ داستان کے پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو اسی ناول کا دوسرا حصہ "بہادر دولہن" ملاحظہ فرمائیں۔

بهادر دُولهن

عرب کا چاند، دوسرا حصہ

مصنف

مورخِ اسلام مولانا صادق حسین سردھنوی

جس میں

اسلامی سرفروشوں کے جنگی کارنامے پیش کرتے ہوئے بیس ہزار مسلمانوں سے تیس لاکھ عیسائیوں کی جنگ، مسلم خواتین کے لئے بے نظیر واقعاتِ شجاعت دکھائے گئے ہیں۔

پہلا باب

چاہ کن را چاہ در پیش

عیسائی لشکر نہایت شان و شکوہ سے کوچ کر رہا تھا۔ وہ جس طرف سے ہو کر گزرتا اس طرف کی زراعت کو ایسا روند ڈالتا تھا۔ اور کھیت ایسے چٹیل میدان ہو جاتے تھے گویا ان میں کاشت ہی نہیں کی گئی تھی۔

لشکر گزر جانے کے بعد جب غریب کاشتکار اپنے ویران کھیت کو دیکھتے تو بے چارے سر پکڑ کر رہ جاتے تھے۔ وہ بد دعاء دیتے تھے کہ اے خداوند عالم اس لشکر کو پھر اس طرف نہ لائیو۔

ایک شب اس لشکر نے دشوار کے قریب قیام کیا۔ اور دوسرے دن آفتاب طلوع ہوتے ہی پھر روانہ ہوا۔ شام کے وقت وہ اس میدان میں پہنچا جس جگہ مسلمان فروکش تھے اور کچھ عیسائی لشکر پہلے ہی خیمہ زن ہو گیا تھا۔ یہ لشکر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آ رہا تھا۔ چند ایک سربرآوردہ مسلمان اپنے لشکر کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر عیسائی لشکر کی آمد کا تماشا دیکھنے لگے۔

اس وقت آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر چکا تھا۔ دھوپ کی سفید

رنگت زردی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وقت نہایت خوشگوار ہو گیا تھا۔

اگرچہ مسلمانوں کا لشکر عیسائی لشکر سے کئی میل کے فاصلے پر خیمہ زن تھا۔ لیکن مسیحی لشکر نعرے لگاتا، طبل جنگ بجاتا نرسنگھے پھونکتا ہوا اس دھوم سے آرہا تھا کہ زمین دہل رہی تھی۔

فضا تھرتھرا رہی تھی۔ مسلمانوں تک ان کے نعروں اور طبل جنگ وغیرہ کی آوازیں آرہی تھیں۔

جو مسلمان ٹیلے پر چڑھے ہوئے تھے ان میں حضرت خالدؓ، عمرؓ، ضرارؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیق، عبداللہ بن عمرؓ بن الخطابؓ اور چند سربرآوردہ عرب تھے۔

ان لوگوں نے دیکھا کہ حد نگاہ تک شمالاً وجنوباً عیسائی لشکر پھیلا ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے افق مغرب میں مسیحی لشکر پیدا ہو کر آرہا ہے۔ یہ لشکر آکر وسیع میدان میں خیمہ زن ہو رہا تھا۔ دن چھپنے تک برابر لشکر کی آمد جاری رہی۔

جب آفتاب غروب ہو گیا اور مسیحی لشکر آتا ہی گیا تب مسلمان ٹیلے سے نیچے اتر آئے انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی، عیسائی لشکر آفتاب غروب ہونے کے تین گھنٹے بعد تک آتا رہا اگرچہ قمری مہینے کی وسطی تاریخیں تھیں چاند اپنی پوری آب وتاب سے نکل آیا تھا۔

چاندنی نے ہر طرف اپنا بسیرا کر لیا تھا۔ مگر لشکر کی آمد کی وجہ سے گردوغبار اس قدر ابھر رہا تھا کہ فضا پر گرد کی ایسی تہہ جم گئی تھی جس نے چاندنی کو زمین پر آنے سے روک دیا تھا۔

جب سارا لشکر آگیا تو اس نے وسیع میدان کو ہر طرف سے ڈھک لیا تھا خیمے جلد جلد نصب کر دیئے گئے۔ چھولداریاں اور سائبان گاڑ دیئے گئے دم کے دم میں میدان خیموں کا شہر نظر آنے لگا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے لشکر سے چھ میل پیچھے ہٹ کر اپنا کیمپ ڈالا تھا۔ گویا مسلمان اور مسیحیوں میں چھ میل کا فاصلہ تھا۔ یوں تو یہ میدان ہر طرف سے کھلا تھا لیکن جگہ جگہ ایک ایک دو دو فرلانگ کے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے اور بڑے بڑے ہزاروں ٹیلے تھے۔

میدان میں اکثر جگہ اور بعض بعض ٹیلوں پر درخت یا درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے مسیحی لشکر نے شب بھر آرام کیا۔ دوسرے دن بھی مسیحی میدان کارزار میں نہ نکلے۔ گویا دونوں متواتر سفر کرنے سے اس قدر تھک گئے تھے کہ وہ چار دن آرام کئے بغیر تکان دور نہ ہو سکتی تھی۔ تیسرے دن بولص گھوڑے پر سوار ہوا اور چند والیان ملک کی معیت میں اپنے لشکر سے نکل کر اسلامی لشکر کی طرف چلا۔

اس نے میدان کو دیکھا تمام میدان سبزہ زار تھا۔ وہ دو میل چل کر ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھا یہاں سے اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ اگرچہ اسلامی لشکر پھیل کر پڑا ہوا تھا۔ لیکن اس کی تعداد ہی کیا تھی۔ صرف تیس ہزار نفوس۔ عیسائی لشکر کے مقابلے میں اس کی کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

بولص نے اس مختصر لشکر کو نظر حقارت سے دیکھا۔ اس نے کہا واہ واہ صرف اس قدر لشکر پر مسلمانوں کو ناز ہے۔

حلف توبہ کے بادشاہ نے کہا اسی مختصر لشکر نے دنیا کو زیر وزبر کر دیا

ہے۔ ملک شام انہوں نے فتح کر لیا ہے۔ ہرقل اعظم کی سلطنت کی انہوں نے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ایران پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ کیانی سلطنت کی میخ تک اکھاڑ دی۔ میں نے یہ کہیں نہیں سنا۔ کہ اسلامی لشکر کی تعداد کسی بھی معرکہ میں ابھی تک ایک لاکھ تو کیا پچاس ہزار بھی نہیں ہوئی۔ حالانکہ مسیحی اور مجوسی بڑی بڑی جمعیت سے حملہ آور ہوئے۔

معرکہ قادسیہ میں مسلمان صرف تیس ہزار تھے اور ایرانی کئی لاکھ یرموک میں مسلمان صرف ستر ہزار تھے اور مسیحی دس لاکھ انطاکیہ میں مسلمان ستائیس ہزار تھے۔ اور مسیحی گیارہ لاکھ لیکن ہمیشہ مسلمان ہی فتحیاب ہوئے۔

بولص نے چیں بجبیں ہو کر کہا۔ واہیات ہے مسلمان انسان ہیں یا جن ہیں چوں کہ آج مسلمانوں میں جوش ہے اس لئے ایک مسیحی شاید ایک مسلمان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ دو مسیحی ایک مسلمان کا مقابلہ نہ کر سکیں تم دیکھو گے کہ میں کس قدر جلد ان مسلمانوں کو نیست و نابود کرتا ہوں۔

قیطارس نے کہا حضرت مسیح ایسا ہی کریں۔

اب لوگ ٹیلہ سے نیچے اتر آئے اور اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے راستہ میں مکسوح بجاوت کے بادشاہ نے کہا۔ اس اسلامی لشکر کا سپہ سالار خالد بن ولید ہے۔........ سنا ہے کہ وہ بڑا بہادر ہے اور اس نے بڑے بڑے معرکے فتح کئے ہیں۔ مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔ اگر کسی طرح وہ قابو میں آجائے تو شاید مسلمان شکست کھا کر بھاگ جائیں۔

بولص نے کہا اس کا قابو میں آنا کون سی بڑی بات ہے میں نے ایک

تجویز سے مار ڈالنے یا قید کرنے کی سوچ لی ہے۔

مکسوح نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

بولص: کل میں صبح سویرے چند ٹیلوں کے گرد دلیر عیسائیوں کو چھپا دوں گا۔ مجھے حملہ آور ہوتے دیکھ کر میرے جانباز سپاہی میری امداد کے لئے دوڑ آئیں گے۔ اس وقت میں یا تو اسے گرفتار لوں گا یا قتل کر ڈالوں گا۔

مکسوح نے خوش ہو کر کہا نہایت معقول تجویز ہے!

علیف نے فرط مسرت سے قہقہہ لگایا اور کہا کہ نہایت عمدہ تجویز ہے۔ اس طرح ہم خالد کو جو مسلمانوں کا شجاع ترین فرد ہے ضرور گرفتار کر لیں گے۔

مکسوح: میں سمجھتا تھا کہ چھوٹے آدمی تجاویز سوچ کر بڑے آدمی کو بتاتے ہیں بڑے ان پر عمل کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں چھوٹے آدمیوں کو کوئی نہیں پوچھتا مگر آج معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا۔ تجاویز بھی بڑے آدمی ہی سوچتے ہیں اور عمل بھی بڑے آدمی ہی کرتے ہیں اس لئے نام بھی ان کا ہی ہوتا ہے۔

علیف: ہمارے بادشاہ بولص نہایت ذہین، بڑے تیز فہم اور کمال دور اندیش ہیں جو بات سوچتے ہیں لاجواب اور اچھی ہوتی ہے میں تو ان کی ہر بات کو آسمانی وحی کی طرح سمجھتا اور تسلیم کرتا ہوں۔

بولص اپنی تعریف سُن کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا گویا اس نے اپنے خیال میں اپنی تجویز پر عمل درآمد بھی کر لیا تھا۔ خالدؓ سپہ سالار عساکر اسلامیہ کو گرفتار بھی کر لیا تھا۔ اس نے کہا بات تو وہی سوچنی چاہئے جو کبھی پیٹ میں نہ پڑے۔

مکسوح: بے شک آپ کی تجویز کبھی بیکار نہ گئی۔

پطرس بولس کا چھوٹا بھائی تھا جو کہ ان کے ہمراہ تھا۔ علیف نے اس سے کہا۔ آپ خاموش ہیں۔ آپ نے اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔

پطرس نے متانت بھرے لہجے میں کہا۔ اور میری رائے کیا۔

علیف: واہ واہ! آپ کی رائے کیوں کچھ نہیں آپ بادشاہ بولس کے بھائی ہیں۔ ذی فہم اور مدبر ہیں آپ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیے۔

پطرس نے کہا میں اس تجویز کی موافقت نہیں کر سکتا۔

بولس نے حیرت انگیز نظروں سے اس کو دیکھ کر کہا ہائیں تم اس مفید تجویز کی موافقت نہیں کرتے؟ کس وجہ سے؟

پطرس: جناب عالی! عرب نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہیں وہ ہر معاملہ کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مبادا یہ تجویز برعکس نہ پڑے۔

بولس: گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ عرب میری اس کاروائی کو بھانپ لیں گے۔

پطرس: جی ہاں۔

بولس: تم غلطی پر ہو۔ میں ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ ان کو ذرا بھی شک وشبہ نہ ہوگا۔

پطرس: لیکن مجھے اندیشہ ہے۔

بولس: بالکل اندیشہ نہ کرو میں پورے دوسو آدمی ٹیلوں کی آڑ میں چھپا کر تمام لشکر کو پہلے ہی مسلح کر دوں گا۔ اول تو دوسو آدمی ہی کافی ہوں گے۔ اور اگر کسی وجہ سے ہی سمجھوں گا کہ کامیابی کی امید نہیں تو لشکر کو اشارہ کر دوں گا۔ سب ایک دم حملہ کر کے خالدؓ کو جا دبوچیں گے۔

پطرس: خدا ایسا ہی کرے۔

بولس ایسا ہی ہوگا تم اطمینان رکھو۔

اب یہ لوگ لشکر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بولس نے کہا۔

دیکھو ہمارے لشکر میں عربوں کے سراغ رساں موجود ہیں اس امر کی احتیاط رکھو کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے ہمارا راز طشت ازبام ہو جائے۔ جو تجویز آج سوچی گئی ہے اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور صبح ہی لشکر کو مسلح کر کے میدان میں لے آنا۔

مکسوح نے کہا بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔

لشکر میں پہنچ کر یہ تمام الگ الگ ہو گئے۔ ان کا لشکر ہی علیحدہ علیحدہ خیمہ زن تھے۔ سب اپنے اپنے خیموں پر چلے گئے۔ رات سب نے آرام سے گذاردی۔

صبح ہوتے ہی بولس نے دوسو آدمیوں کو منتخب کر کے ٹیلوں کے پیچھے چھپنے کے لئے بھیج دیا۔ جب وہ لوگ صبح کے جھٹپٹے وقت میں ٹیلوں کے پیچھے جا چھپے تو بولس نے طبل جنگ بجوایا۔

تمام عیسائی لشکر میں ہلچل شروع ہوگئی۔ جس طرح ساکن سمندر میں طوفان کے وقت لہریں اٹھ کر سمندر میں تلاطم پیدا کر دیتی ہیں اس طرح مسیحی کیمپ میں بہادروں اور سواروں کی آمد ورفت سے طوفان سا آ گیا۔

دیر تک دستوں پر دستے میدان کارزار کو روانہ ہوتے رہے جب آخری دستہ بھی روانہ ہو گیا۔ تو بولس قلب لشکر میں جا کھڑا ہوا۔ اس کے چاروں طرف اس کے ہمراہی اور دوسرے ممالک کے بادشاہ تھے۔

اس نے مکسوح سے کہا۔

میں اب اپنی تجویز پر عمل کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ تم میدان کارزار کی طرف دیکھتے رہنا۔

جب میں اشارہ کروں فوراً لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دینا اور بہت جلد میرے پاس پہنچ جانا۔

مکسوح نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص ایک آدمی کو اپنے ہمراہ لے کر چلا۔ چوں کہ لشکر دور تک پھیلا ہوا تھا اور تمام کا تمام مسلح تھا۔ اس لئے وہ اس قدر ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوا۔

اس نے فخر اور غرور کے لہجہ میں آہستہ سے کہا اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا ہستی ہے۔ وہ یقیناً تمام کے تمام پیس ڈالے جائیں گے۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر لشکر سے نکلا اس وقت آفتاب کسی قدر اونچا ہوگیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ انہوں نے افق شمالی میں اسلامی لشکر کو صف بستہ ہوتے دیکھا۔

ان کے خود، زرہ بکتر اور ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے مگر وہ اس قدر دور تھے کہ ان کی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ بولص نے گھوڑے کو تیز کر دیا اس کا ایک مصاحب اس کے جلو میں تھا۔

جب وہ ایک میل سے زیادہ دور نکل گیا تو اس نے اپنے آدمیوں کو ٹیلوں کی آڑ میں چھپے ہوئے دیکھا۔

وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے ان سے کہا دیکھو جس وقت

[illegible]ں یا میرا مصاحب تم کو اشارہ کرے تو فوراً دوڑے چلے آنا۔ جو مسلمان بھی [تمہار]ے پاس ہو اُسے مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا۔

ان آدمیوں پر ایک افسر تھا۔ اس افسر نے کہا:

عالی جاہ! ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص ایک فرلانگ اور آگے بڑھا۔ مگر اسلامی لشکر اب بھی ڈیڑھ [میل]وں کے فاصلے پر تھا۔ لیکن چوں کہ وہ بالکل سامنے تھا۔ اور کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہ تھی۔ اس لئے وہ صاف نظر آنے لگا تھا۔

بولص یہاں آکر رک گیا اور اس نے اپنے مصاحب سے کہا تم اسلامی لشکر کے قریب جاؤ اور ان سے کہو کہ تمہارے سردار کو ہمارا بادشاہ کچھ گفتگو کرنے کے لئے بلاتا ہے۔

مصاحب نے کہا بہت بہتر اور گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ وہ بہت جلد اسلامی لشکر کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کے طبل جنگ کی آواز سن لی تھی۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ آج مسیحی لڑنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی صف بستہ ہو گئے۔ انہوں نے دور ہی سے دو عیسائیوں کو آتے ہوئے دیکھا۔

ایک عیسائی رک گیا تھا دوسرا اسلامی لشکر کے قریب آگیا تھا۔ رکنے والا عیسائی بولص تھا۔ اور آنے والا اس کا مصاحب تھا۔

مصاحب مسلمانوں کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر کانپ گیا۔ تمام مسلمانوں کے لمبی لمبی داڑھیاں تھیں۔ وہ زرہ بکتر کے اوپر ڈھیلی آستینوں والی قبا پہنے تھے بڑے بڑے گھیر دار پاجامے میں تھے۔ سروں پر

خود، خودوں پر عمامے اور عماموں پر ایک رومال باندھ کر دونوں طرف کانوں کے پاس رومال کے گوشے لٹکائے تھے۔

یہ ان کا قومی لباس تھا ان کے اس لباس کا غیر مسلموں کے اوپر بڑا رعب پڑتا تھا۔ چنانچہ عربوں کی یہ ہیبت کذائی دیکھ کر مصاحب بھی مرعوب ہو گیا۔

تھوڑی دیر وہ سکتہ کے عالم میں کھڑا رہا۔ جب ذرا اس کے حواس بحال ہوئے تو اس نے کہا۔ مسلمانو! میں سفیر ہوں مجھے میرے بادشاہ نے بھیجا ہے وہ تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

خالدؓ، ضرارؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ، مقدادؓ اور کئی سردار ایک ہی جگہ کھڑے تھے۔ انہوں نے مصاحب کی آواز سنی۔

حضرت خالدؓ نے کہا عیسائیوں کا بادشاہ مجھے بلاتا ہے۔ چل کے دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔

ضرارؓ نے کہا آپ اس لشکر کے سالار اعظم ہیں۔ آپ کا جانا مناسب نہیں۔ ہم میں سے کسی کو روانہ کر دیجئے۔

مقداد نے کہا کوئی صاحب اس سفارت پر نہ جائیں میں جاؤں گا۔ دیکھوں سگِ نصرانی کیا کہتا ہے۔

خالدؓ نے کہا لیکن وہ مجھے بلا رہا ہے مجھے ہی جانا چاہئے۔

عمرو بن العاصؓ فاتح مصر نے کہا۔ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں مقدادؓ ہی کو جانے دیجئے۔

خالدؓ نے کہا اچھا مقداد تم جاؤ۔ سنو وہ کیا کہتا ہے۔ اسے نرمی سے دعوت اسلام دینا۔ ممکن ہے خدا اسے مسلمان کر دے۔

مقدادؓ نے کہا میں انتہائی نرمی سے گفتگو کروں گا۔ آپ اطمینان رکھئے۔

مقدادؓ نے گھوڑا بڑھایا۔ وہ لشکر سے نکل کر بولص کے مصاحب کے قریب پہنچے۔ مصاحب نے ان سے دریافت کیا۔

کیا تم اسلامی لشکر کے سردار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا۔ ایک دستہ کا میں بھی سردار ہوں۔

مصاحب لیکن ہمارے بادشاہ نے تمہارے سپہ سالار کو طلب کیا ہے۔

مقدادؓ: تمہارا بادشاہ جو کچھ دریافت کرے گا میں جواب دوں گا۔

چوں کہ مصاحب کو بولص کی تجویز کی کچھ خبر نہ تھی اس لئے اس نے کہا آپ ہی تشریف لے چلئے۔

مقدادؓ اور مصاحب گھوڑوں کو تیز دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے تمام مسلمانوں نے ابھر ابھر کر میدان کارزار کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

مقدادؓ بہت جلد بولص کے پاس پہنچ گئے بولص نے انہیں دیکھتے ہی دریافت کیا۔ تم ہی اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا میں سپہ سالار نہیں ہوں مجھے مسلمانوں نے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

بولص: میں نے سپہ سالار کو بلایا تھا۔

مقدادؓ: آپ کو جو سوال کرنا ہے مجھ سے کیجئے۔ انشاء اللہ العزیز میں معقول جواب دوں گا۔

بولص: بجز تمہارے سپہ سالار کے میں اور کسی سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا اگر وہ مجھ سے ڈرتا ہے تو میں اپنے ہتھیار رکھے دیتا ہوں۔ اس سے

کہہ کہ میں غیر مسلح ہو گیا ہوں۔ وہ بے خوف وخطر میرے پاس چلا آئے۔

مقدادؓ اس کی تسلی آمیز گفتگو سن کر ہنسے اور انہوں نے کہا۔ تیری گفتگو سے مکر و فریب کی بو آتی ہے۔ میری صورت سے عیاری ٹپکتی ہے۔ تو کوئی فریب دینا چاہتا ہے اور ہمارے سردار پر بزدلی کی پھبتی اڑا رہا ہے۔

مگر تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا سردار بزدل نہیں ہے۔ وہ تجھ جیسے سو کیا ایک ہزار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔

اگر چہ بولص کو مقدادؓ کی گفتگو ناگوار گزری اور اس کے جی میں آیا کہ وہ مقداد پر حملہ کر دے مگر فوراً اسے خیال آیا کہ اس طرح سے اس کی تجویز رد ہو جائے گی۔ اور مسلمانوں کے سالار اعظم پر قابو حاصل نہ کر سکے گا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا جب تمہارا سردار اتنا بہادر ہے تو اسی سے کہو کہ مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے بے دھڑک چلا آئے۔

مقدادؓ نے کہا ہمارے لشکر میں دو سردار ہیں ایک سردار مال اور دوسرے سردار فوج ہیں۔ تم کسے بلانا چاہتے ہو؟

بولص کو یہ خبر نہ تھی وہ فکر میں پڑ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا:

میں اس سردار کو بلانا چاہتا ہوں جس کی بہادری کا عام شہرہ ہے اور جس نے بڑے بڑے دلیروں کو مار ڈالا ہے۔ ملک شام اور ایران کو فتح کر لیا ہے۔ مقدادؓ نے کہا ان کا نام خالدؓ ہے۔

بولص نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ہاں میں خالدؓ ہی کو بلانا چاہتا ہوں۔ مقدادؓ واپس لوٹے۔ وہ فوراً گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر اسلامی لشکر کے قریب پہنچے۔

خالدؓ ان کو واپس آتے ہوئے دیکھ کر عمرو بن العاصؓ سے بولے دیکھو مقداد واپس آ رہے ہیں۔ غالباً وہ دشمن خدا مجھے ہی بلاتا ہے۔

اس عرصہ میں مقداد ان کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ نے استفسار فرمایا: کہو کیا معاملہ ہے؟

مقدادؓ نے جواب دیا: وہ سگِ رومی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے متبسم انداز میں کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اچھا میں ہی اس کے پاس جاؤں گا۔

حضرت ضرارؓ نے کہا۔ آپ ہرگز نہ جایئے وہ آپ کے ساتھ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا اگر وہ فریب کرنا چاہتا ہے تو کرنے دو خدا میری مدد کرے گا۔

یہ کہتے ہی انہوں نے گھوڑا بڑھایا اور لشکر سے باہر نکل کر گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

جب حضرت خالدؓ روانہ ہو گئے تو حضرت ضرارؓ نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ نصرانی حضرت خالدؓ کے ساتھ فریب کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کا فریب اسی کے اوپر الٹنے کے لئے جاتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ہمراہ چلے گا۔

فوراً فضل بن عباسؓ، علی بن عقیلؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن العاصؓ، عبداللہ بن طلحہؓ، عبداللہ بن اسودؓ اور سلیمان بن الخالدؓ نے کہا ہم سب آپ کے ہمراہ چلیں گے۔

ضرارؓ ننگے بدن صرف ایک تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر

سوار تھے انھوں نے گھوڑے کو بڑھایا ان کے پیچھے وہ لوگ چلے جنھوں نے ان کے پیچھے چلنے کا اقرار کیا تھا۔

یہ لوگ معہ ضرارؓ کے صرف آٹھ آدمی تھے۔ وہ سب اسلامی لشکر سے پھٹ کر ٹیلوں اور درختوں کے جھنڈ کی آڑ لیتے ہوئے اس جگہ کے قریب جہاں بولص کھڑا تھا۔ پہنچ کر ایک بڑے ٹیلے کے پیچھے چھپ گئے۔

اس عرصہ میں حضرت خالدؓ بولص کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے بولص کو دیکھا۔ وہ بادشاہ تھا۔ زرہ بکتر کے اوپر ریشمیں لباس پہنے تھا۔ جس کے حاشیوں پر سونے کے تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔

کالر اور کفوں پر ہیرے جڑے ہوئے تھے اور خالص سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے سر پر سونے کا تاج تھا۔ آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے اس کا لباس اور تاج بہت زیادہ چمک رہے تھے۔

بولص نے حضرت خالدؓ کو دیکھا۔ خالدؓ کسی قدر رحیم اور بارعب تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر قدرے خوفزدہ ہوا۔ اس نے کہا کیا تمہارا ہی نام خالدؓ ہے۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ہاں میرا ہی نام خالدؓ ہے۔

بولص نے کہا معزز سردار ٹھنڈے دل سے وہ سنو جو میں کہوں۔ ایک وقت تھا کہ جب تم وحشی تھے۔ تمہارے وحشی پن کو دنیا جانتی تھی۔ تم آپس میں لڑتے تھے۔ بیٹوں کو صرف نہ مار ڈالتے تھے۔ بلکہ انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بھوکے مرتے تھے۔ آج تم کس قدر مہذب ہو گئے ہو۔

تم نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں الٹ دی ہیں۔ نعمتیں کھا کھا کر موٹے ہو گئے ہو۔ تم نے ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو مار ڈالا ہے۔ تمہارے منہ

خون لگ گیا ہے۔

اب تم ہم پر چڑھ آئے ہو۔ میں تم کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم خیریت سے اپنے وطن چلے جاؤ۔ ورنہ سب کے سب اسی میدان میں کھپ ہو جاؤ گے۔ بولص خاموش ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ایک وقت تھا جب کہ ہم ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ ہم بالکل وحشی تھے۔ ناخدا ترس تھے۔ بت پرست تھے۔ ہم نے خدا کو چھوڑ دیا تھا اور خدا نے ہم کو چھوڑ دیا تھا۔

آئے دن ہم پر قحط سالی کی بلا نازل رہتی تھی۔ آپس میں لڑتے تھے۔ دختر کشی کرتے تھے۔ جب خداوند عالم کو ہم پر رحم آیا۔ تو اس نے ہماری ہدایت کے لئے اپنا پیارا نبی حضرت محمد ﷺ بھیجا۔ اس مقدس ہستی نے ہم کو پاک کر دیا اور پیتل سے کندن بنا دیا۔ ہم اس پر ایمان لائے مسلمان ہو گئے۔ خدائے قدس کو پالیا اور خدا ہم پر مہربان ہو گیا۔ اور ہم پر سے قحط سالی دور ہو گئی۔ افلاس جاتا رہا۔ نا اتفاقی دور ہو گئی۔ اتفاق آ گیا۔ بیٹی کو بیٹے سے زیادہ چاہنے لگے۔ ملک پر ملک فتح کر لئے گئے۔ دولت کے ڈھیر لگ گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ساری دنیا، سارا جہاں، کل عالم صرف ایک خدا کی پرستش کرے، اسے پوجے جو تمام کائنات کا خالق ہے، اس کے آگے ہی سر جھکائے جو معبود حقیقی ہے۔

بولص: سختی سے گفتگو نہ کرو۔ میں نے تم کو مصالحت کرنے کیلئے بلایا ہے۔

خالدؓ: صلح کرنے والوں کی گفتگو ایسی نہیں ہوتی جیسی تم کر رہے ہو۔

بولص: میں پوچھتا ہوں کہ آخر تم کیا چاہتے ہو۔

خالدؓ: وہی جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ یعنی صرف ایک خدا کے پرستار بن جاؤ۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو مانو، کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔

بولص: یہ دشوار ہے۔

خالدؓ: بس تو جزیہ دو محکوم بن جاؤ اور ذلت کی زندگی بسر کرو اور غلامی کا بوجھ اپنے کندھے پر رکھو۔

بولص: ایک خوددار قوم یہ کسی طرح منظور نہیں کر سکتی۔

خالدؓ: اب تلوار ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی جو صداقت پر ہو گا فتح پائے گا۔

بولص: کیا تم اس لشکر سے نہیں ڈرتے جو تین لاکھ کے قریب تمہارے سامنے پڑا ہے۔

خالدؓ: ہم دشمنوں کی کثرت سے نہیں ڈرتے کوئی مسلمان بجز خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔

بولص: اب معلوم ہو جائے گا۔

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ گویا وہ اپنے آدمیوں کو بلا رہا ہے۔ خالدؓ نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے بشرہ سے شیطنت کے آثار ظاہر تھے۔ انہوں نے کہا اے نصرانی بادشاہ تیرا چہرہ کہہ رہا ہے کہ تو فریب کر کے مجھے کسی جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔

سن! اگر تیرا ارادہ میرے ساتھ مکر کرنے کا ہے تو یہ مکر تجھ پر ٹوٹے گا۔ جو کسی کے لئے کنواں کھودتا ہے خود ہی اس کے اندر گرتا ہے۔ ابھی حضرت

خالدؓ کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ بولص اس کی طرف جھپٹا۔ اس نے کہا ہتھیار ڈال دو تم میرے قیدی ہو۔

یہ کہتے ہی بولص اپنا گھوڑا حضرت خالدؓ کے گھوڑے کے پاس لے آیا۔ اس نے حضرت خالدؓ کا پلہ پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے نصرانی کی اس جسارت کو دیکھا اور اس کی پشت کی جانب نظر کی۔

انہیں سینکڑوں مسیحی گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے حضرت خالدؓ نے کہا۔ بیوقوف تیرا مکر تیری موت کا باعث ہو گا۔

انہوں نے گھوڑے کو للکارا۔ گھوڑے نے زقندیں بھریں۔ بولص کے ہاتھ سے پٹکہ چھوٹ گیا انہوں نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ وہ بولص کی طرف جھپٹے لیکن قبل اس کے وہ بولص پر حملہ کریں مسیح سوار درمیان میں آ گئے وہ تلواریں کھینچ کھینچ کر حضرت خالدؓ پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت خالدؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے شروع کئے جنگ شروع ہو گئی اور عیسائیوں نے چاروں طرف سے حضرت خالدؓ کو نرغے میں لے لیا۔ حضرت خالدؓ نہایت بہادر شیر دل اور پھرتیلے تھے۔

انھوں نے نہایت برق رفتاری سے حملے کر کر کے پے در پے چھ سات مسیحیوں کو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں کو بھی جوش آ گیا۔ انہوں نے انتہائی شدت کے ساتھ حملے شروع کر دیئے۔

گویا اکیلے حضرت خالدؓ پر دو سو کے قریب مسیحی ٹوٹے ہوئے تھے وہ نہایت جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے لیکن حضرت خالدؓ کو گویا ان سے کوئی خوف واندیشہ ہی نہ تھا وہ نہایت استقلال اور پوری

دلیری کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

ان کی زرہ شگاف تلوار عیسائیوں کے سر وتن کے فیصلے کر رہی تھی۔ وہ اس طرح سے ان پر جھپٹ رہے تھے جیسے کہ بھوکا شیر بھیڑیوں پر جھپٹتا ہے بولص ایک طرف کھڑا ہوا اپنے جانبازوں کو نہایت جوش وغیرت دلا رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر غیظ وغضب میں آکر حملے کر رہے تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ پینترے بدل بدل کر اسی طرح لڑ رہے تھے۔ گویا ان پر کسی کی تلوار کچھ اثر نہ کرتی تھی۔ اور وہ جس کو تلوار مارتے تھے وہی دو ٹکڑے ہو کر گر جاتا تھا۔ اب تک انہوں نے بیس عیسائیوں کو قتل کر ڈالا تھا عیسائیوں کو بڑا غصہ آ رہا تھا وہ دو سو تھے اور مسلمان ایک اُور چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ تاہم ان کے قابو میں نہ آتا تھا۔ اور جب موقع پاتا تھا تلوار مار کر ایک ایک مسیحی کو تہہ تیغ کر ڈالتا تھا۔

بولص بدستور جوش وغیرت دلا رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی دفعتاً ہی مسیحیوں نے اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز سنی اور وہ گھبرا گئے۔ انہوں نے ابھر ابھر کر دیکھا انہیں چند مسلمان گھوڑے دوڑائے آتے ہوئے نظر آئے اور انہوں نے سنا کہ کوئی بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔

میں ضرارؓ ہوں، شہسوار ہوں اور ڈرانے والا ہوں، دشمنوں پر جست مارنے والا اور مستقل حملہ کرنے والا ہوں، تلوار سے روم کا استقبال کروں حتیٰ کہ وہ مضمحل ہو، الٰہی مجھے سوائے تیرے کسی سے کچھ امید نہیں۔

سب نے اس آواز دینے والے کی طرف دیکھا جو ننگے بدن گھوڑے کے ننگی پیٹھ پر سوار سرپٹ گھوڑا دوڑائے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سات اور مسلمان تھے۔ سب نے تلواریں میانوں سے کھینچ کر اپنے

ہاتھوں میں لے رکھی تھی۔ مسیحی ان شیران اسلام کو آتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔ بولص کا چہرہ اتر گیا۔ مسلمان نہایت تیزی سے آ رہے تھے وہ دم کے دم میں مسیحیوں کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے پہلے حضرت ضرارؓ نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں انہوں نے ایک مسیحی کو مار ڈالا اور گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ وہ بولص کی طرف جھپٹے۔ بولص سخت خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دہشت سے کانپنے لگا۔ خوف سے پسینہ میں شرابور ہو گیا۔

اس نے فریاد بھرے لہجے میں حضرت خالدؓ کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ خالدؓ یہ کوئی شیطان میرے طرف جھپٹ رہا ہے مجھے اس کے ہاتھوں سے بچاؤں۔ تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو۔

حضرت خالدؓ نے مسکرا کر کہا اے عیسائی بادشاہ تم خوف نہ کرو۔ تمہاری موت کا فرشتہ ہے یہ دُرد ان کا قاتل ہے صلیب پرستوں کا قتل کرنے والا ہے اس کا نام "ضرارؓ" ہے یہی تجھے قتل کرے گا۔

اس عرصہ میں ضرارؓ بولص کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اس پر تلوار بلند کی وہ کانپ گیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ضرارؓ تم اسے زندہ اسیر کر لو۔

حضرت ضرارؓ نے اس کی تلوار پر تلوار ماری۔ بولص کے ہاتھوں سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔ ضرارؓ نے بڑھ کر اس کو آدبوچا۔ قربوس یعنی زین کے ہرنہ سے مضبوطی سے کس کر باندھ دیا۔

بولص پر غشی طاری ہونے لگی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے امان مانگی۔ خالدؓ سے اب امان مانگتا ہے۔ مکار فریبی دیکھ تیرا مکر تجھ پر ہی ٹوٹا۔

حضرت ضرارؓ نے جلدی سے تلوار بلند کی قبل اس کے کہ حضرت خالدؓ کچھ

کہیں ضرارؓ کی تلوار بولص کے داہنے شانہ پر پڑی۔ جو کہ گردن کاٹتی ہوئی بائیں شانے سے نکل گئی۔ اس طرح مکار بولص کا دم کے دم میں خاتمہ ہوگیا۔ ضرارؓ کے ہمراہیوں نے ضرارؓ کی طرح آتے ہی بے تحاشہ حملہ کردیا۔ وہ عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کی طرح سے کاٹ کاٹ کر ڈالنے لگے۔

عیسائی گھبرا گئے۔ انہوں نے بولص کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں وہ بھاگنے کا راستہ دیکھنے لگے۔ عیسائی لشکر نے دور سے ہی جنگ ہوتے دیکھی۔ انہوں نے حرکت شروع کی افسر نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

وہ نہایت سرعت کے ساتھ بڑھے۔ سب سے آگے ہاتھیوں کی قطار تھی۔ ایک ہزار تین سو ہاتھی جھولتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔ عیسائی نہایت جوش وخروش سے قومی نعرے لگاتے، طبلِ جنگ بجاتے ہوئے اور نرسنگھے پھونکتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔

عیسائی لشکر کی آمد نے زمین کو دہلا دیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ طوفان کے وقت سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھ اٹھ کر ساحل کو نابود کرنے کے لئے اس سے ٹکراتی ہوں۔

حضرت خالدؓ نے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے کہا مسلمانو! یہ کیا سستی ہے۔ کیوں نہیں اُن گنتی کے چند ایک عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے عیسائی لشکر کے آنے سے پہلے ہی ان کو ختم کر ڈالو۔

مسلمانوں نے جوش میں آکر حملہ کردیا۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ دو سو میں سے صرف بیس یا اکیس آدمی بچے جو کہ اپنی

جان بچانے کے لئے نہایت تیزی سے اپنے لشکر کی طرف بھاگ پڑے۔ اسلامی لشکر نے ٹڈی دل عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے بھی اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر نہایت تیزی سے بڑھنا شروع کیا خالدؓ، ضرارؓ اور ان کے ہمراہی عیسائیوں کو قتل کرکے واپس لوٹے بلکہ وہ اسی جگہ کھڑے ہو کر عیسائی لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

ان کی یہ جسارت اور دلیری کچھ معمولی نہ تھی بیحد قابل تعریف تھی وہ کل نو آدمی تھے اور تین لاکھ دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جرأت کیوں تھی؟ دیگر قوموں کی تاریخیں ایسی عظیم النظیر اور شجاعت کے کارنامے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

صرف اس وجہ سے کہ مسلمانوں میں قوتِ ایمانی تھی۔ خدا پر بھروسہ تھا۔ جوشِ جہاد کا غلبہ تھا۔ شہادت کا شوق تھا۔ عیسائی لشکر نہایت شان و عظمت سے قریب آتا گیا۔ انہوں نے تلواریں میان سے نکال رکھی تھیں۔ دھوپ میں ان کی زرہ بکتر کلغیاں اور تلواریں چمک رہی تھیں۔ مشرق سے مغرب تک اور جہاں حضرت خالدؓ کھڑے تھے۔ وہاں سے افقِ جنوب تک مسیحیوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

خالدؓ نے لشکر کو قریب دیکھ کر کہا: اے توحید پرست مسلمانو! ان صلیب پرستوں پر حملہ کردو۔

یہ کہتے ہی وہ بڑھے ان کے ساتھ ہی حضرت ضرارؓ اور ان کے ہمراہی چلے ان منچلے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر ٹڈی دل عیسائیوں پر حملہ کردیا۔ عیسائیوں کو ان کی جسارت پر کمال غصہ آیا۔ وہ ان

مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ چوں کہ مسلمان تھوڑے تھے۔ اس لئے انہیں ان کے قتل پر طمع ہوئی۔ انہوں نے ان چند مسلمانوں پر جوش میں آ کر حملہ کر دیا۔ مسلمان سدِ سکندری کی طرح ایک جگہ ڈٹ گئے۔

انہوں نے بے نظیر جرأت اور دلیری سے حملے شروع کر دیئے۔ ان کی بے پناہ تلواروں نے عیسائیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈالنا شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان ایسا تر لقمہ نہیں ہیں جیسا کہ وہ سمجھتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ صرف نو مسلمان تھے۔ جو بہت تھوڑی جگہ میں پھیلے ہوئے تھے اور لڑائی میں مصروف تھے۔

عیسائی صفیں مشرق سے مغرب تک میلوں لمبی تھیں۔ وہ سارے لشکر کی پیش قدمی نہ روک سکے۔ البتہ جس جگہ وہ لڑ رہے تھے۔ وہاں کے عیسائیوں کو انہوں نے روک دیا تھا۔

عیسائی لشکر برابر بڑھ رہا تھا سامنے سے اسلامی لشکر آ رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر دونوں لشکروں میں تصادم ہو گیا۔ عیسائی قومی نعرے لگا رہے تھے۔ اس شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی حملہ کرتے وقت اللہ اکبر کا پُر ہیبت نعرہ لگایا۔

عیسائیوں کا تمام شور و غل اس نعرہ کی آواز میں مدغم ہو کر رہ گیا۔ اب عیسائیوں کا سیلاب رک گیا۔ صاف اور شفاف تلواریں بلند ہوئیں انسانی سمندر میں تیریں پھر جو اُبھریں تو خون اگل رہی تھیں جنگ شروع ہو گئی تھی۔ نہایت زور اور پورے جوش کے ساتھ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول گیا تھا اور بچانے کے لئے فکر میں تھا۔

مسلمانوں نے اپنی صفوں کی بہت کچھ لمبائی میں پھیلا دیا تھا۔ لیکن ان کی تعداد میں اس قدر کمی آ گئی تھی کہ وہ عیسائیوں کی ایک صف کے برابر بھی اپنی صف لمبی نہ کر سکے۔

قلب کے مسیحی مسلمانوں سے لڑ رہے تھے۔ اور یمین و یسار کے صلیبی مجاہد قوس و قزح کی طرح مسلمانوں کے گرد حلقہ بنائے چلے آ رہے تھے۔ گویا وہ مسلمانوں کو اپنے نرغہ میں لے کر کچل ڈالنا چاہتے تھے۔

مسلمان عیسائیوں کی اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے ارادے بھانپ گئے تھے۔ لیکن کیا کر سکتے تھے۔ قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ کوئی اور قوم ہوتی تو گھبرا جاتی خوف زدہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتی یا بھاگ جاتی۔ لیکن وہ مسلمان تھے۔ مضبوط ایمان والے مسلمان اللہ پر بھروسہ رکھنے والے اسلام پر مٹ جانے والے مسلمان۔

انہیں کوئی خوف نہ تھا۔ وہ سر جھکائے خدا سے لو لگائے قتل و غارتگری میں مصروف تھے۔ جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے تھے۔ صفیں ٹوٹ گئی تھیں۔

محاذ جنگ میلوں لمبا ہو گیا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی تلواریں کھنچتیں جھکتیں ابھرتیں معلوم ہوتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تلواروں کا کھیت اگ آیا ہے۔ اس وقت آفتاب نصف النہار پر آ گیا تھا۔ دھوپ میں حدت پیدا ہو گئی تھی۔ لڑنے والوں کو پسینے پر پسینے آ رہے تھے۔ لیکن انہیں نہ تو گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینے کا خیال تھا۔ برابر لڑ رہے تھے۔

خالد بن ولید نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ وہ کسی ایک جگہ

جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ گھوڑا دوڑا دوڑا کر دور تک چلے جاتے تھے۔ جو سامنے آ جاتا تھا اسے قتل کر ڈالتے۔ جب وہ واپس لوٹتے تو عیسائیوں کو تلوار سے جام مرگ پلاتے چلے آتے۔

عیسائیوں نے جوش میں آ کر غصہ کھا کھا کر خالدؓ پر حملے کیے۔ لیکن جو ان کے پاس پہنچتا تھا۔ وہی قتل ہو کر گر پڑتا تھا۔ اب تک ان کے زخم کیا ایک خراش بھی نہ آئی تھی۔

ضرارؓ پورے جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے۔ چونکہ وہ ننگے بدن تھے۔ اس لئے عیسائی طمع میں آ کر ان پر حملے کرتے لیکن جو ان کے قریب پہنچتا تھا اس کو وہ مار ڈالتے تھے۔ عیسائی ان سے کترانے لگے تھے۔

بعض عیسائیوں نے مسلمانوں کی دلیری اور جوش جنگ دیکھ کر دبی زبان سے کہہ دیا تھا کہ مسلمانوں کو انسان کون کہتا ہے۔ یہ انسان نہیں ہو سکتے۔ انسانوں کا یہ کام نہیں کہ اپنے سے پندرہ گنا انسانوں سے لڑیں۔ پھر اس طرح کہ دشمنوں کو قتل کریں اور خود قتل نہ ہوں۔

یوں تو مسلمان عام طور پر سر جھکائے نہایت استقلال اور پورے جوش سے لڑ رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق خلیفہ اوّل اور ہاشم بن قرمال موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ان دونوں کو ایک ہزار عیسائیوں نے نرغہ میں لے لیا تھا۔ وہ ان کو قتل یا گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ ایسی شدت سے جنگ لڑ رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

انہوں نے دو چار دس بیس کو نہیں بلکہ سینکڑوں مسیحیوں کو مار مار کر ڈال

دیا تھا کشتوں کے انبار لگا دیے تھے۔ لیکن وہ صرف دو ہی تھے۔ ایک ہزار کا کب تک مقابلہ کرتے۔ دشمنوں کو مارتے مارتے تھک گئے۔ ہاشم بن مرقال کے ہاتھوں اور رخساروں پر گیارہ زخم آئے۔ وہ زخم پونچھتے جاتے اور لڑتے جاتے تھے۔

جن ہزار عیسائیوں نے ان دونوں کو گھیر رکھا تھا ان کا سردار غربان بڑا بہادر اور نڈر عیسائی تھا۔ وہ دیبائے زرد کی خلعت زرہ کے اوپر پہنے تھا۔ چاندی کا خود اوڑھے ہوا تھا۔ جس پر سونے سے مینا کاری ہو رہی تھی کمر میں جواہر لگا پٹکہ تھا۔ ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کا دستہ جواہرات سے مزین تھا۔ سورج کی شعاعوں پر اس کی ہر ایک چیز چمک رہی تھی۔

اس نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن زیادہ تھک گئے تھے ان میں مقابلہ کی قوت ہی نہ رہی تھی۔ مگر آسانی سے مرنا بھی نہ چاہتے تھے۔ انہوں نے جرأت کر کے اس کا حملہ روکا غربان کو طیش آ گیا۔ اس نے نہایت پھرتی اور چابک دستی سے حملے شروع کر دیے۔

عبدالرحمٰن اس کے حملے روکتے رہے۔ جب ان کی طاقت بالکل ہی جواب دینے لگی تو مدافعت میں سستی آ گئی۔ غربان نے پورے جوش اور پوری طاقت سے حملے کیے عبدالرحمٰن کا دایاں ہاتھ مجروح ہونے کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن کو طیش آیا۔ وہ زخمی شیر کی طرح پھرے اور انہوں نے داہنے ہاتھ سے تلوار مارنا چاہی مگر مجروح ہاتھ نے کام نہ دیا۔

اس پر انہیں اور غصہ آیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر پوری طاقت سے حملہ کیا غربان نے ڈھال سامنے کر دی تلوار ڈھال کو پھاڑ کر

گردن پر پڑی جس طرح تار صابن کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اسی طرح غرباں کی گردن تلوار نے کاٹ ڈالی۔ عیسائی ان کی یہ جرأت و دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے لیکن وہ ذرا ٹھٹکے اور انہوں نے نہایت جوش اور غصے سے حملہ کر دیا۔

ہاشم اور عبدالرحمٰن نے ان کے حملہ کو روکا۔ عبدالرحمٰن بائیں ہاتھ سے تلوار چلا رہے تھے۔ ہاشم دائیں ہاتھ سے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ شہادت قریب ہے۔ شہادت حاصل کرنے ہی کی ان کی تمنا تھی اور وہ تمنا پوری ہونے والی تھی۔

لیکن وہ چاہتے تھے کہ جب تک بدن میں طاقت اور ہاتھوں میں قوت اور دل میں جوش ہے۔ عیسائیوں کو قتل کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ اب بھی جب کہ ان کی طاقت جواب دے چکی تھی اور زخموں نے نڈھال کر دیا تھا برابر لڑ رہے تھے۔ مسیحی سخت غضبناک تھے۔ اس لیے کہ وہ ہر حملے میں یقین کر لیتے تھے کہ اب دونوں مسلمانوں کو مار ڈالیں گے لیکن جب ان کے پاس پہنچتے تو خود ہی مر جاتے۔

عیسائیوں نے یورش کر کے عبدالرحمٰن کا گھوڑا مار ڈالا عبدالرحمٰن پیادہ ہو گئے اب ان کے شہید ہونے میں کوئی بات ہی باقی نہ رہی تھی۔ دفعتہ انہوں نے قریب ہی سے اللہ اکبر کی پر ہول آواز سنی!

ہاشم اور عبدالرحمٰن نے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا انہیں فضل بن عباس اور ان کے ساتھ پچیس مسلمان آتے نظر آئے۔ ان کو دیکھ کر دونوں کے دل بڑھ گئے۔ انہوں نے نہایت جوش اور قوت کے ساتھ حملہ کیا۔

عیسائی گھبرا گئے۔ اتنے میں کہ وہ سنبھلیں فضل بن عباس اور ان کے

ہمراہیوں نے حملہ کیا۔ فضل نے بڑھ کر ایک مسیحی کو تلوار ماری اور وہ تیورا کر گرا عبدالرحمٰن نے لپک کر اس کا گھوڑا پکڑا اور جست مار کر اس پر سوار ہو گئے۔

اب مسلمانوں نے پوری قوت سے حملہ کر دیا عیسائی مردوں کے ڈھیر لگ گئے اگرچہ مسلمان صرف ستائیس ہی تھے۔ اور عیسائی اب بھی آٹھ سو سے زیادہ تھے لیکن وہ مرعوب ہو گئے پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر انہیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔

انہوں نے انہیں اس طرح سے قتل کرنا شروع کر دیا گویا وہ کھیتی تھے اور ان کا کاٹنا ضروری تھا۔ چشم زدن میں چار سو مسیحی مارے گئے اور جو باقی بچے وہ نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

وہ اپنی لشکر میں گھس گئے۔ عبدالرحمٰن اور ہاشم اور ان کے ہمراہیوں نے شکر ادا کیا۔ ابھی وہ اچھی طرح کھڑے ہونے اور سانس لینے بھی نہ پائے تھے کہ انہوں نے اپنے بائیں جانب ایک شور عظیم سنا۔

وہ اس طرف دیکھنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان نہایت تیزی سے پسپا ہو کر دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ مسیحی نہایت دلیری اور جوش سے ... رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی ہزیمت اور عیسائیوں کی جسارت دیکھ کر ...ال متعجب ہوئے۔

ooo

دوسرا باب

خوں ریز جنگ

جب کہ ہاشم اور عبدالرحمٰن، مسیحیوں کو گھیرے ہوئے جنگ کر رہے تھے۔ اس وقت تمام محاذ پر شدت سے جنگ ہو رہی تھی اور مسیحی مسلمانوں کو ریل کر ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور مسلمان مقدور بھر مدافعت کر رہے تھے۔

عیسائی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بہت زیادہ تھے۔ مسلمان بہت ہی کم تھے۔ جگہ جگہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا۔ ہر جگہ گھمسان کا معرکہ گرم تھا۔ عیسائیوں نے بائیں بازو پر ہاتھیوں کو ریلا۔

مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور جمے کھڑے رہے لیکن عربی گھوڑوں نے کبھی ہاتھی نہ دیکھے تھے۔ وہ ان سیاہ پہاڑیوں کو دیکھ کر بھڑکے، ہر چند مسلمانوں نے ان کو روکا باگیں کھینچیں، کھینچتے کھینچتے ان کی گردنوں کو اپنے سینوں سے ملا لیا مگر گھوڑوں کو نہ رکنا تھا نہ رکے۔

وہ پیچھے ہٹے عیسائیوں نے شور مچایا۔ ہاتھیوں نے پھنکاریں ماریں گھوڑے گھبرا کر بالکل بے قابو ہو گئے ان کے پیچھے ہٹنے سے مسلمانوں کے

بائیں بازو کو شکست ہو گئی۔

اس شور ہزیمت کو سن کر عبدالرحمٰن، ہاشم، فضل اور ان کے ساتھی مسلمان متعجب ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کو سہارا دیتے ہزیمت خوردہ مسلمانوں کو واپس لوٹانے کے لئے اس طرف نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

شکست خوردہ مسلمانوں کے گھوڑے انتہائی کوشش کرنے پر بھی نہ رکے وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے مسلم عورتوں کے خیمے کے قریب پہنچ گئے۔ عورتوں کی حفاظت کے لئے کل پانچ سو مسلمان غانم بن عیاض الاشعری کی سرکردگی میں مامور کئے گئے تھے جو لوگ ہزیمت اٹھا کر آئے تھے وہ قبیلۂ اُوس اور ہمدان سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو مشہور محدث ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ تھے انہوں نے جوں توں کر کے اپنے گھوڑے کو روکا۔ ان کا گھوڑا رک گیا۔

انہوں نے بلند آواز سے کہا شیران اسلام، عرب کے غیور بہادرو! کیا غضب کرتے ہو۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر بزدلی کا دھبہ اپنے دامن پر لگاتے ہو اور قبیلے جو جنگ کر رہے ہیں تمہیں کیا کہیں گے عارِ عرب اور ننگ عرب نہ بنو۔ آج بھاگتے ہو کل قیامت کے دن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤ گے۔ خدا کے روبرو کیا عذر کرو گے؟ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: کافروں سے اپنی پشت نہ پھیرو۔ اور جو کوئی ان سے اپنا پیچھا پھیرے گا اسے حیلہ جنگ یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جائے گا تو وہ مستوجب غضب خدا اور سزاوار عذاب جہنم ہوگا۔

ادھر مالک اشتر نے بھی یہی کہا مسلمانوں نے رکنا بھی چاہا۔ لیکن

بھڑکے ہوئے گھوڑے نہ رکے وہ عورتوں کے کیمپ سے بھی آگے بڑھنے لگے۔ عورتوں کے خیمے ایک مسطح میدان میں نصب تھے۔

تمام عورتیں سروں پر چادریں باندھے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کی انگلیاں پکڑے ہوئے خیموں کے قریب ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ انہوں نے چادروں کے پلے منہ پر اس طرح سے لپیٹ لیے تھے کہ ان کا چہرہ اور ناک کا کچھ حصہ بالکل ڈھک گیا تھا۔ صرف آنکھیں اور پیشانیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ عورتیں جو میدان کارزار میں لڑتی تھیں یا مسلمانوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہی تھیں، یا مجاہدین کی مرہم پٹی کرتی تھیں اسی طرح سے رہا کرتی تھیں۔ لیکن خاص عرب میں اس سے بھی زیادہ پردہ تھا۔ وہ جب باہر نکلتیں تو اول سر سے قسحتس باندھتیں اس پر دوپٹہ اوڑھتیں اور دوپٹہ پر چادر اس طرح ڈالتیں کہ وہ جسم کے تمام حصوں کو چھپا لیتی۔ صرف آنکھوں کا کچھ حصہ کھلا رہتا۔

عورتوں نے مسلمانوں کو شکست کھا کر آتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا مسلمانو! کیا غضب کرتے ہو دشمنوں کے سامنے سے بھاگ کر خدا کا غضب مول لیتے ہو۔ بہشت سے دوزخ کی طرف بھاگتے ہو۔ جنت تلواروں کے سائے میں ہے پیچھے پھرو۔ دشمنوں سے لڑو، مرد مار دیا کرتے ہیں یا شہید ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے عورتوں کی آوازوں کو سنا۔ لیکن وہ نہ رک سکے۔ جب میدان کارزار میں کسی قوم کے قدم اکھڑ جاتے ہیں تو پھر دوبارہ مشکل سے جما کرتے ہیں۔ ان عورتوں میں حضرت خولہ بھی تھیں۔

خولہ حضرت ضرار کی سگی بہن تھیں۔ نہایت خوب صورت نوجوان

بہادر اور جوشیلی تھیں۔ اجنادین اور یرموک کے مقامات پر نہایت دلیری سے ساتھ لڑ چکی تھیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان کسی طرح سے بھی نہیں رکتے تو انہیں غصہ آ گیا۔ انہوں نے عورتوں کو دیکھ کر کہا۔

اے خواتین عرب۔ اب آگے بڑھو مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہوں پر لکڑیاں مار مار کر روکو۔

یہ کام آسان نہ تھا۔ گھوڑے سرپٹ دوڑے چلے آ رہے تھے جو ان کے سامنے آیا اسے کچل ڈالتے۔ لیکن عربی عورتیں بہادر تھیں، شیر دل تھیں، نڈر تھیں۔ وہ خیموں کی چوبیں، لمبے لمبے بانس، چھوٹے چھوٹے ڈنڈے لے کر جھپٹ پڑیں۔

انہوں نے گھوڑوں کے سروں اور کانوں پر ضربات لگانی شروع کیں۔ بعض گھوڑوں کی چپیٹ میں آ گئیں، گریں اور مجبور ہوئیں لیکن جو کام انہوں نے شروع کیا تھا۔ اسے برابر کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے بہت بڑی تعداد گھوڑوں کی میدان کارزار کی طرف لوٹا دی۔ مسلمانوں نے پیچھے ہی پیچھے نہیں بلکہ ان میں ملے جلے عیسائی بھی بڑھتے ہوئے چلے آ رہے تھے ان کے باقی پیچھے آ رہے تھے۔ حضرت خولہؓ نے چوبیں مار مار کر کئی مسیحیوں کو مار ڈالا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی اور عورتوں نے بھی عیسائیوں پر حملے کر دیے۔

مزروعہ اور حضرت سلمٰی بھی خولہ کے پاس آ گئیں ان کے نازک ہاتھوں میں چوبیں تھیں۔ یہ چوبیں اتنی وزنی تھیں کہ آج کل کی مسلم عورتیں شاید ہی اٹھا سکیں۔ خصوصاً بڑے بڑے گھرانوں کی ناز پروردہ نازک اندام

عورتیں ہرگز نہیں اٹھا سکتیں۔ مگر وہ کمسن ناز آفریں ہوتے ہوئے بھی بھاری بھاری چوبیں اٹھا اٹھا کر عیسائی سواروں اور گھوڑوں کو مارنے لگیں۔ اس طرح سے بہت سے مسیحیوں کو مار ڈالا۔

آج کل کی مسلم عورتیں اور لڑکیاں غور کریں، سوچیں، تاریخوں میں پڑھیں۔ ان کی بزرگ بہنوں نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ کس کس طرح اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا۔ کس کس طرح لڑیں۔ کیا کیا مجاہدین کی خدمات کیں ان میں سے بھی بیشتر امیر زادیاں تھیں جنہوں نے ناز ونعم میں پرورش پائی تھیں۔ کنیزیں اور خادمائیں رکھتی تھیں لیکن کاہل الوجود نہ تھیں۔ ہر وقت پان چبا کر بکریوں کی طرح منھ نہ چلاتی تھیں۔ بیجا ناز ونخرے نہ دکھاتی تھیں۔ آٹھ آٹھ بجے سو کر نہ اٹھتی تھیں۔ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو نہ بھولی تھیں۔ لہولعب میں مشغول نہ رہتی تھیں۔ ریشمی کپڑے پہن کر سونے اور زرد موتیوں میں زرد ہو کر کبھی نہ اتراتیں تھیں۔ حسد نہ کرتی تھیں۔ غیبت سے بچتی تھیں دشمنوں سے ڈرتی نہ تھیں۔ پنجگانہ نماز پڑھتی تھیں۔ غرض کہ کوئی اچھا کام ایسا نہ تھا جو کہ وہ نہ کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے نام تاریخوں میں بخط جلی لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

بھلا ایسی عورتوں اور لڑکیوں سے خدا کیوں نہ خوش ہوگا، کیوں جنت میں داخل نہ کرے گا۔

مسلمانوں نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا انہیں غیرت آئی وہ پسینہ پسینہ ہو گئے۔

سب کے سب رکے اور مسیحیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جیسے

بھوکا شیر شکار پر ٹوٹتا ہے۔

غانم بن عیاض الاشعری نہایت بہادر تھے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس بن حارث اور ناصبہ بن زبیری الخز ونی دونوں بڑے نڈر دلیر تھے۔

انہوں نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ ان تینوں کے ہمراہ پانچ سو آزمودہ کار سوار نجد سے آئے تھے۔ اپنے سرداروں کے ساتھ انہوں نے بھی حملہ کر دیا۔ یہ حملہ نہایت سخت تھا۔

عیسائیوں نے ان کا حملہ روکنا چاہا۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ اس حملے کو نہ روک سکے۔ ان کے سینکڑوں جانباز قتل ہو ہو کر گرے اور سروں کے ڈھیر لگ گئے۔

خون سبز سبز گھاس پر گر گر کر گلکاری کرنے لگا عیسائیوں کا سیلاب رک گیا اس عرصہ میں شکست خوردہ مسلمان بھی پلٹ پڑے وہ غیرت اور شرم میں آ کر پلٹے تھے۔ اپنی ندامت مٹانا چاہتے تھے۔ انہوں نے حد درجہ شدت کے ساتھ حملہ کیا۔

جنگ نہایت زور شور کے ساتھ شروع ہو گئی عورتیں ابھی تک لڑ رہی تھیں۔ مسلمان اور عیسائی سواروں کے نرغہ میں تھیں ہر ہر قدم پر انہیں موت سے ہمکنار ہونے کا احتمال تھا۔ مگر اس وقت وہ وفور جوش سے اپنی ہستیوں کو بھولے ہوئے تھیں۔ برابر عیسائیوں کے سروں پر چوبیں مارنے میں مصروف تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا انہیں خوف ہوا کہ گھوڑے ان سیم تن نازک انداموں کو نہ کچل ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے کہا:

کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے چند شاید ہی ایسی اللہ والی بیبیاں مسلمانوں میں ہوں۔

جب مردوں میں نفسانیت ہے تو ضرور عورتوں میں مردوں سے زیادہ ہوگی اور چوں کہ اولاد ماں باپ کے قدم بہ قدم چلتی ہے اس میں بھی یہ مسموم وبا سرایت کر جاتی ہے۔ جس جگہ بھی مسلمانوں کی بیبیاں ہوتی ہیں اپنی بات اور رائے کو سب سے زیادہ بالاتر رکھنے کے لئے ایک چیخ چیخ کر گفتگو کرتی ہیں کہ ایسی تو بہ وہ اس بات کو بھول جاتی ہیں کہ ان کی آواز غیر مرد سنتے ہیں خود کو سب سے ممیز رکھنے کے لئے بعض بعض بیچاریاں تو بیٹھے بیٹھے چنگھاڑنے لگ جاتی ہیں تاکہ مرد ان کی آواز سن کر معلوم کرلیں کہ ان کی بیوی، بیٹی، اور بہن تمام عورتوں میں ممتاز ہے۔

کاش ان عورتوں کو معلوم ہوتا کہ ان کا چیخنا اور زور سے بات کرنا، گناہ کا موجب ہے۔ دنیا چند روزہ ہے حیات مستعار ہے۔ پھر کیوں خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے بلا وجہ اور بلا مطلب دوزخ خرید لی جائے۔

اس میں کچھ مردوں کا بھی قصور نظر آتا ہے جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر مذہب سے دور جا پڑے ہیں انہیں خبر نہیں ان کا مذہب انہیں کیا ہدایت کرتا ہے۔

جب وہ خود ہی ناواقف ہیں تو اپنے متعلقین کو کیا ہدایت کر سکتے ہیں کاش ایسے مردوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ نہ صرف اپنے ہی اعمال کا جواب دہ ہوں گے بلکہ ان سے ان کے متعلقین کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔

خدا جس قدر رحیم ہے اس سے زیادہ قہار ہے قیامت کے دن ان کے قہر اور غضب کی انتہا نہ ہوگی۔ اس دن اولیا اللہ، خدا رسیدہ بزرگ اور

اے عرب کی مایہ ناز عورتو اور لڑکیو! تم نے اپنا کام کر دکھایا، بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو میدان کارزار کی طرف پلٹ دیا۔ بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ اب تم میدان کارزار سے ہٹ کر اپنے خیموں کی طرف چلی جاؤ۔

حضرت خولہؓ نے ان کی آواز کو سنا وہ سنبھلیں اور انہوں نے اپنے گردوپیش دیکھا۔ وہ اور عورتیں اور لڑکیاں گھوڑوں اور سواروں میں محصور تھیں۔ اب انہیں اپنی نزاکت کا احساس تھا۔

انہوں نے سریلی آواز سے کہا اے خواتین عرب تم نے وہ کیا جو تمہاری شایان شان تھا۔ اب مسلمان لوٹ پڑے ہیں۔ نہایت ہولناک جنگ شروع ہوگئی۔ اب تمہاری خدمات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ سب واپس لوٹو اور اپنے اپنے خیموں کے سامنے پہنچ جاؤ۔

تمام عورتوں نے ان کی آواز سنی۔ سب میدان کارزار سے پیچھے ہٹ گئیں۔ سب نے اس طرح سے ان کے کہنے پر عمل کیا جیسے وہ ان کی افسر ہوں۔ تعجب ہے ان عورتوں میں دوشیزہ لڑکیاں تھیں اور جوان ادھیڑ عمر عورتیں تھیں۔

حضرت خالدؓ جو اسلامی لشکر کے سردار تھے ان کی حرم محترم (بیوی) بھی تھیں خولہ نو عمر دوشیزہ تھیں لیکن سب عورتیں ان کا کہنا مانتی تھیں کسی کو اپنے بڑے پن کا خیال تھا۔ نہ اپنے شوہر کے سردار ہونے کا تکبر اور غرور تھا۔

بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں للہیت تھی۔ وہ حضرت خولہ کو جانتی تھیں کہ ان میں جوش اور امنگ ہے۔ مذہب سے ہمدردی ہے۔ وہ ان کی نہ صرف قدر کرتی تھیں۔ بلکہ اپنے آپ کو ان کا محکوم سمجھتی تھیں۔

آج مسلمانوں میں کتنی عورتیں ہیں جو ان کی تقلید کرتی ہیں۔ بلکہ مشاہدہ

انبیاء علیہم السلام سخت خوفزدہ ہوں گے۔

جب ایسی ایسی معصوم ہستیاں خوفزدہ اور پریشان ہوں گی تو عوام الناس جن میں سے اکثر و بیشتر گناہوں کے ٹھیکیدار ہیں، کس قدر پریشان اور خوفزدہ ہوں گے قیامت کے نام سے جسم کانپتا ہے روح لرزتی ہے خداوند کریم ہر مسلمان کو دوزخ سے بچائے جس کا ایندھن انسان ہیں جن میں خواتین عرب ہٹ گئیں۔

دو خیموں کے سامنے ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں۔ جو عورتیں اور لڑکیاں گھوڑوں کی جھپٹ میں آ کر زخمی ہو گئی تھیں ان کی مرہم پٹی کی جانے لگی۔ خانم ان کے ساتھی ہزیمت خوردہ مسلمان نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ اب بھی تمام محاذات پر نہایت زور و شور سے جنگ ہو رہی تھی۔ تلواریں نہایت تیزی سے بلند ہو ہو کر انسانوں کے سرتنوں سے الگ کر رہی تھیں۔

خون آلودہ تلواریں جب بلند ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گلابی رنگ کے چھوٹے چھوٹے پودے اُگ آئے ہوں۔ مجروحوں کی چیخ پکار۔ قومی نعروں کی آواز طبل جنگ کی مہیب صدا۔ آلات حرب کی جھنکار سے فضا تھرا رہی تھی۔

میدان کارزار لرز رہا تھا۔ اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مشرق سے مغرب تک لوگ لڑتے نظر آ رہے تھے۔ جگہ جگہ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ جو آدمی بھی مجروح ہو کر گھوڑے سے نیچے گر جاتا تھا۔ گھوڑے اسے کچل ڈالتے تھے۔

اس وقت آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر چکا تھا اور اب دھوپ میں

بھی نہ وہ پہلے جیسی تیزی رہی تھی نہ سفید رنگت، دھوپ میں زردی آ چکی تھی، تمازت دو ہو گئی تھی۔

جس شدت سے جنگ شروع ہوئی تھی اسی شدت سے اب بھی ہو رہی تھی۔ آج مسلمانوں کو ظہر کی نماز پڑھنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ لیکن جنگ نہایت زور شور سے ہونے کی وجہ سے اس وقت بھی نماز پڑھنے کا موقع نہ تھا۔

یہ مسلمانوں کا دل گردہ تھا۔ کہ وہ بیس ہزار ہوتے ہوئے تین لاکھ عیسائیوں سے نبرد آزما تھے۔ خانم، ابوہریرہ اور ان کے ہمراہیوں نے پے در پے اس شدت سے حملے کیے کہ عیسائیوں کو پسپا ہو کر اس جگہ سے ہٹنا پڑا، جہاں ان کے ہاتھیوں کی قطار تھی۔

مسلمانوں کے گھوڑوں نے جب ہاتھیوں کو دیکھا تو وہ پھر پھڑکنے لگے۔ عیسائی سوار ہاتھیوں کے پیچھے ہٹ گئے۔ ہاتھیوں کو پھر بڑھایا گیا مسلمانوں نے ان بلاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کے گھوڑے پھر سے قابو سے باہر ہو کر بھاگ پڑیں گے۔

وہ سوچنے لگے کہ کیا تدبیر کریں جس سے کہ ہاتھیوں سے چھٹکارا ملے۔ مسلمانوں میں ایک شخص مفرج بن غنیۃ الفراری تھے۔ وہ نہایت بہادر، جوشیلے اور طاقتور تھے۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

انہوں نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لے کر ایک بہت بڑے ہاتھی کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مسلمان اور عیسائی حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ تیزی سے چل کر ہاتھی کے قریب

پہنچے۔ انہوں نے تلوار میان میں ڈال لی اور نیزہ مارا۔

جب وہ ہاتھی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ہاتھی نے ان کی طرف سونڈ چلائی انہوں نے جلدی ڈھال پشت پر ڈال کر بائیں ہاتھ سے سونڈ مضبوط پکڑ کر داہنے ہاتھ سے اس کی آنکھ میں نیزہ گھسیڑ دیا اس کے صدمہ سے ہاتھی چنگھاڑ اٹھا۔ وہ تڑپا مفرج فوراً علیحدہ ہو گئے۔ وہ عجلت میں اس کی آنکھ میں سے نیزہ بھی نہ نکال سکے۔ ہاتھی نے اس زور سے جھرجھری لی کہ اس پر جو لوگ سوار تھے وہ گر پڑے ان کے گرتے ہی ہاتھی نے ان کو کچل ڈالا۔ بیسیوں پیدل اور سینکڑوں گھوڑے مار دیئے جس طرف سے ہاتھی گزرا شور مچ گیا اور عیسائی لشکر میں ابتری پیدا ہوگئی۔ مفرج نے یہ کام نہایت دلیری کا کیا تھا۔

انہوں نے اپنے عمل سے مسلمانوں کو بتایا کہ اس طرح بلا دور کرو فوراً بہت سے مسلمان نیزے لے کر اپنے گھوڑوں سے کودے اور ہاتھیوں کی طرف جھپٹے۔

جو عیسائی ہاتھیوں پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے تیر پھینکنے اور نیزے مارنے شروع کئے۔ لیکن نڈر مسلمانوں نے ان کے کسی حربے کا اندیشہ نہ کیا۔ وہ بڑھتے رہے انہوں نے تیروں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑنا اور تلوار سے سونڈیں کاٹنا شروع کیں۔

ہاتھی گھبرا گئے وہ چنگھاڑیں مار مار کر الٹے بھاگنے لگے اور انہوں نے ہر اس شخص اور چیز کو روند ڈالا جو ان کے سامنے آئی۔ اس جانب کے عیسائی لشکر میں سراسیمگی اور بدحواسی طاری ہوگئی۔

دم کے دم میں مسلمانوں نے ایک سو ساٹھ ہاتھیوں کو مجروح کر دیا۔

ان مجروح ہاتھیوں پر بھی دہشت طاری ہوگئی۔

وہ سب کے سب پیچھے لوٹنے اور اندھا دھند بھاگنے لگے ان ہاتھیوں کی بھگدڑ سے سینکڑوں عیسائی پیادے۔ سینکڑوں سوار اور سینکڑوں گھوڑے کچلے گئے۔ وہ سخت پریشان اور بدحواس ہوگئے۔ جن ہاتھیوں کو مسلمانوں کے لئے لائے تھے وہ خود ان کے لئے وبال جان بن گئے۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کی سراسیمگی دیکھی انہوں نے اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگایا۔ نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ اس نعرہ کی آواز سن کر ہر جگہ کے مسلمان چونکے سنبھلے۔ انہوں نے بھی اس نعرہ تکبیر کی تکرار کی۔

گویا کہ ہر جگہ اور ہر محاذ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا گیا۔ اس وقت جنگ تمام واقعات سے زیادہ زور و شور کے ساتھ شروع ہوگئی۔ عیسائیوں نے زور زور سے نعرے لگانے اور طبل جنگ بجانا شروع کر دیا۔ اور اس قدر شور و غل ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

عبدالرحمٰن، ہاشم، فضل اور ان کے ہمراہی ہزیمت خوردہ مسلمانوں کی اعانت کے لئے چلے تھے۔ ان کے گرد سینکڑوں عیسائیوں نے حلقہ ڈال دیا۔ اور مسلمانوں نے نہایت شدت سے جنگ شروع کر دی اور سینکڑوں عیسائیوں کو گھیرے میں لے کر لکڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ لیکن تازہ دم عیسائیوں کی آمد کے سلسلے نے انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجبور ہو کر وہ اسی جگہ جم کر لڑنے لگے۔

خالدؓ، ضرارؓ اور ان کے ہمراہی اب بھی شد و مد سے مصروف جنگ تھے۔ جس سرعت سے انہوں نے صبح جنگ شروع کی تھی ان کے بازو

عیسائیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہو گئے۔

اس وقت آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ زردی مائل کرنیں سمٹ سمٹ کر درختوں کی کونپلوں پر پہنچ گئی تھیں اور جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

اس وقت میدان کارزار نہایت مہیب بن گیا تھا۔ سرفروش آفتاب کو غروب ہوتے دیکھ کر آج ہی جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے انتہائی جدوجہد کرنے لگے تھے۔

تلواریں نہایت سرعت سے اٹھ اٹھ کر انسانی سمندر میں تیر رہی تھیں۔ عیسائی مسلمانوں کو ریلنا اور مسلمان عیسائیوں کو دھکیلنا چاہتے تھے۔ مگر فریقین میں سے کوئی بھی ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

آخر لڑتے لڑتے سورج ڈوب گیا۔ مشرقی جانب سے سیاہی اٹھنے لگی۔

اس وقت التوائے جنگ کا اعلان ہوا دونوں لشکر واپس لوٹے اور آہستہ آہستہ اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوئے۔

کچھ عیسائی اور کچھ مسلمان اپنے اپنے مقتولوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے رہ گئے۔ مسلمانوں نے اپنے شہداء کو شمار کیا۔ کل دو سو چالیس آدمی شہید ہو گئے تھے۔ عیسائیوں نے جب اپنے مردوں کو گنا تو وہ پانچ ہزار دو تھے۔ ان کے کشتگان میں زیادہ تر اہل تو بہ بجاۃ اور روم سے تھے۔

اگرچہ آج کی جنگ میں کسی کو فتح و ظفر نصیب نہ ہوئی۔ لیکن نتیجہ کے طور پر مسلمان کامیاب رہے۔

OOO

تیسرا باب

ارسوس اور لبنیٰ

میرونہ یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ ارسوس نے کوچ کرنے کا ارادہ کیوں ملتوی کر دیا۔ اسے ارسوس کا جواب "میری مرضی" نہایت ہی برا معلوم ہوا۔ وہ شہزادی تھی، مغرور تھی، آج تک کبھی اس نے کسی سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ سنی تھی۔ اسے غصہ آیا اور اس نے جبیں پر بل ڈال کر کہا۔ آپ کی مرضی کیوں؟ یہی تو میں دریافت کرنا چاہتی ہوں۔

ارسوس بھی نہایت سمجھدار تھا اور ساتھ میں مغلوب الغضب تھا۔ وہ خود مختار حکمراں تھا۔ رعایا پر حکم چلاتا تھا۔ آج تک اسے کسی نے حکم نہ دیا تھا۔ اسے میرونہ کا تحکمانہ لہجہ ناگوار گزرا اس نے قدرے ترش روئی سے جواب دیا۔ شہزادی صاحبہ میں آج کوچ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میرونہ: کیوں؟

ارسوس: اس لئے کہ میرا لشکر روانگی پر تیار نہیں۔

میرونہ: آپ اسے حکم دیجئے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ میں تیار ہو جائے گا۔

ارسوس: جو عظیم الشان لشکر جا رہا ہے۔ وہ اپنے پیچھے اس قدر گرد و غبار

چھوڑتا جارہا ہے کہ تم جیسی نازک اندام اسے برداشت نہ کر سکے گی۔

میرونہ کو یا تو غصہ آرہا تھا یا اپنی تعریف سن کر غصہ فرو ہو گیا۔ اس نے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا یہ بات ہے تو آج ملتوی کر دو۔

ارسوس نے میرونہ سے دریافت کیا میں نے آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کروا دیا ہے۔ کیا اس عرب دوشیزہ کو بھی اپنے پاس رکھیں گی۔

میرونہ نے فخر و غرور کے لہجہ میں جلدی سے جواب دیا۔ نہیں عرب دوشیزہ قیدی ہے۔......... اسے اسی خیمہ میں رہنے دو۔

ارسوس: شاید آپ کو تنہائی میں کچھ کام دے۔

میرونہ: بے شک تجھے تکلیف ہو گی۔ لیکن میں ایک عرب دوشیزہ کو اپنے خیمے میں رہنے کی کبھی اجازت نہیں دے سکتی۔ خیال رکھئے وہ ایک کم مرتبہ قیدی ہے۔ ایک شہزادی کس طرح اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔

حور وش لبنیٰ ارسوس اور میرونہ کی گفتگو سن رہی تھی اسے اپنی بدقسمتی پر رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ ایک امیر عرب کی دختر تھی۔ ناز و نعم میں پلی تھی۔ قسمت نے اسے قیدی بنا دیا تھا۔ لیکن افسوس کرنے سے کیا حاصل تھا وہ سمجھتی تھی کہ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ بالضرور پیش آئے گا۔ عرب دوشیزہ سرد آہ بھر کر خاموش رہی۔

ارسوس میٹھی میٹھی محبت پاش نظروں سے اس پیکر حسن و جمال کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمہ تن دید بنا لبنیٰ کے ہر عضو کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر جس قدر دیکھتا تھا۔ اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوس دید اور بڑھتی تھی لبنیٰ اس قدر خوب صورت تھی کہ جو شخص بھی اسے ایک مرتبہ دیکھ لیتا تھا۔ ہزار کوشش

کرنے پر بھی اس کی پیاری اور دلفریب صورت کو نہ بھلا سکتا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد ارسوس نے غمزدہ لبنیٰ سے خطاب کر کے دریافت کیا کہ اے عرب دوشیزہ! تم اس خیمے میں رہنا پسند کرتی ہو یا کسی اور خیمے میں لے جایا جائے۔

لبنیٰ سر جھکائے ہوئے تھی۔ اس نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔

ایک غمزدہ بیکس و بے بس اسیر لڑکی کیا جواب دے سکتی ہے۔

ارسوس اس کے دلفریب چہرہ پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا۔ اگرچہ پری جمال لبنیٰ بہت زیادہ غمزدہ تھی۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ بہت پیاری معلوم ہو رہی تھی اس نے جواب ایسے موسیقی نواز لہجہ میں دیا جو ارسوس کو نہایت ہی بھلا معلوم ہوا۔

اس نے پھر کہا تمہاری شان کہہ رہی ہے کہ تم کسی امیر عرب کی لڑکی ہو۔ یہ سن کر لبنیٰ کا دل بھر آیا اسے اپنی ثروت یاد آ گئی۔ مگر اس نے ضبط کیا اور اسی مخصوص لہجہ میں کہا۔ اس کے دریافت کرنے سے کیا فائدہ! اب تو قیدی ہوں۔

ارسوس: تمہارا نام کیا ہے۔

لبنیٰ، لبنیٰ۔

ارسوس: لبنیٰ تم غمگین نہ ہو تمہاری شایان شان تمہاری قدر و منزلت کی کی جائے گی۔

میرونہ نے طنز کے طور پر کہا یہ کیوں غمگین نہ ہو۔ جن پر یہ فریفتہ ہے اسے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔

ارسوس نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر کہا وہ کون ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا ریاض ہے۔

ارسوس: کیا ریاض اسی نوجوان کا نام ہے۔ جو اس حور وش لبنیٰ کے ساتھ گرفتار ہو کر آیا ہے۔

میرونہ: ہاں اسی کا نام ریاض ہے۔

ارسوس: چوں کہ یہ خیمہ نہایت بدحیثیت بھدّا اور خراب ہے۔ اس لئے شہزادی صاحبہ آپ کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ اسی خیمہ میں تشریف لے چلئے جو آپ کے لئے نصب کیا گیا ہے۔

میرونہ: چلئے۔

ارسوس نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: تمہارے لئے بھی دوسرا خیمہ نصیب کیا گیا ہے۔ تمہیں بھی اس خیمہ میں چلنا چاہئے۔

لبنیٰ کو سوائے اچھا کہنے کے اور چارہ ہی کیا تھا۔ وہ قیدی تھی اور قیدی کی کوئی مرضی نہیں ہوئی۔

یہ سب اس خیمہ سے نکلے آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیلی ہوئی تھی۔ آفتاب کی گستاخ کرنیں حور جمال لبنیٰ کے روشن چہرہ پر تصدق ہو رہی تھیں۔ اس کا چہرہ ایسا چمکنے لگا تھا۔ جیسے اس وقت آفتاب چمک رہا تھا۔

تابش حسن نظر بھر کر اس کے چہرہ کی طرف نہ دیکھنے دیتی تھی۔ یہ اس طرف چلے جس طرف ایک مختصر دستہ سواروں کا قیام پذیر تھا۔ چند خیمے درختوں کے سایہ میں کھڑے تھے۔

خیموں سے قدرے فاصلے پر چھولداریاں تھیں۔ چونکہ وہ جگہ کچھ زیادہ فاصلے پر نہ تھی اس لئے بہت جلد یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ارسوس نے

ایک مختصر خیمہ کی طرف اشارہ کر کے میرونہ سے کہا۔

یہ خیمہ آپ کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ میرونہ اس خیمہ کی طرف چلی ارسوس نے میخائیل سے کہا تم شہزادی صاحبہ کو ان کے خیمہ تک پہنچا آؤ!

میخائیل بغیر جواب دیئے شہزادی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ارسوس لبنیٰ کو ہمراہ لے کر ایک شاندار خیمہ میں پہنچا۔

یہاں چند سنتری پہرہ دے رہے تھے۔ ارسوس نے ان سنتریوں سے مخاطب ہو کر کہا تم لوگ خیمہ سے چلے جاؤ۔ سنتری وہاں سے ہٹ گئے۔ ارسوس مع لبنیٰ کے اندر داخل ہوا۔ یہ خیمہ نہایت وسیع تھا۔ اس میں کافی مخمل کا فرش ہو رہا تھا اور درمیان میں گدّے دار کرسیاں پڑی تھیں خیمے کی قنات پر چاروں طرف کچھ ہتھیار اور ڈھالیں آویزاں تھیں۔

ایک کوچ مغرب کی جانب بچھی ہوئی تھی۔ خیمہ کی شان کہہ رہی تھی کہ وہ کسی ذی شان کا خیمہ ہے۔

ارسوس بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور لبنیٰ کرسیوں کے قریب جا کھڑی ہوئی ارسوس نے اس ستم روزگار کو دیکھا اور اس کا پُر تنویر چہرہ دیکھنے میں منہمک تھا لبنیٰ کو اس کا اس طرح سے بے باکانہ انداز پر دیکھنا ناگوار گزرا۔ وہ چاہتی تھی کہ ارسوس کو اس بے باکانہ انداز سے دیکھنے کو روک دے۔

لیکن اسے معلوم تھا کہ اس کی سرزنش کچھ کارگر نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ قیدی ہے۔ اور قیدی کی کوئی بات سنی نہیں جاتی۔ اس نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ اور اس کی نظریں زمین پر لوٹنے لگیں ارسوس دیر تک اسے ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا۔ کچھ وقفہ کے بعد وہ چونکا اور اس نے کہا ہائیں پری زاد لڑکی تم ابھی تک کھڑی تھیں۔

ارسوس محو دید ہو کر کچھ کھو سا گیا تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ ناز آفریں لبنیٰ کھڑی ہے۔ اس کی از خود وارفتگی دور ہوئی تب اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا لبنیٰ پھر بھی چپ رہی اس نے کہا:

اے رشک خوباں یہاں آ کر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

لبنیٰ نے افسردگی سے کہا میں ایک قیدی ہوں کرسی پر بیٹھنے کا کیا حق رکھتی ہوں۔

ارسوس نے کھڑے ہو کر کہا تم قیدی نہیں ہو۔ ایسی خوب رو دوشیزہ لڑکی آنکھوں اور دلوں میں رکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

لبنیٰ اس بات کا کیا جواب دیتی وہ ارسوس کے تیور دیکھ کر پہلے ہی کھٹک گئی تھی۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ میری خوب صورتی میرے لئے وبال جان ہو رہی ہے۔ کاش میں اس قدر خوب صورت نہ ہوتی۔

یہ ان کو ہے اپنی صورتِ آفریں سے گلہ
غضب میں ڈال دیا لاجواب کر کے مجھے

ارسوس اس کی طرف بڑھا۔ اس نے کہا پری جمال دوشیزہ تمہارے اس طرح کھڑے رہنے سے میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔

اس وقت اس "عرب کا چاند" کے سر سے دوپٹہ کھسک گیا تھا۔ جس سے اس کی سیاہ ریشم جیسی لچھے دار زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔ اس کے بال گھنگھریالے تھے گوری پیشانی پر گستاخ بال جھک آئے تھے جو کہ نہایت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ لبنیٰ نے ایک ادائے جادوانہ کے ساتھ بائیں ہاتھ سے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا "آپ کی مہربانی۔"

ارسوس نے از خود وارفتگی کے انداز میں کہا اے ماہ پارہ لڑکی تیری بھولی

صورت نے میرے دل میں قبضہ کر لیا ہے تو بہترین حسینہ ہے۔ دنیائے جہاں کی حور ہے۔ تیری صورت دلفریب اور دل رُبا ہے۔ وہ اپنے حسن کی تعریف سن کر شرما گئی۔ اس کے شرمانے کی ادا زاہدوں، ولیوں اور فرشتوں کو لبھانے والی تھی۔ ارسوس تو بالکل ہی مر مٹا اس نے کہا:

اے عرب کے چاند مجھ پر مہربانی کر تیری صورت، دلفریب اداؤں، برق پاش نگاہوں نے مجھے لوٹ لیا، مسحور کر لیا، دیوانہ بنا دیا ہے۔ لبنیٰ کے پیارے چہرے سے کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس نے کہا آپ شہزادہ ہیں شریف عیسائی ہیں آپ کو ایسی گفتگو زیبا نہیں دیتی ہے۔

ارسوس نے کہا میں سب کچھ تھا۔ مگر اب تجھے، تیری بھولی صورت، پیاری اداؤں، ہوشربا نگاہوں کو دیکھ کر کچھ بھی نہیں رہا۔

اب میں تجھ سے تیری مہربانی کا خواستگار ہوں۔ تیرا صرف ایک لفظ تسکین کے لئے کافی ہے۔ لبنیٰ نے سنجیدگی سے کہا میں مسلمان ہوں تم عیسائی مذہب کی تفریق، معاشرت کی تفریق اور تمدن کی تفریق حائل ہے۔

ارسوس: دوسری کوئی چیز نہیں۔ لوگوں کو اپنا محکوم رکھنے مذہبی جذبات کے تحت محیّر العقول کام لینے، ایک قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے نئے مذہب کا ڈھکوسلہ گڑھ لیا گیا ہے۔ یہ بڑے لوگوں کی جدت ہے۔

ارسوس کی گفتگو سے لبنیٰ کو حیرت ہوئی۔ اس نے ان لوگوں میں پرورش پائی تھی جو کہ مسلمان تھے۔ مذہب کے دلدادہ تھے۔ مذہب کے فدائی تھے۔ اور مذہب کے لئے ہر وقت سر بکف رہتے تھے۔ ان کی نظر میں مذہب کی توقیر بے حد تھی۔ اس نے کہا مذہب کی تحقیر نہ کرو۔ مذہب خدا

تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح سے ایک بادشاہ کو اس کی رعایا ایک خاص نظام کی وجہ سے اسے اپنا بادشاہ مان کر اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اسی طرح مخلوق مذہب کے تحت میں مذہبی پابندیوں کے ساتھ خدا کے وجود کی قائل ہوتی ہے اور اس کی عبادت کر کے اسے سراہتی ہے۔

ارسوس حیرت سے اس بت طناز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ عرب کی مجسم پیکر نور کا مرقعہ لاجواب ہو کر عاجز آ جائے گی۔ لیکن اس کی گفتگو نے اسے بہت جلد بتا دیا کہ وہ عاجز آنے والی نہیں بلکہ مذہبی باتوں سے خوب واقف ہے۔ اس نے کہا اچھا اگر مذہب واقعی کوئی چیز ہے تو تم عیسائی ہو سکتی ہو؟

لبنیٰ عیسائی مذہب اس صورت میں نہیں رہا۔ جس کو حضرت عیسیٰ لے کر آئے تھے۔ اس میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ خدا اس الزام سے پاک ہے اس کے نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے اس کی ذات ان باتوں سے مبرا و منزہ ہے۔

ارسوس: تمہارا مذہب؟

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا یہ مذہب نیا نہیں ہے۔ ابتدائے آفرینش سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہی مذہب چلا آ رہا ہے۔ اصول پر غور کیجئے آدم علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ خدا ایک ہے تمام مخلوق کا تنہا مالک ہے اور پیدا کرنے والا ہے۔ وہی عزت کے لائق ہے اس کی تلقین تمام انبیاء علیہم السلام کرتے چلے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا بھی یہی مقولہ تھا۔ جب یہی اس سے بھٹک کر دور جا پڑے، مشرک بن گئے، اس کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ تو خدا نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

انہوں نے اسلام کو نئے سرے سے نئے رنگ میں پیش کیا۔ اور سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ نئی کتاب قرآن شریف نازل ہو گئی۔ اس کتاب میں گذشتہ انبیاء اور صحائف کا ذکر ہے۔ یہ مذہب نیا کیسے ہوا۔

ارسوس نہایت حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سحر بیانی اسے تعجب میں ڈال رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے کہا اے عرب کے چاند! اس عیسائی ہونے سے تو شہزادی ہو جائے گی۔ عیسائی دنیا تیری قدر کرے گی۔ سیم و زر تیری ٹھوکروں میں پڑے ہوں گے۔ موتی ہیرے جواہرات اور لعل تیری ضروریات سے زیادہ تجھے دیئے جائیں گے۔ خادم غلام کنیزیں تیری خدمت کے لئے ہوں گی۔

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا دولت عشرت کا پیش خیمہ ہے۔ عشرت گناہوں کی جڑ ہے۔ گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ دولت کی خواہش حرص کے بندے کیا کرتے ہیں۔

ارسوس: اگر تو میری محبت کا اقرار کرے تو میں مسلمان ہو جاؤں۔

لبنیٰ: کسی غرض کو لیتے ہوئے مسلمان ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔

ارسوس نے انتہائی حیرت سے دیکھا وہ دیر تک وسط حیرت میں غرق رہا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے کہا لبنیٰ میں تجھے آزماتا تھا۔ دیکھتا تھا تو ...ے مذہب پر کیا کہتی ہے۔ میں عیسائی ہوں اور واضح عیسائی کی طرح سے ہی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے تو بھی میری محبت کا اقرار کر لے۔ دمشق کی حکومت تیرے قدموں پر ڈال دی جائے گی۔

لبنیٰ: مجھے حکومت کی خواہش نہیں ہے۔

اب ارسوس کو غصہ آنے لگا۔ اس نے قدرے ترش روئی سے دریافت کیا: کیا تم کسی طرح میری محبت کا اقرار نہ کرو گی؟

لتی نے سنجیدگی سے جواب دیا: کسی طرح نہیں!

ارسوس کو طیش آ گیا۔ اس نے کہا بد بخت لڑکی تو قتل کر دی جائے گی۔

لتی نے اسے سنجیدگی سے جواب دیا: بے حیائی کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ ارسوس نے دانت پیستے ہوئے تلوار میان سے کھینچ کر بلند کی۔ اس نے انتہائی غیظ بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اوا جل گرفتہ سر جھکا! لتی نے اپنا نازک سر جھکا دیا۔ اس کے چہرے سے خوف و انتشار کے بجائے خفیف سی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ غالباً وہ کلمہ پڑھ رہی تھی۔ ارسوس نے اسے دیکھا۔ وہ اس کو مرنے کے لئے تیار دیکھ کر کمال متحیر ہوا۔ اس نے تلوار میان میں کرتے ہوئے کہا: کیا تو چاہتی ہے کہ میں تیرا ایک ہی وار میں خاتمہ کر دوں۔ ہرگز ایسا نہ کروں گا میں تجھے سخت سے سخت تکلیف دے کر ماروں گا۔ دہشوار کے قلعہ میں لے جا کر تجھے تنگ و تاریک جیل خانے میں قید کر دوں گا۔

وہ خاموش ہو گیا لتی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک ارسوس کھڑا رہا اور اسے گھورتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ خیمے سے باہر چلا گیا لتی سرو قد کھڑی ہو گئی۔ اور اپنی حالت پر غور کرنے لگی۔

وہ نازک تھی۔ ناز آفریں تھی زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے اس کے نازک پاؤں دکھنے لگے تھے۔ مگر وہ بیٹھی نہیں کھڑی رہی۔

تھوڑی دیر بعد پھر ارسوس خیمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک اور سپاہی آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی زنجیر تھی۔

ارسوس نے کہا یہ عرب دوشیزہ قیدی ہے۔ نہایت سرکش اور مغرور۔ بدمزاج گستاخ اور عیار ہے۔ مجھے اس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہے اسے زنجیروں میں جکڑ کر سامنے والے خیمے میں قید کر دو اور خیمہ کے باہر پہرہ لگا کر سنتریوں کو ہدایت کر دو کہ اس کی نگرانی میں ہرگز بھی غفلت نہ کریں۔

اس نے سر تسلیم خم کیا۔ وہ آگے بڑھا، اس نے حور وش لتی کے ہاتھوں میں زنجیر ڈال دی غریب بے بس و بیکس لڑکی کی نرگسی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لیکن اس نے ضبط کیا۔

وہ آنسو پی گئی۔ یہ ظالم بے رحم شخص اس حور ادا مسلم دوشیزہ کو لے کر خیمہ سے باہر نکلا اور دوسرے مختصر خیمہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا۔ وہ بقیہ دن اور دوسرا دن ارسوس وہیں رہا۔ تیسرے دن صبح سویرے ہی اس نے کوچ کیا۔

اس کا لشکر مختصر تھا۔ صرف دو سو سوار تھے تمام سوار، سردار بلکہ ارسوس گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس نے عنایت یہ کی کہ ایک گھوڑے پر لتی کو سوار کر دیا۔ اور ایک گھوڑے پر میرونہ بیٹھی

مختصر لشکر دہشوار کی جانب روانہ ہوا۔ مظلوم لتی کے ہاتھوں میں اس وقت بھی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

دہشوار یہاں سے فاصلے پر تھا۔ وہ تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ جب آفتاب بلند ہو کر نصف النہار پر پہنچ گیا۔ اور اس کی ترچھی کرنیں اور شعائیں بالکل سیدھی ہو گئیں۔ تو یہ لوگ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک چھوٹی پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

چوں کہ دوپہر کا وقت تھا دھوپ تیز پڑ رہی تھی۔ ہوا بالکل بند تھی۔ اس

لئے گرمی زیادہ ہوگئی تھی۔ گرمی کی شدت سے ان سب کو پسینہ آرہا تھا۔ ان لوگوں نے ابھی پہاڑی سے کچھ ہی دور کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اُن کے گھوڑے چونکے۔

انہوں نے قناتیں کھڑی کیں۔ سوار سنبھلے، ارسوس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ قریب ہی کوئی خونخوار جانور ہے۔

ابھی کسی نے کچھ جواب نہ دیا تھا۔ کہ دفعتاً اللہ اکبر کے ہیبتناک نعرہ کی آواز آئی اس نعرہ سے آواز بازگشت ایسی پیدا ہوئی کہ زمین دہل گئی۔ اور پہاڑی تھرا گئی۔ مسیحی لرزنے لگے۔ گھوڑے کانپ گئے عیسائیوں نے حیرت اور خوف بھری نظروں سے اس طرف دیکھا جس طرف سے نعرہ کی آوز آئی تھی۔ اسی طرف سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آرہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک چٹان کے پیچھے سے مسلمان نمودار ہوئے۔ وہ نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آرہے تھے۔

جب وہ سب چٹان کے پیچھے سے نکل آئے۔ عیسائیوں نے دیکھا وہ کل ساٹھ سوار تھے پہلے تو سخت خوفزدہ ہوگئے تھے۔ مگر جب انہوں نے اس قدر کم مسلمان دیکھے تو ان کا خوف جاتا رہا اور ارسوس نے کہا دلیرو! ان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو۔

عیسائیوں نے دونوں لڑکیوں کو پیچھے کر دیا اور خود آگے بڑھ کر تلواریں میانوں سے کھینچ لیں۔ مسلمان قریب آکر رکے۔ انہوں نے بھی تلواریں بلند کیں۔ دونوں فریقین بڑھے تلواریں جھکیں اور جنگ شروع ہوگئی۔

OOO

چوتھا باب

کامیابی

قصہ کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کچھ پچھلے واقعات بیان کرنے ضروری ہیں۔ جب سعد، ضرارؓ اور ان کے دو سو ہمراہی مسیبؓ اور رافع کی کوششوں سے عیسائیوں کے پنجہ سے آزاد ہو گئے تھے اور انہوں نے ان عیسائیوں کو بھی شکست دے دی تھی جو فضل بن عباس کے سامنے سے بھاگ کر آئے تھے۔

وہ مظفر و منصور ہو کر واپس لوٹے تھے مگر اس فتح پر خوش نہیں تھے بلکہ ملول و افسردہ خاطر غمگین تھے۔ کیوں کہ پری زاد لیلیٰ اور نوجوان ریاض کو انہوں نے کھو دیا تھا وہ انہیں نہ مل سکے تھے۔ چوں کہ ان کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ جو عیسائی اسیر ہوئے تھے وہ خود ناواقف تھے۔ وہ بھی ان کے متعلق کچھ نہ بتا سکے تھے۔ اس لئے مجبور ہو کر وہ لوٹ آئے تھے۔

یوں تو سارے ہی مسلمان آزردہ تھے لیکن سعد کو سب سے زیادہ غم تھا۔ وہ اس قدر بے قرار تھا کہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ اسے کیسے چین آسکتا تھا کیوں کہ اس کی سگی ہمشیرہ عیسائیوں کے پنجے میں پھنس گئی تھی۔ اس کا

دوست جس کے لئے وہ اپنا سب کچھ نثار کر سکتا تھا۔ بے رحم عیسائیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ وہ جس قدر بھی غمگین اور بے چین ہوتا حق بجانب تھا۔

اس کی بے چینی، غمگینی اور تڑپ مسلمانوں سے دیکھی نہ جاتی خصوصاً حضرت خالدؓ سے، وہ اسے تسلی دے کر سمجھا کر اس کے غم کے خیال کو بٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن جو غم اٹھتے بیٹھتے بے قرار کر رہا تھا، جس نے دل میں ناسور کر دیا تھا۔ وہ کیسے بھولا جا سکتا ہے۔

سعد کے دل پر اس کی ہمشیرہ اور اس کے دوست کی یاد چرکا لگاتی رہتی تھی۔ اس نے کئی وقت کھانا نہیں کھایا غمگین رہنے اور کھانا نہ کھانے سے وہ اس قدر مضمحل ہو گیا تھا کہ بیمار سا نظر آنے لگا تھا۔

خالدؓ سے اس کی یہ کیفیت دیکھی نہ گئی۔ انہوں نے جاسوسوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ لبنیٰ اور ریاض کا پتہ لگا لائیں۔ ان سے انعام کا وعدہ کیا گیا۔ انہوں نے اقرار کیا اور وہ روانہ ہو گئے۔

مسلمانوں کے جاسوس وہ عیسائی تھے جن پر مسلمانوں نے بےحد احسان کئے تھے پھر جاسوسی محض احسان ہی کے صلے میں نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کو معاوضہ میں گرانقدر انعام اور بخششیں دی جاتی تھیں۔ وہ نہایت خوشی سے جاسوسی کی خدمات انجام دیتے تھے۔ کئی دن کے بعد سراغرساں واپس آئے۔ انہوں نے کہا لبنیٰ اور ریاض اس وقت تک خیریت سے ہیں، قید ہیں، ریاض کو عنقریب قربان گاہ پر زندہ چڑھایا جائے گا۔ اور لبنیٰ کو قلعہ دہشوار میں تا اختتام جنگ قید رکھا جائے گا۔ دونوں خبریں حوصلہ شکن تھیں۔ سعد کو بےحد رنج ہوا۔ مگر وہ مجبور تھا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ لبنیٰ کی طرف سے اسے

قدرے یہ اطمینان تھا کہ وہ ابھی قید رکھی جائے گی۔ لیکن ریاض کے بھینٹ چڑھ جانے کی خبر نے اسے بہت زیادہ غمزدہ کر دیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ بے رحم و بے درد مسیحی کب بھینٹ چڑھائیں گے وہ نماز پنج گانہ کے بعد پہلے ریاض اور پھر لبنیٰ کے بخیریت رہنے اور دوبارہ آملنے کی دعائیں مانگتا تھا ایک دن جب کہ وہ نماز مغرب پڑھ کر آیا تھا۔ خالدؓ نے اسے بلا لیا۔ وہ ان کے خیمے پر پہنچا۔ خالدؓ نے کہا ایک خوش خبری سن لو!

سعد نے ایسی غمزدہ آواز اور افسوس بھری نظروں سے انہیں دیکھا گویا ان کے لئے خوشخبر کی کوئی امید نہ تھی۔ خالدؓ اس کی درد بھری نگاہوں کو دیکھ کر بے قرار ہو گئے انہوں نے کہا سعد بالکل مایوس مت ہو جاؤ۔ خدا پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کرے گا۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دوستوں کی طرف سے بالکل مایوس نہیں کرے گا یہ اس کی طرف سے آزمائش ہے۔ ابتلاء آزمائش کے لئے ہی ہوتی ہے۔ بے صبر ہو کر گنہگار نہ بنو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) اور صبر کرنے والوں کو خوشخبر سناؤ۔ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے وہ کہیں کہ ہم اللہ کا مال ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ایسے ہی لوگ مبارکبادی کے قابل ہیں۔ خدا کی طرف سے رحمت کے حقدار وہی ہیں اور یہی سیدھی راہ پر ہیں۔

سعدؓ نے کہا خدا کی قسم میں جس خوف سے ضبط و صبر کر رہا ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں کہ جس قدر مجھے غم ہے۔ حیرت ہے کہ میں وفور غم سے ہلاک کیوں نہیں ہوا۔

خالدؓ: قبل از وقت کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا۔ سنو! لبنیٰ بخیریت ہے۔

ارسوس والی دمشوار کی سیادت میں دمشوار جانے والی ہے۔

سعدؓ غور سے سن رہا تھا۔ اس نے دریافت کیا وہ کہاں ہے؟

خالدؓ: دمشوار سے دوسری طرف جس جگہ عیسائیوں کا کیمپ ہے۔

سعدؓ: اس کے ہمراہ کس قدر لشکر ہے۔

خالدؓ: بہت تھوڑا، صرف دو سو سوار۔

سعد نے جلدی سے کہا بس تو مجھے اجازت دیجئے۔ تا کہ میں اپنے قبیلہ کے پچیس سوار لے کر روانہ ہو جاؤں۔

خالدؓ: پچیس نہیں سو سوار لے جاؤ۔

سعدؓ: سو سوار کیا کرنے ہیں۔ اوّل تو اتنے لوگ تیز نہ دوڑ سکیں گے۔ دوسرے اندیشہ ہے کہ مبادا عیسائیوں کے سراغرساں جو کہ ہمارے لشکر میں بکھرے پڑے ہیں۔ اتنے آدمیوں کو روانہ ہوتے دیکھ کر کھٹک نہ جائیں۔ اور ہماری روانگی کی اطلاع عیسائیوں کو نہ کر دیں۔

خالدؓ: یہ سچ ہے۔ اچھا تم ساٹھ مسلمانوں کو لے جاؤ۔ آدھی رات کے بعد کوچ کر دو۔ نہایت احتیاط سے روانہ ہونا۔ میں عشاء کی نماز کے بعد اس جاسوس کو جس نے مجھے یہ خبر دی ہے تمہارے خیمے میں روانہ کر دوں گا۔ وہ راستے سے بخوبی واقف ہے۔ تمہیں ایسے راستے سے لے کر جائے گا۔ جو قریب بھی ہو اور خطرہ بھی نہ ہو۔

سعد نے کہا بہتر ہے اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے میں آیا اس نے اپنے غلام کے ذریعہ سے ساٹھ آدمیوں کو بلایا۔ وہ آ گئے تو اس نے کہا مجھے ایک خفیہ مہم پر جانا ہے۔ صرف ساٹھ آدمی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے ساٹھ

آدمیوں کو اسی لئے بلوایا ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ساتھ چلو۔

ایک شخص نے کہا آپ کی مہربانی ہے۔ آپ نے ہمیں خفیہ مہم پر جانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس انتخاب پر ہم آپ کا بے پایاں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم سب کے سب آپ کے ہمراہ چلنے کے لئے بسر و چشم تیار ہیں۔

سعدؓ: کسی صاحب کو کوئی اعتراض ہو تو نہ جائیں۔

سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا کسی کو اعتراض نہیں اور اگر آج کل کے مسلمان ہوتے تو پہلے یہ دریافت کرتے کہ کیا کام ہے، کہاں جانا ہے کوئی اندیشہ تو نہیں اور کس قدر فاصلے پر جانا ہو گا۔

جب انہیں ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب مل جاتا تو شاید کہتے کہ اتنی دور جب کہ غیر ملک میں عیسائی زمین کے چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسی جرأت حماقت پر مبنی ہے۔ اس بحث و مباحثہ میں افشائے راز ہو جاتا۔ اور اول تو کام پر روانہ ہی نہ ہوتے اور اگر روانہ بھی ہوتے تو ناکام واپس آتے۔

لیکن وہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان تھے۔ انہیں کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو کام بتا دیا جاتا کرنے پر تیار ہو جاتے تھے بحث و تمحیص کو محض تضیع اوقات جانتے تھے۔

سعدؓ نے ان لوگوں سے کہا آج ہی آدھی رات کے وقت روانہ ہونا ہے۔ آپ جا کر تیاری کر لیں۔ لیکن نہایت خاموشی کے ساتھ کسی کو آپ کی تیاری اور کہیں روانہ ہونے کی خبر نہ ہونے پائے آدھی رات کو آپ خود بخود گھوڑوں پر سوار ہو کر تشریف لے آویں۔

سب نے کہا بہت اچھا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ سعد نے اپنی زرہ

نکالی ہتھیار اٹھائے انہیں صاف صیقل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسود ریاض کا غلام حاضر ہوا اس کے بشرہ سے بھی غم وفکر کے آثار ظاہر ہوئے۔

اس نے حضرت سعدؓ سے کہا مجھے سالارِ اعظم نے بتایا ہے کہ آپ آدھی رات کو کسی مہم پر جانے والے ہیں کیا آپ مجھے اپنے ہمراہ لے چلیں گے؟

سعد نے کہا اسود آؤ بیٹھو! معلوم ہوا ہے کہ لبنیٰ دو سو عیسائیوں کی حراست میں قلعہ دہشوار میں جانے والی ہے۔ میں خدا کا نام لے کر اس کی رہائی کے لئے جانے والا ہوں۔ اگر تم بھی مناسب سمجھو تو چلو میں بڑی خوشی سے اپنے ساتھ لے چلوں گا۔

اسود بیٹھ گیا، اس نے کہا میں ضرور آپ کے ساتھ چلوں گا۔ میں نے ایک تجویز سوچی ہے میں اپنے آقا ریاض کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں شاید اس فیصلہ سے میں ان تک پہنچ جاؤں۔

سعد: ضرور چلو تیار ہو کر آجاؤ۔

اسود اٹھ کر چلا گیا۔ سعد پھر ہتھیار صیقل کرنے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عشاء کی نماز ہوئی۔ اس نے ہتھیار اور زرہ کو سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیا اور نماز پڑھنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

مسلمانوں نے نماز کے لئے پہاڑی کے دامن میں ایک وسیع میدان تجویز کر رکھا تھا۔ تمام مسلمان اذان سنتے ہی اس میدان میں آ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب سعدؓ اس میدان میں پہنچے۔ تو ہزاروں مسلمان آ چکے تھے۔ اور ہزاروں آ رہے تھے۔

لوگوں کے آنے کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے تیز قدمی سے

لپکے چلے آ رہے تھے، جیسے کہ اس میدان میں کوئی نعمت بٹنے والی ہے۔ اور وہ اسے حاصل کرنے کے لئے جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ چشم زدن میں مسلمانوں سے وہ میدان لبریز ہو گیا۔ سب نے وقت معینہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر سعد اپنے خیمہ پر آئے۔ ان کے آتے ہی ان کا غلام حاضر ہوا۔ اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ سعد نے بھوک نہ ہونے کا عذر کر دیا۔

غلام نے کہا یا سیدی! آپ مہم روانہ ہونے والے ہیں نہ معلوم کیا واقعہ پیش آئے اور کب کھانا ملے۔ اس لئے تھوڑا بہت کھا لیجئے۔ کھانے سے قوت بنی رہتی ہے۔ سعدؓ کو غلام کی یہ بات پسند آئی۔ اس لئے اسے کھانا لانے کے لئے کہا غلام چلا گیا سعدؓ بیٹھ کر کچھ غور کرنے لگے۔

غالباً وہ مہم سر کرنے کی تدبیر سوچنے میں مستغرق تھے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک عیسائی خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سعدؓ کو سلام کیا۔ سعد سمجھ گئے کہ یہ وہی جاسوس ہے جس کو حضرت خالدؓ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا آؤ بیٹھ جاؤ۔ عیسائی ان سے کسی قدر فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سعد کے خیمے میں کمبلوں کا فرش ہو رہا ہے۔ اسے اس پر کچھ تعجب نہ ہوا۔ کیوں کہ وہ دیکھ چکا تھا کہ مسلمانوں کے سپہ سالار کا خیمہ بھی کمبلوں سے مزین کیا ہوا تھا۔

اگرچہ مسلمان متمول ہو گئے تھے۔ ان کے پاس دولت کی کمی نہ رہی تھی۔ وہ اپنے خیموں میں قالین اور مخمل کا فرش بچھا سکتے تھے لیکن وہ عیش وعشرت میں غرق ہونا نہ چاہتے تھے۔ ان کی معاشرت سادہ تھی۔

سعد نے کہا کیا تم ہی لبنیٰ کی خبر لے کر آئے ہو؟

عیسائی نے جواب دیا، جی ہاں۔

سعد: ہمیں کتنی دور چلنا ہوگا۔

عیسائی: شاید پندرہ میل۔

سعد نے متحیر ہو کر اس مسیحی کو دیکھتے ہوئے کہا پندرہ میل، سنا ہے کہ اتنے فاصلے پر قلعہ دہشوار ہی ہے۔

عیسائی: جی نہیں دہشوار صرف دس میل کے فاصلے پر ہے۔ اور دہشوار سے پندرہ میل دور ارسوس خیمہ زن ہے۔

سعد: اس طرح بھی وہ ہم سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے۔

عیسائی: جی ہاں، لیکن ہمیں دہشوار کیا لینے جانا ہے۔ ہم سیدھے اس پہاڑی کے دامن میں چل کر وہاں پہنچ جائیں گے، سیدھا چلنے سے ہمیں دس میل کی مسافت بچ جائے گی۔

سعد: شاید تم یہاں کے راستے سے بخوبی واقف ہو۔

عیسائی: اس سرزمین کے چپہ چپہ کو جانتا ہوں۔ اسمونین میرا وطن ہے۔

سعد: کیا یہ وہی اسمونین ہے جہاں کا بادشاہ مشاؤل ہے۔

عیسائی: جی نہیں۔

سعد: تم نے لبنیٰ کو تو نہیں دیکھا۔

عیسائی: دیکھا ہے۔

سعد نے اشتیاق آمیز نظروں سے عیسائی کو دیکھ کر دریافت کیا تم نے اس کو کیسا پایا؟

عیسائی نہایت غمزدہ، غریب بیکس دوشیزہ کو بارِ غم نے کچل ڈالا ہے۔

سعد کو قلبی صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ہونٹوں پر خشکی دوڑ گئی۔ اس نے ضبط کے لئے اپنے لبوں کو دبا لیا۔

عیسائی نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ان سے کہا غم نہ کیجئے۔ آپ اس معصوم حسینہ کو چھڑا لیں گے۔

سعد نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا خدا کرے میں اسے چھڑا سکوں۔ اس کے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب آدھی رات کا عمل ہوا۔ تو ان دونوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔

سعد نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آدھی رات آگئی ہے میرے ہمراہ جانے والے لوگ تیار ہو کر آ گئے ہیں۔

عیسائی نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ سعدؓ کا غلام حاضر ہوا۔ اس نے کہا یا سیدی، مجاہدین تیار ہو کر آ گئے ہیں۔

سعد جلدی سے اٹھا اس نے زرہ بکتر پہنا۔ ہتھیار لگائے اور عیسائی کو ساتھ لے کر باہر آیا۔ اس کے ساتھ مجاہدین اسلام کو گھوڑوں پر سوار دیکھا۔ خادم نے ان کے گھوڑے پر پہلے ہی زین کس دیا تھا۔ وہ اور عیسائی دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فوراً ہی اسود بھی آ گیا۔

یہ سب آہستہ آہستہ چلے۔ لشکر سے باہر نکلتے ہی تینوں نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ اس وقت رات آدھی سے کسی قدر زیادہ گزر چکی تھی اور ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

چاروں طرف سیاہ چادر سی تنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ تارے آسمان پر بکھرے پڑے تھے۔ جو نہایت آب

وتاب سے چمک رہے تھے۔

ان تاروں کی ہلکی سی ضیاء سے زمین پر اس قدر اجالا تھا کہ قدم دو قدم کی چیزیں نظر آجاتی تھیں دور کی چیزیں نہایت بھیانک اور خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ نظریں بڑھتے ہوئے اندھیرے میں کھوئی جاتی تھیں۔ اس وقت کائنات بالکل خاموش تھی اور فضا ساکت تھی۔

یہ لوگ نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ عیسائی جاسوس بطور راہبر کے آگے تھا۔ اس نے ایسا راستہ اختیار کیا تھا۔ جو پہاڑ کے دامن میں تھا۔

صبح تک یہ لوگ برابر چلتے رہے۔ صبح صادق کے جب آثار ظاہر ہوئے اور مشرق سے زردی نما سفیدی نمودار ہوئی۔ پرندوں نے چہچہا کر صبح کی آمد کا پیغام دینا شروع کیا تو یہ لوگ ایک چشمہ کے کنارے پر رکے اور گھوڑوں سے اترے۔ حوائج ضروریات سے فراغت کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ایک درہ میں گھس کر پھر چلنے لگے۔ پھر تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد راہبر نے ان کو روک کر کہا۔

اس جگہ ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر آرام کرلو۔ میں عیسائیوں کی خبر لے آؤں۔

جاسوس یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگیا۔ مسلمان گھوڑے سے اتر کر سبزہ زار چٹانوں کے اوپر بیٹھ گئے۔

یہ جگہ نہایت پرفضا تھی۔ چٹانیں سبزہ زار تھیں۔ درختوں کے جھنڈ کثرت سے کھڑے تھے۔ اگر چہ دوپہر کا وقت قریب آگیا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ چوں کہ خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ ہوا پاس کے درختوں سے ہو کر آ رہی تھی۔ اس لئے کسی قدر خنکی آمیز تھی۔

مسلمانوں کو اس جگہ بیٹھے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ عیسائی واپس آگیا۔ اس نے قریب آتے ہی کہا: مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ۔ عیسائی دشوار پہنچنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ سعد نے اس کے قریب آکر دریافت کیا: وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہیں۔

عیسائی: بہت قریب زیادہ سے زیادہ چار فرلانگ کے فاصلے پر۔ سعد تم نے لبنیٰ کو ان کے ساتھ دیکھا تھا۔

عیسائی: نہیں میں دور سے ان کو دیکھ کر آپ کو اطلاع کرنے کے لئے دوڑا چلا آیا۔ مگر میرا خیال ہے کہ لبنیٰ ان کے ساتھ ضرور ہے۔

سعد نے کچھ اور دریافت نہ کیا وہ اور تمام مسلمان جلدی سے گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ وہ عیسائی کے پیچھے پیچھے چل کر ایک بہت بڑی چٹان کی آڑ میں چھپ گئے ابھی وہ اچھی طرح چھپنے بھی نہ پائے تھے کہ انہوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنی جو کہ دم بدم قریب ہوئی جا رہی تھی۔ مسلمان سنبھل گئے ہوشیار ہوگئے۔

جب آواز بالکل قریب آگئی تو عیسائی نے کہا اب ہمیں ان پر حملہ کرنا چاہئے یہ سنتے ہی مسلمان بڑھے۔ وہ چٹان سے آگے نکلے۔ عیسائیوں نے انہیں دیکھا۔ یہ عیسائی ارسوس اور اس کے ہمراہی تھے۔ پہلے تو وہ مسلمانوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئے۔ لیکن جب انہیں مسلمان تھوڑے نظر آئے تو ان کا خوف جاتا رہا۔ ارسوس نے کہا دلیرو! ان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو۔

عیسائی فوراً مسلمانوں کی طرف جھپٹے۔ مسلمان ان کی طرف لپکے فریقین نے تلواریں کھینچ لیں اور نہایت خونریز جنگ شروع ہوگئی۔

عیسائی اس خیال سے کہ مسلمان تھوڑے ہیں۔ نہایت بے باکی سے

ان پر حملہ آور ہوئے مسلمان ایسے عزم واستقلال سے جیسے کہ انہیں یہ کام ختم ہی کرنا ہے سر جھکا کر مصروف پیکار ہو گئے۔

سعد نہایت جوش، دلیری اور شدت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ جس پر بھی حملہ کرنے جاتے اسے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اسے جوش تھا اور غصہ تھا اور وہ تنہا تمام عیسائیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ عیسائیوں کی صفوں میں گھس کر نہایت بے خوفی اور جوانمردی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

اسود بھی غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ وہ ایسی سختی سے لڑ رہا تھا۔ گویا اس نے ہی تمام عیسائیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے جھپٹ جھپٹ کر جلدی جلدی جنگ کر رہا تھا۔ اس نے آٹھ دس عیسائیوں کو قتل کر کے ڈال دیا تھا۔ سب یہی چاہتے تھے کہ ہم ہی ان عیسائیوں کو قتل کر کے ڈال دیں۔ عیسائی بھی کچھ موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ وہ بھی بڑے جوش، بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

لیکن ان کی تلواریں جیسے کند ہوں، کام ہی نہ کرتی تھیں۔ وہ جوش میں آکر اور غصہ میں بھر کر حملے کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں پر کسی عیسائی کی تلوار اثر نہ کرتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائیوں کو بہت غصہ آیا۔ اور مزید شدت سے حملہ کر رہے تھے جنگ نہایت زور وشور سے ہو رہی تھی۔ مجروح چیخ رہے تھے۔

آلات حرب کی جھنکار ہو رہی تھی۔ قومی نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ان تمام آوازوں سے تمام میدان گونجنے لگا تھا۔

ارسوس عیسائیوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہا تھا۔ وہ خود بھی لڑ رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر جوش میں بھر بھر کر حملے کر رہے تھے۔ اسود نے ارسوس

کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف بڑھا۔

دو تین عیسائی سد راہ ہو گئے۔ وہ ان سے بھڑ گیا۔ اس نے تینوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔ اب وہ بڑھ کر ارسوس کے پاس پہنچ گیا۔ ارسوس نے اسے اپنے قریب دیکھا۔ اس نے تلوار ماری۔ اسود نے ڈھال بڑھا دی۔ تلوار ڈھال سے اچٹ کر گھوڑے کی گردن پر پڑی۔ گھوڑے کی آدھی گردن کٹ گئی۔ گھوڑا ایک دم گر گیا۔ اور اسود کو کودنے کا موقع نہ ملا۔ وہ گھوڑے کے نیچے دب گیا۔

فوراً دو عیسائی گھوڑوں سے نیچے آئے اور انہوں نے اسود کو مضبوط باندھ کر ایک گھوڑے پر لاد دیا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی یہ بہیمانہ کاروائی دیکھی وہ سمٹ کر نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

عیسائیوں نے پوری طاقت سے ان کا حملہ روکا لیکن وہ روک نہ سکے ان کے بہت سوار موت کی بھینٹ چڑھ گئے عیسائی گھبرا گئے وہ پیچھے ہٹے۔ مسلمان بڑھے!

انہوں نے ایک اور حملہ کیا۔ جس سے عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے وہ قلعہ دہشوار کی طرف پسپا ہوئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر چند عیسائیوں اور دونوں لڑکیوں کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ اور گرفتار شدگان مسیحیوں کا نہایت سرعت کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔

ارسوس جنگ کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ دہشوار کی طرف بھاگا۔ اس کے پیچھے بچے کھچے عیسائی بھاگے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور وہ انہیں دور تک مارتے کاٹتے چلے گئے۔ عیسائی ایسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں کی زد سے

باہر نکل گئے۔

وہ اس گھوڑے کو بھی ہانک کر لے گئے جس پر اسود کو باندھ دیا گیا تھا۔ مسلمان اس خوف سے واپس لوٹے کہ کہیں عیسائیوں کا اور کوئی گروہ ان کی مدد کے لئے نہ آ جائے۔ انہیں شدید ترین رنج پہنچا کہ آج انہوں نے ریاض کی یادگار اُس کے غلام کو بھی کھو دیا۔

سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے۔ سعد لبنیٰ کے پاس گیا۔ لبنیٰ گھوڑے سے نیچے اتر آئی۔ سعد بھی اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ وہ لبنیٰ کی طرف بڑھا لبنیٰ کشادہ آغوش ہو کر سعد کے پاس آئی اور آہ بھائی کہتے ہوئے اُس سے لپٹ گئی۔

اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ وہ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگی۔ سعد اگرچہ مرد تھا۔ مستقل مزاج تھا مگر عرصہ کے بعد اپنی ہمشیرہ سے ملنے اور اس کے رونے سے چشم پُر آب ہو گیا۔

دیر تک اسے اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے رشک حور کو آہستہ سے اپنی آغوش سے الگ کرتے ہوئے کہا:

لبنیٰ اب نہ روؤ، نہ روؤ، میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔

لبنیٰ اب نہیں رو رہی تھی۔ اس نے اپنے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ آہ رونا اختیار میں نہیں دل خود بخود بھرا چلا آتا ہے۔

سعد: خدا کا شکر کرو۔ اس نے تم کو عیسائیوں کے ہاتھوں سے رُستگاری دلائی۔

یہ کہتے ہی سعد نے نازک اندام لبنیٰ کے ہاتھوں کو دیکھا اس کے نرم نازک ہاتھوں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ سعد یہ دیکھ کر تڑپ گئے اور

انہوں نے نہایت سرعت سے اس کی زنجیر کاٹی۔

لبنیٰ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ میں خدا کی بے حد مشکور ہوں۔ اس نے بڑا کرم کیا ہے۔ میرونہ کا چہرہ فق ہو گیا۔ خوب صورت آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپک رہا تھا۔ وہ دہشت سے کانپ رہی تھی۔

سعد نے کہا پیاری ہمشیرہ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اندیشہ ہے کہ ارسوس اور جمعیت کے ساتھ واپس نہ آ جائے۔ ہمیں اس جگہ سے فوراً ہی چل دینا چاہیے۔

لبنیٰ نے پھر اپنے آنسو پونچھے وہ اپنے گھوڑے کی طرف چلی سعد نے اسے سہارا دے کر سوار کرایا۔ اور خود بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ تمام مسلمان اس کے قریب آ گئے۔

یہ سب لوگ میرونہ کو حراست میں لے کر جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے روانہ ہوئے۔ اس مختصر سی لڑائی میں مسیحی ایک سو تیس قتل ہوئے اور مسلمان ایک بھی شہید نہ ہوا۔ البتہ چند ایک مسلمان زخمی ہو گئے تھے اور اسود اسیر ہو گیا تھا۔

OOO

پانچواں باب

ایک اور اسیرِ محبت

سعدؓ اور اس کے ہمراہی نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ انہیں اپنا تعاقب کئے جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے جس قدر تیز وہ چل سکتے تھے چلے جا رہے تھے۔ لبنیٰ میرونہ سعد تمام مسلمانوں سے تقریباً ایک فرلانگ آگے بڑھے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے مسلمان چار چار کی قطار میں آ رہے تھے۔

باوجودیکہ لبنیٰ عیسائیوں کی قید سے آزاد ہو گئی تھی۔ اور اپنے بھائی کے ساتھ جا رہی تھی اسے خوش ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ خوش نہ تھی۔ اس کے روشن چہرے سے حزن وملال کے آثار ظاہر تھے۔ ہوشربا آنکھوں سے غم، اندوہ ٹپک رہا تھا۔ وہ اب بھی مجسمۂ غم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس غمگینی میں بھی وہ کمال دلربا معلوم ہوتی تھی۔

اگرچہ ایک انسان جو ذی ہوش ہوتا ہے۔ بندۂ نفس نہیں، ایک پری پیکر کو آزردہ خاطر نہیں دیکھ سکتا۔ حتی الامکان اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیوں کہ ایک پری زاد کا حسن مکھ چہرہ نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے

لیکن خفگی اور خصوصاً بناوٹی خفگی خندہ پیشانی سے بسا اوقات سبقت لیجاتی ہے۔ اور کبھی کبھی حسینوں کی غمزدہ صورت بھی بہت پیاری لگنے لگتی ہے۔

لبنیٰ جو چاند تھی اور چاند سے زیادہ روشن و دلفریب اور دلکش بھی۔ اس وقت غمزدہ تھی۔ مگر وہ اس حالت میں بھی بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی لبنیٰ کی آرزو حق بجانب تھی۔ اسے ریاض سے محبت تھی۔

ریاض عیسائیوں کے پنجہ میں اسیر تھا۔ اس کے لئے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے جانے کا حکم ہو چکا تھا۔ غریب دوشیزہ کو ریاض کی محبت بے قرار کئے ہوئے تھی۔

جس وقت میرونہ گرفتار کی گئی تھی وہ سخت غمزدہ تھی۔ اس کے چہرہ کی بشاشت رخصت ہو گئی تھی۔ شہابی رنگ پرواز کر گیا تھا۔ غم اور غصہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن اب تھوڑی ہی دیر میں اس کی حالت میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ غم وفکر رخصت ہو گئے تھے چہرہ سے بشاشت ٹپکنے لگی تھی۔ گورے اور چکنے گالوں پر سرخی جھلک آئی تھی۔ موٹی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

یہ محبت کی فسوں کاری تھی۔ جب سے اس نے سعد کو دیکھا تھا اس کے دل میں اس کی محبت اثر کر گئی تھی۔ وہ دزدیدہ نگاہوں سے کبھی کبھی اس کی طرف دیکھ لیتی۔

ہر مرتبہ دیکھنے پر اس کا دل محبت کے نئے مزے لیتا تھا۔ سعد خوش رو تھا۔ نوجوان تھا۔ حسن مکھ تھا۔ ایک مسیحی لڑکی کو اس سے محبت ہو جانا کچھ عجوبہ بات نہ تھی۔ لیکن تعجب یہ تھا کہ سعد بھی فتنہ پرداز کی زلف گرہ گیر کا اسیر نظر آنے لگا تھا۔

کبھی کبھی وہ بھی آنکھیں چرا کر اس پری زاد کو دیکھ لیتا تھا۔ جب بھی دونوں کی آنکھیں چار ہو جاتی تھیں خدنگ افگن نظریں دونوں کے دل وجگر

میں پیوست ہو جاتی تھیں۔ اور دونوں کے دل مجروح ہو کر تڑپنے لگ
جاتے تھے۔ نظریں لڑکھڑا کر جھک جاتیں۔ یہ تمام لوگ اب بھی نہایت
تیزی سے رواں ہوئے تھے۔ اس وقت وہ پہاڑی کے دامن کو طے کر رہے
تھے۔ چلتے چلتے سعد نے لبنیٰ سے دریافت کیا:

لبنیٰ: یہ عیسائی لڑکی کون ہے؟

دراصل سعد میرونہ سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رعب
حسن سے اسے یہ جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اس نے سلسلۂ گفتگو شروع
کرنے کے لئے لبنیٰ سے سوال کیا۔

لبنیٰ نے جواب دیا: یہ شہزادی ہے۔ قیطارس کی ہمشیرہ ہے۔

سعد: قیطارس کون ہے؟

لبنیٰ کوئی عیسائی فرمانروا ہے میں اسے نہیں جانتی کہ وہ کہاں کا بادشاہ ہے۔

میرونہ گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا میرا بھائی قیطارس جرجس
کا چچازاد بھائی ہے۔

سعد نے میرونہ کی طرف دیکھا وہ محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ
رہی تھی۔ سعد ان کی خدنگ افگن نظروں سے مجروح ہو گیا۔ اس نے اس
غزالِ رعنا سے دریافت کیا یہ جرجس کون ہے؟

میرونہ: انفسلیا کا بادشاہ ہے۔

سعد نے کچھ عرصہ غور کرنے کے بعد کہا کیا قیطارس وہی ہے جو اس
دن وادی میں لڑا تھا۔ اور جس نے مجھے ضرار کو اور ہمارے ہمراہیوں کو گرفتار
کیا تھا؟ میرونہ نے بیساختگی سے کہا وہی ہے!

یہ کہتے ہی اس نے اپنی نازک زبان موتی جیسے دانتوں میں دبالی۔
گویا اس سے سخت غلطی ہوگئی ہے اسے خیال ہوا کہ سعد کہیں اس سے اس
سے ناخوش نہ ہو جائے کہ اس کے بھائی نے مسلمانوں سے جنگ کی
تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے سعد کو دیکھا۔

سعد کے چہرے سے کسی قسم کی کبیدگی کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے
ذرا اطمینان ہوا۔ سعد نے اس سے دریافت کیا۔ اب قیطارس کہاں ہے؟

عیسائی لشکر کے ساتھ محاذ جنگ پر گیا ہے۔

اب ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ سعد رک گیا۔ اس نے کسی چشمے کی تلاش شروع
کی۔ تھوڑی دیر میں تمام مسلمان اس کے قریب آ گئے عیسائی جاسوس بھی آیا۔

سعد نے اس سے دریافت کیا۔ یہاں قریب کوئی چشمہ ہے۔

جاسوس نے جواب دیا۔ چشمہ قریب ہی پہاڑی کے نیچے بہہ رہا ہے
چشمہ پر جا کر کیا کیجئے گا۔

سعد: ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ وضو کر کے نماز ادا کریں گے۔

جاسوس: نماز پڑھنے میں دیر لگے گی۔ عیسائیوں کے تعاقب میں آنے
کا اندیشہ ہے۔ اس وقت نماز کو رہنے دیجئے۔

سعد: ایک مسلمان تلواروں کے سائے میں بھی نماز کو نہیں چھوڑ سکتا۔
مسلمان نماز پڑھنے ہی سے مسلمان کہلاتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے
پہلے نماز کا ہی سوال ہوگا۔ عیسائیوں کے آجانے کے خدشہ سے نماز قضا
نہیں کی جا سکتی۔

عیسائی جاسوس نے کہا خدا کی قسم تمہاری کامیابی کی بھی یہی وجہ ہے۔

تم سفر میں حضر میں، خوشی میں، تکلیف میں، تندرستی میں، غم میں، فکر میں، کسی
وقت بھی نماز نہیں چھوڑتے۔ برابر خدا کو یاد کرتے ہو وہ تمہاری خبر لیتا ہے۔
تمہاری اعانت کرتا ہے۔ ورنہ تم مٹھی بھر مسلمان ٹڈی دل عیسائیوں پر کیسے
فتحیاب ہو جاتے۔

سعد نے کہا یہی بات ہے، خدا فرماتا ہے، جو مجھے یاد کرتا ہے میں
اسے یاد کرتا ہوں جسے خدا یاد کرے وہ کبھی غم و آلام میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔
جب مسلمان خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیں گے وہ مغضوب الٰہی ہو کر غم و مصائب
کے بھنور میں پھنس جائیں گے۔

جاسوس: آیئے، میں آپ کو چشمہ دکھادوں۔

سارے مسلمان اس کے پیچھے چلے۔ چشمہ پہاڑی کے نیچے ہی
لمبی گھاس سے ڈھکا ہوا بہہ رہا تھا۔ سب مسلمان گھوڑوں سے نیچے اتر آئے
لبنیٰ اور میرونہ بھی اتریں۔

میرونہ گھاس پر بیٹھ گئی۔ مسلمانوں نے معہ لبنیٰ کے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔
نماز پڑھ کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اور پھر اسی سرعت سے چل پڑے۔ چونکہ
کہ مسلمان اس ملک کے رازوں سے ناواقف تھے اس لئے وہ نہ جانتے تھے
کہ اس وقت کہاں ہیں اور اسلامی لشکر ان سے کتنی دور ہے۔ انہوں نے راستہ
ہی میں عصر اور مغرب کی نمازیں ادا کیں۔ نماز پڑھتے ہی وہ چل پڑے۔

اب آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ اور مشرق کی جانب سے سیاہی کی چادر
بڑھتے بڑھتے مغرب میں پھیل گئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ آسمان
قندیلیں (ستارے) روشن ہو گئی تھیں۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ ہوا قدرے خنک

آمیز چلنے لگی تھی۔ موسم نہایت خوشگوار ہو گیا تھا یہ لوگ اب بھی نہایت
سرعت سے چلے جا رہے تھے۔ عشاء کا وقت ہو گیا انہیں دور سے متعدد جگہ
آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ انہوں نے اپنی رفتار کو اور تیز کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر
میں وہ اسلامی لشکر میں داخل ہوئے۔ یہ وہی دن تھا جس دن مسلمانوں اور
عیسائیوں کی جنگ ہوئی تھی۔ مجاہدین اسلام جنگ سے واپس آ کر عشاء کی
نماز پڑھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

جو لوگ جنگ میں مجروح ہوئے تھے۔ ابھی تک انہوں نے مرہم پٹی
نہ کی تھی۔ سب سے پہلے وہ نماز سے فارغ ہونا چاہتے تھے۔ سعد اور تمام
مسلمان اپنے اپنے خیمہ پر پہنچے۔

لبنیٰ اور میرونہ کو لبنیٰ کے خیمہ میں پہنچایا گیا۔ سب جلدی جلدی زرہ
بکتر اتار کر نماز پڑھنے کے لئے روانہ ہوئے اس وقت جماعت کھڑی ہو
چکی تھی۔ ان سب نے بھی وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گئے۔ سارے
مسلمان نماز پڑھ کر لوٹے اور اپنے اپنے خیموں میں آ گئے۔

سعد حضرت خالدؓ کے خیمے پر پہنچے اس وقت خالدؓ تنہا بیٹھے تھے۔
انہوں نے سعد کو دیکھتے ہی دریافت کیا۔ سعد تم آ گئے کہو لبنیٰ ملی؟ سعد بیٹھ
گئے انہوں نے کہاں۔ ہاں خدا کی مہربانی سے مل گئی۔ حضرت خالدؓ یہ سنتے
ہی سجدے میں گر گئے انہوں نے سجدے سے اٹھ کر کہا خداوند تعالیٰ کا ہزار
شکر ہے اور یقین کامل ہے کہ تم آزردہ خاطر نہ ہوئے۔

سعد نے آلودہ لہجے میں کہا خدا کا احسان ہے کہ اس نے لبنیٰ کو آزادی
دلائی لیکن میرا دوست ریاض ابھی تک عیسائی کے پنجۂ ستم میں اسیر ہے۔

خالدؓ: فکر نہ کرو، انشاء اللہ وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔ آج مجھے صبح ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ وہ بولص کے لشکر میں قید ہے۔ اسے رہا کرانے کی فکر کی جائے گی۔ مجھے یہ قصہ سناؤ کہ لبنیٰ کو کس طرح سے آزادی دلائی۔

سعد نے نہایت اختصارانہ طور پر جنگ کی تمام کیفیت سنائی۔ اس نے آخر میں کہا کہ جرجس کا بھائی قیطارس کی ہمشیرہ میرونہ گرفتار ہوگئی ہے۔

خالدؓ نے بعد سرور وانبساط کہا اب ریاض کی طرف سے کچھ زیادہ فکر نہیں رہا۔ مگر قیطارس اپنی ہمشیرہ کو واپس لینا چاہے گا۔ تو اسے اس کے بدلے میں ریاض کو دینا پڑے گا۔

سعد نے بھرے لہجہ میں کہا افسوس یہ ہے کہ آج میں نے ریاض کی یادگار اس کے غلام اسود کو بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دیا۔

خالدؓ غم نہ کرو انشاء اللہ ریاض کے ساتھ ہی اسے بھی طلب کیا جائے گا۔

سعدؓ: فی الحال میرونہ کے متعلق کیا حکم ہے۔

خالدؓ: اسے لبنیٰ کے پاس رہنے دو لیکن لبنیٰ سے کہہ دو کہ اس کی نگہداشت رکھے کہیں وہ مکروفریب دے کر غائب نہ ہو جائے۔

سعد نے کہا میں خود بھی اس کی نگرانی رکھوں گا۔ اب خالدؓ نے آج کی جنگ کی روئیداد مفصل کہہ سنائی۔

سعد تمام حال سن کر نہایت خوش ہوئے۔ خصوصاً بولص کے قتل کیے جانے کی خبر سن کر بہت ہی مسرور ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر اپنے خیمے پر آئے۔ کھانا کھایا اور سو رہے۔ صبح جب آفتاب طلوع ہوا۔ اور اس کی عالم تاب کرنیں اقصائے عالم میں پھیلنے لگیں تو مسلمان جنگ کی تیاریاں

کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے عیسائی لشکر میں کوئی نقل وحرکت نہ دیکھی۔

کل کی جنگ کی تھکن دور کرنے کے لئے آج وہ بھی آرام کرنا چاہتے تے وہ عیسائیوں کو صف بستہ نہ دیکھ کر کسی قدر خوش ہوئے۔ سب کے سب اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

میرونہ لبنیٰ کے خیمہ میں رہی تھی لبنیٰ نے اس کی مدارات میں کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ اس نے ہر ممکن طریقہ سے اسے آرام پہنچانے کی کوشش کی۔

میرونہ اپنا برتاؤ اور لبنیٰ کا لطف وکرم دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوگئی لبنیٰ کے آنے کی خبر رات ہی میں عورتوں کو ہوگئی تھی۔ لبنیٰ بھی جب اپنے خیمے میں پہنچی تھی تو عورتیں نماز کی تیاری کر رہی تھیں۔ وہ بھی نماز پڑھنے گئی۔ عورتوں نے اسے دیکھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے بغل گیر ہو کر ملیں۔ سب نے اس کی رہائی پر اسے مبارک باد دی۔

تمام عورتیں اس قدر خوش ہوئیں، جیسے مسلمانوں کو عید کی خوشی ہوتی ہے۔ نماز کے بعد ہر خیمہ میں لبنیٰ کی واپسی کا تذکرہ تھا۔ صبح جب جنگ کے آثار نہ دیکھے تو عورتیں لبنیٰ سے ملنے آنی شروع ہوئیں۔ تانتا لگ گیا۔ اگرچہ سب رات ہی اسی سے مل چکی تھیں۔ لیکن ذرا سی دیر کی ملاقات سے ان کے دل خوش نہ ہوئے تھے۔

بڑی بوڑھیاں اسے آ آ کر پیار کرتی تھیں۔ چھاتی سے لگاتی تھیں۔ نوجوان اور اس کی ہم عمر لڑکیاں بغلگیر ہو رہی تھیں سب کے چہروں سے بے حد مسرت وانبساط کا اظہار ہو رہا تھا۔

یہ عالمگیر ہمدردی یہ لازوال مسرت و بے پایاں اخوت دیکھ کر میرونہ کو رشک ہوا جس قوم میں اس نے پرورش پائی تھی۔ اس کی عورتوں میں اس ہمدردی کا عشرِ عشیر بھی نہ تھا۔

سب نے لبنیٰ کی کیفیت بصد شوق دریافت کی لبنیٰ نے بھی تمام حال مفصل کہہ دیا۔ مگر اس نے میرونہ کی سختیوں کا تذکرہ بالکل ہی نہ کیا میرونہ کو تعجب ہوا۔ اسے اس کی عالی ظرفی پر بیحد حیرت ہوئی۔

جب عورتوں نے میرونہ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک شہزادی ہے۔ ذی مرتبہ نہایت نیک اور خوش خلق ہے۔ تمام خواتین نے اسے محبت کی نظروں سے دیکھا۔ میرونہ اس کی شدت نگاہی، اعلیٰ ظرفی، بلند خیالی دیکھ کر بارِ حیا سے دب گئی۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اُس نے مظلوم لبنیٰ پر تیر ستم برسائے تھے اسے کم مرتبہ اور ذلیل سمجھا تھا۔ اس نے التجائے رحم کے لئے جب اس کے پاؤں پکڑے تھے تو اس نے انہیں انتہائی فخر و نخوت سے ٹھکرا دیا تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آج میرونہ اس کے قبضہ میں تھی وہ اس سے اس کے دئے ہوئے تمام زخموں کا انتقام لیتی اور اس کے ظلم و ستم کی داستان دہرا کر اسے خفت و ندامت دلاتی۔

اپنے بھائی سے اس کی شکایت کرتی۔ لیکن اس نے اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہا۔ بلکہ سب کی تعریف کی۔ میرونہ پر اس کی اس بات کا کافی اثر ہوا۔ اس کی حالت میں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔

اس نے فخر و غرور ترک کرنے کا تہیہ کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ایک کر کے تمام عورتیں اور لڑکیاں چلی گئیں۔ جب صرف یہ دونوں عورتیں رہ گئیں تو

میرونہ نے بڑھ کر بے اختیارانہ طریقہ پر لبنیٰ کو اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے کہا:

لبنیٰ مجھے معاف کر دو۔ میں نے ایسی عالی ظرف لڑکی پر ظلم و ستم کیے۔ میرا ضمیر مجھے مطعون کر رہا ہے۔

لبنیٰ مسکرائی اس نے کہا شہزادی ایسی بات نہ کرو۔ تم شہزادی ہو اور شہزادی کو معافی مانگنا مناسب نہیں۔

میرونہ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا مجھے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا چاہئے۔ اسی طرح اس ظلم و ستم کا بدل ہو سکتا ہے جو میں نے تم پر کیا ہے۔

لبنیٰ نے جلدی سے اس کے ہاتھ الگ کرتے ہوئے کہا شہزادی صاحبہ مجھے گنہ گار نہ کرو۔ میں تمہاری خادمہ ہوں اور جب تک تم میرے یہاں رہو گی۔ خادمہ ہی رہوں گی۔

میرونہ نے جلدی سے کہا خدا کی قسم آج سے تم میری بہن ہو۔ سنو لبنیٰ غور کر کے سنو! میں شہزادی ہوں، خوددار ہوں اس ڈر سے میں تمہارے سامنے ہاتھ نہیں جوڑ رہی ہوں۔ تمہاری قوم میں قید ہوں۔ ہرگز نہیں، اگر میرے جسم کے ٹکڑے بھی اڑوادیئے جاتے تو بھی میں نہ جھکتی نہ عاجزی کرتی۔ مجھے تیرے خلق نے تیری عالی ظرفی نے اپنا گرویدہ کر لیا۔ میرا غرور ٹوٹ گیا۔ آج سے تم میری ہمشیرہ ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ خدا کے لئے معاف کر دو۔ لبنیٰ اس کی گفتگو سے کمال متاثر ہوئی۔

اس نے کہا شہزادی صاحبہ میں نے معاف کر دیا خدا بھی معاف کر دے۔ میرونہ نے اس سیم وتن کو پھر اپنے گداز سینہ سے لگا کر بھینچا۔ اس کی چاندی منور پیشانی کو چوما۔ رشک آفتاب چہرہ اوپر کر کے کہا:

سنو آج سے تم مجھے شہزادی نہ کہنا۔ میں تمہاری بہن ہوں بہن ہی کہنا۔

لبنیٰ نے سادہ پن سے کہا ایک عرب لڑکی مسلم دوشیزہ کی بہن مسلمان لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔ مسیحی لڑکی بہن کیسے ہو جائے گی۔

میرونہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے سوچا کہ معصوم اور بھولی لڑکی ٹھیک ہی کہتی ہے۔ مسلم لڑکی کی بہن مسلمان ہی لڑکی کو ہونا چاہئے۔ کیا مسلمان ہو جاؤں؟ لبنیٰ کی محبت یہی چاہتی ہے۔ لیکن مذہب تبدیل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کے دل نے اپنے مذہب کی شیفتگی کی اسے روکا۔ اس نے کہا لبنیٰ مجھے افسوس ہے کہ میں مذہب تبدیل نہیں کر سکتی لبنیٰ نے مسکرا کر کہا میں بھی زور نہیں دیتی نہ زور دینے کا حق مجھے ہے۔ تم نے مجھے اپنی بہن کہا ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ میں ایک مرتبہ تم کو بہن کہتی ہوں۔ بہن سے زیادہ سمجھوں گی چاہے تم بدل جاؤ زمانہ بدل جائے۔ میں نہ بدلوں گی۔ یہ ایک عرب دوشیزہ کا اقرار ہے۔ جو مرتے دم تک بنا رہے گا۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سلمیٰ نے لبنیٰ کو باہر سے آواز دی۔ سلمیٰ اس کی پیاری سہیلی تھی۔ اس نے میرونہ سے کہا تم میرے ساتھ ہی چلنا چاہتی ہو بہن یا آرام کرو گی؟

میرونہ قدرے کسلمند ہو رہی تھی۔ میرونہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر کہا نیک اور بھولی دوشیزہ تو نے میری زندگی میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ میں مرتے دم تک تیری وفادار رہوں گی۔

چونکہ صبح سے اب تک عورتوں کی آمد کا تانتا لگا رہا تھا۔ وہ برابر بیٹھی رہی تھی۔ اس لئے کسلمند ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا

تھا۔ کہ تم جاؤ میں آرام کروں گی۔

میرونہ چپ ہو گئی۔ وہ کچھ سوچنے لگی کیا سوچ رہی تھی یہ اسے خبر تھی یا خداوند عالم کو۔ اس حالت میں اسے بیٹھے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ سعد آ گیا۔ اس نے خیمہ میں داخل ہوتے ہی میرونہ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا تو وہ جھجکا اور اس نے کہا اوہو، شہزادی تنہا بیٹھی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔

میرونہ نے اسے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اسے میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ اس کا خیال تھا یا وہ سمجھتی تھی کہ سعد بڑھ کر اس کے پاس آ بیٹھے گا۔ مگر جب اس نے اسے واپس لوٹتے دیکھا تو اسے سخت تعجب آیا۔

وہ مسیحی لڑکی تھی۔ عیسائیوں کی معاشرت میں کسی دوشیزہ کے پاس کسی نوجوان کا آ بیٹھنا معیوب نہ تھا۔ اسی لئے وہ ایسا سمجھتی تھی۔ لیکن اسے کیا خبر بھی کہ عربوں کی معاشرت جداگانہ ہے۔ وہ کسی غیر لڑکی کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔

جب اس نے سعد کو لوٹتے دیکھا تو اٹھ کر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اور محبت بھرے لہجے میں کہا تشریف لائے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

سعد شاید کسی اور حیلہ سے اس کے پاس جانا پسند نہ کرتا۔ مگر اس بات نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ لوٹ کر شہزادی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر اس بت جمال کو دیکھا۔

میرونہ کی آنکھیں ایسی چمک رہی تھیں۔ گویا ان میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ آنکھیں چار ہوتے ہی برق افروز نظر نے سعد کے دل پر بجلی

گرائی۔اس کی آنکھیں جھک گئیں۔چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔میرونہ نے
دریافت کیا۔آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

سعد نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا اچھی ہے آپ کیا کہنا چاہتی
ہیں۔فوراً آپ واپس کیوں لوٹ چلے تھے؟

سعد: میں لبنیٰ کے پاس آیا تھا۔تمہیں تنہا دیکھ کر لوٹ چلا تھا۔

میرونہ: میری تنہائی سے تم کو کیا خوف ہے۔

سعد: اوّل تو ہم مسلمان غیر لڑکی کے پاس نہیں جاتے، دوسرے خیال
ہوا کہ کہیں تمہاری تنہائی میں مخل ہو کر بار خاطر نہ بن جاؤں۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا یہ آپ کا خیمہ ہے۔ میں آپ کی قیدی ہوں
مجھے کیوں بار خاطر ہوتا؟

سعد پھر ڈرتے ڈرتے اس ستم پرور کو دیکھنے لگا۔میرونہ کی موٹی
آنکھیں اب بھی بدستور چمک رہی تھیں۔اس نے کہا مجھے لبنیٰ نے بتایا ہے
کہ آپ شہزادی ہیں شہزادیاں نازک مزاج ہوتی ہیں۔خیال ہوا کہ کہیں
آپ کی نازک مزاجی..........؟

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا میں شہزادی ضرور ہوں لیکن ایسی نازک
مزاج نہیں جو انسانوں سے بھاگوں۔

اب سعد نے اس کے رخ روشن کی طرف دیکھا۔اس کے پھول سے
عارض نہایت دلفریب معلوم ہو رہے تھے۔اس نے دریافت کیا تم کو اس
جگہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

میرونہ نے شوخی سے کہا بہت زیادہ تکلیف ہے۔

سعد نے حیرت سے اس شوخ دوشیزہ کو دیکھ کر کہا: کیا تم نے لبنیٰ سے
تذکرہ نہیں کیا۔اس کا فرض تھا کہ وہ تم کو تکلیف نہ ہونے دیتی۔

میرونہ نے شوخی سے متبسم ہو کر کہا وہ دھان پان لڑکی میری تکلیف کیا
دور کر سکتی ہے۔

چونکہ سعد بار بار اس کے رُخ انور کو دیکھ رہا تھا۔اس لئے وہ نظر جما کر
دیکھ سکتا تھا۔اس نے اس کے پیارے چہرے پر نظر جما کر کہا کیا تکلیف
ہے مجھ سے ارشاد کیجئے۔میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرونہ نے بیساختگی کے ساتھ کہا آپ..........؟ ہاں دور کر سکتے
ہیں۔مگر آج نہیں پھر بتاؤں گی۔

سعد کو الجھن سی ہوگئی۔اس نے کہا آج ہی بتا دیجئے۔کیوں کہ مجھے
الجھن سی رہے گی۔

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا کوئی بھی تکلیف نہیں ہے آپ الجھن میں نہ رہئے۔

سعد نے محبت بھری نظروں سے اس پیکر حسن کو دیکھ کر کہا اب تو میں
آپ سے دریافت کر کے ہی رہوں گا۔

میرونہ مسکرائی اس نے کہا کیا زبردستی ہے؟

سعد: کس کی مجال ہے جو آپ کے ساتھ زبردستی کر سکے۔

میرونہ: بس، تو جب میں مناسب سمجھوں گی بتا دوں گی۔

سعد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لبنیٰ آگئی اس نے کہا بھائی جان تشریف
رکھئے۔سعد نے کہا لبنیٰ شاہزادی صاحبہ کا کافی انتظام آسائش نہیں کیا گیا۔
کچھ تکلیف ہوئی ہے۔ان سے دریافت کر کے اس تکلیف کا ازالہ کرنا

نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے میرونہ سے دریافت کیا کہئے۔ بہن آپ کو کیا تکلیف ہے؟

میرونہ نے شوخی بھری نظروں سے پہلے سعد اور پھر لبنیٰ کو دیکھ کر کہا کچھ نہیں۔

لبنیٰ مسکرائی اور اس نے کہا لیکن بھائی صاحب تو فرماتے ہیں۔

میرونہ نے ہنس کر لگاوٹ آمیز ادا سے کہا شاید انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہے۔

سعد نے کہا: لبنیٰ یہ شرارتی ہیں شاید میرے سامنے نہیں بتائیں تم علیحدگی میں دریافت کرنا۔

لبنیٰ نے کہا ہاں میں دریافت کرلوں گی۔

میرونہ نے کہا: بہن لبنیٰ ماشاءاللہ مجھے تکلیف نہیں ہوئی تمہارے پاس رہ کر کسی کو تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اب سعد کی سمجھ میں آیا میرونہ اسے چھیڑ رہی تھی۔ اس نے اپنے دل میں کہا کیا میرونہ مجھ سے محبت کرتی ہے کیا میں بھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اس کے دل نے کہا یہی بات ہے۔

سعد: جانتا تھا، محبت بُری بلا ہوتی ہے۔ خصوصاً غیر مذہب کی۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میرونہ شہزادی ہے۔ قیدی ہے اس کا بھائی اس کو واپس لینے کے لئے کوشش کرے گا۔ اسے تبادلہ میں قیدی دے گا۔ زرفدیہ دے گا اور اسے چھڑا لے گا۔ پھر اس محبت کا کیا حشر ہوگا۔ ناکامی اور نامرادی۔ وہ کانپ گیا۔ اس نے کہا خداوند میری مدد کر مجھے محبت میں ثابت قدم رکھ مجھے محبت میں غرق ہونے سے بچالے" خاموش ہو کر خیمے سے واپس چلا گیا۔ میرونہ اور لبنیٰ بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

○○○

چھٹا باب

غیبی امداد

جب مسیحی لشکر میدان کارزار میں واپس لوٹا۔ تو وہ کسی قدر شکستہ دل تھا۔ پانچ ہزار دو سو عیسائی مارے گئے تھے۔ اور قریب اتنے ہی مجروح ہوئے تھے۔ کئی افسر مارے گئے تھے۔ سب سے زیادہ رنجیدہ بات یہ تھی کہ ان کے لشکر کا قائد اعظم کفور کا بادشاہ بولص بھی مارا گیا تھا۔ وہ خالد کو قید یا قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چاہ کن راچاہ درپیش کی مثل کے مطابق خود ہی نذر اجل ہو گیا تھا۔ عیسائیوں کو اس کے مارے جانے کا بہت ہی رنج تھا۔ مگر لشکر میں بہت سے لوگ شامل نہ ہوتے تو جنگ کا اسی وقت فیصلہ ہو جاتا۔ یقیناً عیسائی بھاگ جاتے مگر دوسرے بادشاہوں کی موجودگی نے لشکر کی ہمت بندھائے رکھی۔ وہ رات مسیحیوں نے بڑے رنج و اضطراب سے بسر کی۔ دوسرے دن وہ اس وجہ سے میدان کارزار میں نہ نکلے کہ انہیں بولص کی جگہ کسی نئے شخص کو قائد اعظم مقرر کرنا تھا۔ بادشاہوں کی مختصر کمیٹی ایک خیمہ میں منعقد کی گئی۔ مکسوح علیف، قیطارس، ادریس، پطرس، مقتول

بولس کا بھائی شاؤل اور دوسرے ملوک جمع ہوئے۔ یہ سب لوگ غم زدہ، ملول، متفکر، ششدر، مغموم ہو رہے تھے۔

صرف ایک بادشاہ بولس مارا گیا تھا۔ اس کی موت نے انہیں ملول اور پریشان کر دیا۔ مختصر بحث و مباحثہ کے بعد بولس کے بھائی پطرس کو ہی کمانڈر اعظم مقرر کیا گیا۔

جب یہ کارروائی ختم ہو گئی تو شاؤل نے کہا مسلمانوں نے ہمارے بڑے بادشاہ کو قتل کر کے ہمیں جو دکھ پہنچایا ہے۔ ہمیں اس کا انتقام لینا چاہئے۔

علیف نے کہا ریاض بھی کوئی سر برآوردہ مسلمان ہے۔ اگر ہم اسے قتل کر ڈالیں تو ضرور مسلمانوں کو رنج و افسوس ہوگا۔

پطرس نے جوش میں آ کر کہا یقیناً قتل کر ڈالنا چاہئے اس سے زخم خوردہ دل کو قدرے اطمینان ہو جائے۔ چوں کہ اس رائے کی کسی نے مخالفت نہ کی۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ ریاض کو آج ہی قتل کر ڈالنا چاہئے۔

ایک سردار کو حکم دیا گیا کہ وہ ریاض کو پطرس کے خیمہ کے سامنے لائے۔

افسر چلا گیا۔ تمام بادشاہ اٹھ کر پطرس کے خیمہ پر پہنچے۔ پطرس کا خیمہ لشکر کے وسط میں ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ اس میدان میں تمام ملوک کھڑے ہو گئے۔ کچھ افسروں کو بلا لیا گیا۔ تھوڑی دیر میں ریاض کو لایا گیا۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کے حزن و ملال کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔ چہرہ بشاش، طبیعت شگفتہ، پیشانی خندہ تھی۔ البتہ بشاش چہرہ کے پیچھے حقیقت میں غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ یہ غم کی جھلک دردِ دل کا ثبوت دے رہی تھی

اور دردِ دل بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے تھی۔

ریاض پطرس کے سامنے پیش کیا گیا۔ پطرس نے اسے غور سے دیکھا۔ اس نے کہا مسلم نوجوان! آج تمہیں قربان گاہ کے جنگی دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ اس لئے بلائے گئے ہو کہ تمہیں اس میدان میں قتل کر دیا جائے۔ لیکن تمہاری زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم اب بھی عیسائی ہو جاؤ تو نہ صرف مرنے سے بچا لئے جاؤ گے بلکہ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ شہزادہ کی شان کے مالک ہو گے۔ سوچ کر بتاؤ۔ تم نوجوانی میں موت چاہتے ہو یا زندگی۔ مسرت یا عشرت!!

ریاض نے جواب دیا۔ موت کا ایک وقت معین ہے۔ ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں آ سکتی۔ اوّل تو زندگی کا اعتبار نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی ہزار برس بھی جئے تو پھر بھی اسے مرنا ہے۔ مر کر خدا کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے۔ اپنے اعمال کا جواب دینا لازمی ہے۔ پھر کس زندگی پر ہم عشرت کی خواہش رکھیں۔ خدا پرستی کی موت، شیطان پرستی کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے!

پطرس: گویا تم یہی چاہتے ہو۔

ریاض: میں تو اس وقت تک مرنا چاہتا ہوں۔ جب تک انتظام عالم رہے، لیکن یہ ممکن نہیں۔

پطرس: بہت اچھا تمہیں ابھی جام مرگ پلایا جائے گا۔

پطرس کو اس بات پر غصہ آ گیا تھا۔ اس نے ایک افسر سے کہا اسے سامنے والے میدان میں کھڑا کر دو۔ اور دس تیر اندازوں سے کہو کہ وہ میرا

اشارہ پاتے ہی اس پر تیروں کی بارش کر دیں۔

ریاض نے نہایت استقلال سے اس کے حکم کو سنا افسر نے بڑھ کر اسے میدان میں لے جا کر ایک چوب گاڑ کر اس سے باندھ دیا۔ دس تیر انداز بلائے گئے۔ انہیں چند قدم کے فاصلے پر ہلال کے دائرے میں کھڑا کر دیا گیا۔

پطرس نے ریاض سے کہا اب تم موت کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ ریاض نے استقلال بھرے لہجے میں کسی قدر مسکرا کر کہا تیار ہوں۔ پطرس نے تیر اندازوں سے کہا: تیر کمانوں میں رکھ کر چلہ چڑھالو میرے اشارہ کرتے ہی ایک ساتھ چھوڑ دو۔

تیر اندازوں نے جلدی سے کمانیں ہاتھوں میں لے کر تیر رکھے اور کمانین کھینچ کھینچ کر تیر چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پطرس نے دیکھا اس نے اشارہ کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ ریاض نے تیروں کی سنان میں موت کا بھیانک چہرہ دیکھا۔ لیکن وہ ذرا سا نہ گھبرایا بلکہ اطمینان و استقلال اور کمال دلیری سے اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

ابھی پطرس کا ہاتھ پورا نہ اٹھا تھا کہ سامنے سے ارسوس گھوڑے پر سوار آتا ہوا نظر آیا۔ پطرس نے اپنا ہاتھ جھکا لیا۔ ارسوس قریب آ کر گھوڑے سے اترا۔ پطرس نے دریافت کیا ارسوس! وہ مسلم دوشیزہ کہاں ہے ارسوس نے کہا اسے مسلمان چھین لے گئے۔

یہ دونوں فقرے دونوں بادشاہوں نے کچھ ایسی بلند آواز سے کہے تھے جس کو اجل گرفتہ ریاض نے بھی سن لیا تھا۔ اسے مسرت ہوئی کہ ماہ

طلعت لبنی کو مسلمان چھڑا کر اپنے پاس لے گئے ہیں۔

ارسوس کے اس جواب نے تمام مسیحیوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔ پطرس نے دریافت کیا مسلمان کہاں سے آ گئے؟

ارسوس نے نہایت مختصر طور پر تمام روداد سنا دی۔ جب قیطارس اور دوسرے عیسائی ملوک کو معلوم ہوا کہ مسلمان نہ صرف لبنی کو چھڑا کر لے گئے بلکہ میرونہ کو بھی گرفتار کر لے گئے ہیں تو سب کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے کہا خدا ان مسلمانوں سے سمجھے یہ ہر اس جگہ بھی پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں ان کے پہنچنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اب قیطارس پطرس کے پاس آیا۔ وہ اپنی ہمشیرہ کی گرفتاری کی خبر سن کر بہت غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔ اس نے کہا اے عظیم بادشاہ مسلمانوں نے میرونہ کو گرفتار کر کے میرے دل کو مجروح کر ڈالا ہے۔ آپ کس وقت اس مسلمان کو قتل کر رہے ہیں؟ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نوجوان کے قتل کی خبر سن کر مسلمان میرونہ کو نہ قتل کر ڈالیں۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ تا اختتام جنگ اس نوجوان کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کے تبادلہ میں میرونہ کو طلب کیا جائے پطرس نے کچھ دیر سوچا اس نے اپنا سر اٹھا کر کہا بے شک یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابھی اس نوجوان کو زندگی کے کچھ دن اور باقی ہیں۔ پطرس کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ چند عیسائی ایک مسلمان کو گرفتار کیے ہوئے لائے۔ یہ آدمی ارسوس کے تھے۔ پطرس نے ارسوس سے دریافت کیا۔ یہ مسلمان کون ہے؟ ارسوس نے کہا میں نہیں جانتا میں نے اسے اس وقت گرفتار کیا۔ جب مسلمان لبنی اور میرونہ

کو چھڑا کر لے گئے تھے۔

پطرس: اچھا اس کو بھی ریاض کے پاس قید رکھو اور ایک قاصد میرونہ کے تبادلہ کے لئے اسلامی لشکر میں روانہ کرو۔

یہ مسلمان قیدی ریاض کا غلام تھا۔ پطرس کے حکم دیتے ہی افسر ریاض اور اسود کو اپنی حراست میں لے کر چلا گیا۔ پطرس نے کہا مسلمانوں کی جسارت حد سے بڑھ گئی ہے کل فیصلہ کن جنگ ہونی چاہئے۔ تمام لشکر کو آج ہی حکم پہنچا دو۔ علی الصباح آفتاب طلوع ہونے سے پہلے تمام لشکر میدان کارزار میں پہنچ جائے۔ علیف نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ اب پطرس واپس لوٹ کر اپنے خیمے میں چلا گیا۔ دوسرے ملوک بھی اپنے اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوئے اس طرح امداد غیبی نے ریاض کو آج بھی موت کے چنگل سے بچا لیا۔ قیطارس نے میرونہ کی واپسی کے لئے ایک ضعیف العمر، تجربہ کار مسیحی کو اسلامی لشکر میں گفت وشنید کے لئے روانہ کیا۔

○○○

ساتواں باب

خون آشام جنگ اور حیرت انگیز ملاقات

دوسرے دن جب سپیدی صبح نمودار ہوئی۔ رات کی تاریکی بتدریج چھٹ جانے کے بعد اُجالا بڑھنے لگا۔ تو عظیم الشان مسیحی لشکر میں ہلچل شروع ہوئی۔ سوار پیادے افسر بادشاہ سب کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان کارزار کی طرف روانہ ہو گئے۔ جنگی باجے نہایت زور وشور سے بجائے جا رہے تھے۔ پلٹنوں پر پلٹنیں رسالوں پر رسالے محاذ جنگ پر پہنچ کر صف بستہ ہوئے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر ہی میں تمام مسیحی لشکر میدان کارزار میں صف بستہ ہو گیا تھا، آج عیسائیوں نے اپنے تمام لشکر کی کل پانچ صفیں کیں۔ یہ صفیں شرقاً غرباً تاحدّ نگاہ پھیلی تھیں میمنہ اور میسرہ کے درمیان کئی میل کا فاصلہ تھا۔ ایک صف دوسری صف سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ آج لشکر میں ہاتھیوں اور زنگیوں کو صف بستہ کیا گیا۔ زنگی کئی قسم کے تھے ایک معمولی انسانوں جیسے تن وتوش رکھتے تھے۔ ایک ان سے کسی قدر لمبے قد کے تھے۔ ایک دو ایسے تھے جو بہت لمبے بڑے عظیم الجثہ

نہایت خوفناک تن وتوش کے تھے۔ ان کو فواد (سرکش) کہتے تھے۔ تمام زنگیوں کا رنگ سیاہ دانت چوڑے چوڑے بڑے زرد رنگ کے تھے۔ آنکھیں سرخ انگارہ سی ہونٹ موٹے تھے۔ سر پر گنجان اور لمبے لمبے بال تھے۔ سب کے سب ننگے بدن رہتے تھے۔ صرف لنگوٹ باندھتے تھے۔ البتہ فواد شیروں اور ہاتھیوں کی کھالیں پہنے تھے۔ جو ان کے سیاہ جسموں کے گرد لپٹی رہتی تھی۔ ان کے ہونٹ بھی دوسرے زنگیوں سے موٹے تھے۔ ان کے ہونٹوں میں سوراخ کر کے تانبے کے کڑے ڈالے گئے تھے۔ پیڑوں میں زنجیریں پڑی تھیں۔ اور یہی زنجیریں ان کی باگیں تھیں۔

فواد اس قدر لمبے قد کے تھے کہ انہیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ ان کی صورتیں ایسی بھیانک اور سیاہ تھیں کہ اگر وہ کسی بہادر سے بہادر انسان کو رات کے وقت تنہا مل جائیں تو دیکھنے والا دہشت سے بے ہوش ہو جائے ہندوستان کی اکثر عورتیں اپنے بچوں کو رات کے رونے پر کلوا جن سے ڈرایا کرتی ہیں۔ یہ واقعتہً حقیقی معنوں میں کلوا جن تھے۔ آج کس قدر مسلمان اور مسلمانوں کی عورتیں بدل چکی ہیں۔ ایک وقت تھا جب کہ بچوں کو اخلاقی کہانیاں، تعجب آمیز قصے بہادری کا جوش پیدا کرنے والے افسانے سنایا کرتی تھیں۔ آج ڈرانے والے بے سود قصے جھوٹی روایتیں بزدل بنانے والے افسانے سناتی ہیں بچے ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بچپن میں جو بات ان کے ذہن نشین ہو جائے بڑے ہو کر بھی ان کے ذہن سے نہیں نکلتی، جو بچے خلقی کمزور، کم ہمت ہوتے ہیں ڈراؤنے قصے ان کو بزدل بنا دیتے ہیں دل کمزور پڑ جانے سے وہ بڑے ہو کر بھی ڈرا کرتے

ہیں اور جو شیر دل بچے قوی ہوتے ہیں ان کے دل بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ خوف بڑے ہو کر بھی مشکل سے نکلتا ہے۔ مجھے خود بہت افسانے یاد ہیں جو عہد طفولیت میں سنے تھے۔ بچوں کو بزدل نہ بنانا چاہیے، لُولُو اور کلوا جن کوئی چیز نہیں ہیں۔ بچوں کو ڈرانے والے قصے سنا کر کمزور کرنے سے ساری قوم کو بزدل بنانا ہے۔ بلکہ بچوں کو بتانا چاہیے کہ ان کے اسلاف ایسے شجاع تھے جو ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار سے نبرد آزما ہوتا تھا۔ انسانوں سے تو وہ لڑے جنوں سے بھی لڑے سب کو شکست دی۔ سب پر فتح پائی۔ دنیا نے ان کی بہادری کا لوہا مانا۔ مسلمان بھی کسی سے نہیں ڈرا۔ وہ صرف ایک خدا سے ڈرتا ہے۔ جب مسلمانوں کو جوش آجاتا ہے۔ تو کوئی طاقت ان کے جوش کو نہیں روک سکتی۔ مسلمان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔ مسلمان کو قوتِ ایمانی بھی خوفزدہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ ہمیشہ راست گو، اپنے ضمیر کی آواز تلوار کے سائے میں بھی بہانگِ دہل بلند کرتا ہے۔ اگر مسلم خواتین اپنے بچوں کو اسلامی بہادروں کے قصے سنائیں تو قوم کے نونہالوں میں جو بزدلی پیدا ہو چکی ہے۔ بہت جلد دور ہو جائے۔

تمام زنگی قلب لشکر میں سب سے اگلی صف میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے دونوں طرف بربری عیسائی زنگیوں کی زنجیریں ہاتھوں میں پکڑے کھڑے تھے۔ بربریوں کے قریب داہنے اور بائیں ہاتھیوں کی صفیں تھیں ہاتھیوں کے قریب شیر دل عیسائی اور پیادے کھڑے تھے۔ وہ عیسائیوں کی شگون نہ سمجھتے تھے۔ وہ اشاروں پر آدمیوں کی طرح کام کرتے تھے۔ ان

سب کے ہاتھوں میں لوہے کے بڑے بڑے وزنی گرز تھے۔ عیسائیوں کو صف بستہ دیکھ کر مسلمان بھی میدان کارزار میں آ کر صف بستہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنا میمنہ اور میسرہ قائم کر لیا تھا۔ لیکن وہ اتنے تھوڑے تھے کہ انہوں نے اپنے تمام لشکر کی طرف ایک لمبی صف قائم کی تھی۔ چونکہ عیسائیوں کی ایک صف میں تقریباً چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے۔ اس لئے وہ کئی میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی۔ گویا عیسائیوں کی ایک صف کے بقدر نصف۔ اس لئے انہوں نے اپنے لشکر کو اس طرح کشادہ کر کے صف بستہ کیا کہ وہ عیسائیوں کی صف کے بالمقابل ان کے برابر پھیل گئے۔

خالدؓ نے ریاض بن ابی سفیان کو ایک ہزار سوار دے کر خواتین عرب کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اور میمنہ پر زبیر بن العوام، مقداد بن اسود الکندی اور مسیب بن نجبۃ الفزاری جیسے شیر دل دلیروں کو میسرہ پر۔ قعقاع عمرا تمیمی۔ ہاشم بن مرقال، غانم بن عیاض الاشعری ابوذر غفاری، جابر بن عبداللہ انصاری، فضل بن عباس، ضرار، جعفر، مسلم، سعد جیسے رستم نژاد کو قلب لشکر میں متعین کیا تھا۔ خالدؓ اور عمرو بن العاص بھی قلب لشکر ہی میں رہے۔

جب آفتاب طلوع ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ عیسائی لشکر ان سے دو میل کے فاصلے پر کمر بستہ کھڑا تھا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ خالدؓ نے سر بر آوردہ عربوں سے خطاب کر کے کہا

کون ایسا شخص ہے جو دشمن کے قریب جا کر حالات کی خبر دے۔

فضل بن عباس نے کہا مجھے اجازت دیجئے۔ یہ خدمت میں انجام دوں گا۔

خالدؓ نے کہا جاؤ، لیکن اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالنا۔

فضل نے اپنا گھوڑا بڑھایا۔ وہ تیزی سے چل کر عیسائیوں کے لشکر کے قریب پہنچے۔ انہوں نے عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کو دیکھا۔ عیسائیوں کی زرق برق پوشاکیں اور ہتھیار آفتاب کی شعاعوں کے پڑنے سے چمک رہے تھے۔ کہ انہوں نے تیس سواروں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

بات یہ ہوئی کہ فضل کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ پطرس نے تیس عیسائیوں کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی گھوڑے دوڑا کر انہیں گرفتار کرنے کے لئے بڑھے۔

فضل نے ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھا تو اپنا گھوڑا اس طرح واپس دوڑایا گویا وہ ان کے خوف سے بھاگے جاتے ہیں۔ عیسائیوں نے ان کے پیچھے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے ان کی بھاگ دوڑ سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے فضل بھاگے جا رہے ہیں۔ اور مسیحی ان کے تعاقب میں ہوں ایک میل بدستور بھاگ دوڑ رہی۔ ایک میل چل کر فضل نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

عیسائی نہایت تیزی سے دوڑے آ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخص یہی چاہتا تھا۔ کہ وہی دوڑ کر فضل کو پکڑ لے تا کہ جو شاباشی جو شہرت جو انعام ملنے والا ہے۔ وہ اسے ہی ملے وہ بہت جلد ان کے قریب پہنچ گئے۔ فضل انہیں اپنے نزدیک آتے دیکھ کر جلدی سے ان کی طرف پھرے۔

انہوں نے پھرتی سے تلوار میان سے کھینچی اور جو عیسائی سب سے آگے آ رہا تھا۔ اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بھاگا

چلا آرہا تھا وہ انعام کی ہوس میں انہیں گرفتار کرنے کے لئے بھاگا چلا
آرہا تھا۔ جب فضل نے اس پر حملہ کیا تو وہ گھبرا گیا یہ تلوار کھینچ سکا نہ ڈھال
اٹھا سکا۔ فضل کی تلوار اس کے سر پر پڑی سر کھیرے کی طرح کٹ کر دور
جا گرا۔ فضل نے آگے بڑھ کر نہایت پھرتی سے دوسرے عیسائی پر جو پہلے
سے پیچھے چلا آرہا تھا۔ حملہ کیا وہ بھی سراسیمہ ہو گیا اس کا سر بھی کٹ کر گرا۔
فضل تیسرے کی طرف لپکے وہ بھی خلافِ قیاس خلافِ امید انہیں حملہ آور
دیکھ کر ڈر گیا۔ فضل نے اسے بھی واصلِ جہنم کر دیا۔

یہ تینوں یکے بعد دیگرے ایسی پھرتی سے مارے گئے کہ ان کے
ہمراہی ان کی مدد نہ کر سکے۔ اب مسیحی رک گئے۔ انہوں نے سنبھل کر
تلواریں کھینچ کر فضل پر حملہ کیا فضل نے نہایت جرأت اور چابک دستی سے
ان کے حملوں کو روکا اور بجلی کی سرعت سے خود بھی حملہ کیا۔ انہوں نے ایک
مسیحی کو مار ڈالا اب دوبارہ جنگ شروع ہو گئی۔ فضل کو عیسائی سواروں نے
چاروں طرف سے نرغہ میں لے لیا۔ مسیحی جوش میں آکر غصہ کھا کھا کر
بڑھتے اور حملہ کرتے لیکن فضل کی برق رش تلوار کی چمک ان کی آنکھوں
کو خیرہ کر دیتی جب وہ تلوار لے کر حملہ کرتے تو ان پر حملہ کرنے والے ڈر کر
پیچھے ہٹ جاتے۔ یہ بڑی دلیری، جرأت اور ہمت کا کام تھا ایک شخص
کا تمیں آدمیوں سے مقابلہ کرنا معمولی بات نہ تھی۔ یہ قرونِ اولیٰ ہی کے
مسلمانوں کا جوش و ولولہ تھا۔ کیوں کہ ان کی دلیری کے بے نظیر کارنامے
پڑھ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے مسیحی فضل کو زیر کرنا چاہتے تھے لیکن جس طرح
شیر کو دیکھ کر انسان مارنے کی فکر تو کرتے ہیں مگر اس طرح کہ اپنے کو بچانے

ہوئے اسی طرح عیسائی شیر دل فضل کو مارنا یا اسیر کر لینا چاہتے تھے لیکن ان
کے رعب کی وجہ سے ان کے پاس جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔

فضل نہایت جوش اور پھرتی سے لڑ رہے تھے۔ جس مسیحی پر ان کی تلوار
پڑتی تھی۔ اسے کشتہ کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ اس نے سواروں کو مار ڈالا تھا۔
عیسائیوں پر ان کا رعب طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سمجھ گئے
کہ فضل کو زیر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔

انہیں یہ بھی خیال نہ گزرا کہ اگر اسی طرح اور تھوڑی دیر جنگ رہی تو
ایک مسیحی بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ سب واپس لوٹ کر
نہایت تیزی سے بھاگے فضل نے ان کا تعاقب کیا وہ لپک لپک کر حملے
کر کے انہیں قتل کرنے لگے عیسائی خوفزدہ ہو کر اس بُری طرح سے بھاگے
جا رہے تھے کہ جیسے مسلمانوں کے تمام لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔

وہ پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے۔ وہ سرپٹ بھاگے چلے جا رہے تھے
اور قتل ہو رہے تھے۔ فضل نے دس بھگوڑوں کو اور مار ڈالا تمیں میں سے بیس
مارے گئے اور دس مشکل سے اپنی جان سلامت لے جا سکے۔

چونکہ عیسائی لشکر قریب آگیا تھا۔ اس لئے اب فضل لوٹے وہ تیزی
سے چل کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے عیسائیوں کے پاس
جانے ان کے لشکر کو دیکھنے عیسائیوں پر حملے کرنے اور بیس[1] کو مار ڈالنے کی
خبر مفصل طور پر کہہ سنائی۔

جب مسلمانوں نے اس کیفیت کو سنا سب کے سب مسرور ہوئے

---

[1] از فتوح العجم۔

خالدؓ بھی خوش ہوئے مگر انہوں نے کہا فضل آئندہ احتیاط رکھنا ایکی جسارت مناسب نہیں ہوتی۔ فضل کچھ جواب دینا چاہتے تھے کہ انہوں نے ایک راہب[1] کو گھوڑا لئے آتے ہوئے دیکھا۔ تمام مسلمان اس کی طرف دیکھنے لگے وہ مسلمانوں سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر آ کر رکا اس نے بلند آواز سے کہا۔

ترجمہ: تم میں سردار کون ہے۔ مجھ سے گفتگو کرے۔

مسلمانوں نے اس راہب کو دیکھا وہ سیاہ ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر لمبی ٹوپی تھی۔ سینہ پر سُرخ رنگ کی صلیب آویزاں تھی۔

راہب بوڑھا تھا۔ اس کی داڑھی لمبی اور سفید تھی۔ راہب کو مسلمانوں کے اس قدر قریب آنے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ اسے معلوم تھا کہ مسلمان، بچوں، عورتوں، بڈھوں، بیماروں اور راہبوں کو کچھ نہیں کہتے۔

خالدؓ نے اس کی آواز سنی۔ وہ گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس پہنچے۔ راہب نے ان سے کہا۔ (کیا تم ہی قوم کے سردار ہو۔)

خالدؓ نے جواب دیا۔

ترجمہ: لوگ ایسا ہی گمان کرتے ہیں۔ اس وقت تک جب تک کہ میں خدا کی فرمانبرداری پر قائم ہوں۔

راہب عربی جانتا تھا وہ عربی میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کہا تمہارا چہرہ کہہ رہا ہے کہ تم جس قدر بہادر ہو اسی قدر ذی فہم بھی ہو۔ یقین ہے کہ تم

---

[1] راہب عیسائیوں کے مذہبی بزرگ پادری یا عالم دین کو کہتے ہیں۔

خونریزی پسند نہ کرو گے۔

حضرت خالدؓ نے کہا خونریزی کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

راہب: یہی بات ہے، تم مفلس تھے، وحشی تھے جاہل تھے، بے رحم تھے، سرزمین بے آب و گیاہ میں رہتے تھے۔ دنیا کی نعمتوں کو ترستے تھے۔ دنیا تم کو بہ نظرِ حقارت دیکھتی تھی۔ خدا نے ہماری طرف سے کروٹ لے رکھی تھی۔ تم بدترین انسان تھے۔ لیکن خداوند عالم تمہاری کسی بات سے خوش ہوگیا۔ تم تونگر بن گئے، مہذب ہوگئے، عالم بن گئے، خداترس بن گئے، سرسبز وشاداب ممالک پر قابض ہوگئے۔ دنیا بھر کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوگئے۔ دنیا تمہاری عزت کرنے لگی۔ لیکن فتوحات نے تمہاری آنکھیں تحریص آشنا کر دیں۔ تم ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو، زمین میں فساد کرتے پھرتے ہو، بندگان خدا کو بے رحمی سے قتل کر ڈالتے ہو، خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا تمہارا ظلم خدا کو ناراض کر دے گا۔ پھر وہ تم سے تمہاری قوم سے ناخوش ہوجائے گا تمہاری حالت پہلے سے بھی بدتر ہوجائے گی۔

راہب سانس لینے کے لئے رک گیا۔ حضرت خالدؓ غور سے اس کی گفتگو سنتے رہے تھے۔ جب راہب خاموش ہوگیا۔ تو حضرت خالدؓ نے کہا اے راہب تو گفتگو میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا سے شرک کرنے والا۔ خدا کا بندہ نہیں، ایک بادشاہ کی باغی و سرکش رعایا۔ رعایا کہلانے کی حق دار نہیں ہے۔ ہماری قوم بت پرست تھی، مشرک تھی، خدا ہماری قوم سے ناخوش تھا، ہم بدترین خلائق تھے، جب ہم مسلمان ہوئے

خدا خوش ہو گیا۔ آج ہم بہترین خلائق ہیں ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو مشرک ہیں خدا سے پھرے ہوئے ہیں۔ خدا کے بندے کہلانے کے مستحق نہیں ہیں ایسے لوگوں قتل کرنے سے نہ خدا ناراض ہوتا ہے نہ خدا کے ماننے والے خدا کے غضب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

راہب نے ہاتھ کے اشارے خالدؓ کو روکتے ہوئے کہا میں سمجھ گیا کہ تم سپاہی نہیں ہو اہل علم سے ہو مباحثہ میں عاجز آنے والے نہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ ہمارا لشکر کس قدر ہے۔ شاید صحیح تعداد تم کو معلوم نہ ہو۔ میں بتاتا ہوں تین لاکھ تو آزمودہ کار جانباز سپاہی ہیں۔ بیس ہزار فواد ہیں۔ یہ فواد ایسے طاقتور ہیں کہ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ چٹانوں کو گرز مار کر سرمہ کر دیتے ہیں۔ انسانوں کی ان کے سامنے کوئی ہستی نہیں ہے ایک ہزار سے زیادہ ہاتھی ہیں۔ تم کل بیس ہزار ہو عیسائیوں کا مقابلہ کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتے۔ میں تم کو سمجھانے اور آخری مرتبہ سمجھانے کے لئے آیا ہوں تم اپنے اوپر اپنے بچوں پر اپنی عورتوں اور اپنی قوم پر رحم کرو۔ واپس چلے جاؤ ورنہ سب کے سب اس میدان میں مارے جاؤ گے۔ تمہاری عورتیں کنیزیں بنائی جائیں گی۔ بچے غلام بنیں گے۔ انسانی منڈیوں میں فروخت کئے جائیں گے۔

حضرت خالدؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا آپ ہم کو اپنی اکثریت سے ڈراتے ہیں۔ حالانکہ ہم بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہم ذوق شہادت میں جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں۔ شہید ہونا ہماری عین آرزو ہے۔ پھر ڈریں کیوں۔ اے راہب سن ہم سے خدا نے خدا کے حبیب نے فتح وظفر کا وعدہ فرمایا ہے۔

تم لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں آؤ فتح ہماری ہوگی۔ ہم ڈرنے یا مرنے یا مرعوب ہونے والے نہیں۔ مسلمانوں کی سرشت ہی میں ڈرنا نہیں ہے۔

راہب نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا میں ڈراتا نہیں سمجھاتا تھا۔ اچھا سنو! ہماری قوم کے بڑے لوگوں اور بادشاہوں نے یہ طے کیا ہے کہ تمہارے ہر ایک سپاہی کو ایک ایک ریشمی عمامہ ایک ایک دینار ایک ایک بار شتر گندم اور جو اور تمہارے خلیفہ یا بادشاہ (حضرت عمر فاروقؓ) کو دس ہزار چادریں۔ دس ہزار عمامے دس ہزار دینار دس ہزار بار شتر گندم اور جو دیں گے۔ تم یہ دولت لے کر واپس چلے جاؤ ہم تم سے ڈر کر مرعوب ہو کر نہیں کہتے۔ بلکہ خونریزی سے بچنے کے لئے یہ تجویز پیش کرتے ہیں۔ اسے تسلیم کر لو۔

حضرت خالدؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ملک دولت اور عزت خدا کے قبضہ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے ہم آپ کے سامنے تین صورتیں پیش کرتے ہیں۔ آپ جو صورت مناسب سمجھیں منظور کر لیں۔ اور تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جاؤ۔ ہمیں نہ تمہاری دولت سے غرض نہ ملک سے واسطہ تم بدستور اپنے شہروں پر حکمراں رہنا۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو ہماری اطاعت کرو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے اور اس حفاظت کے صلے میں تم کو ہمیں جزیہ دینا ہوگا۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو لڑو تلوار تمہارا فیصلہ کر دے گی۔ جو حق پر ہو گا خدا اسے فتح دے گا۔

راہب نے کہا اس طرح تو جنگ لازمی ہے۔ تمہاری قسمت۔ اچھا تم مقابلہ کے لئے آمادہ ہو۔ یقیناً آج ہی تم پیس ڈالے جاؤ گے۔

یہ کہتے ہی راہب واپس چلا گیا۔ خالدؓ بھی واپس لوٹ کر اپنی جگہ پر جا پہنچے انہوں نے تمام گفتگو عمرو بن العاص اور لوگوں کو جو کہ قریب ہی کھڑے تھے سنا دی۔

خالدؓ نے سامنے کی طرف دیکھا انہیں اور تمام مسلمانوں کو افق ڈوب میں غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔

عیسائیوں نے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں بھی پیش قدمی کرنا چاہئے۔ یہ کہتے ہی حضرت خالدؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ سارا میدان اس ہولناک نعرہ کی آواز سے گونج اٹھا۔ نعرہ لگاتے ہی شیران اسلام نے قدم قدم بڑھانا شروع کر دیا۔

تھوڑی ہی دور چل کر انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مور و ملخ کی طرح سارے میدان کو ڈھکے ہوئے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

چونکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بڑھ رہے تھے اس لئے بہت جلد مقابل آ گئے اب مسیحیوں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں نے عیسائیوں کو دیکھا۔ ایک تیر کے فاصلے پر آ کر دونوں لشکر رک گئے۔

خالدؓ نے صف سے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا مسلم شیرو دشمنوں کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ وہ تثلیث پرست ہیں ان کے دلوں میں شرک کی بیماری ہے۔ وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا تمہاری طرف دیکھتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ صرف مسلمان ہی جنت کا حقدار ہے۔ اللہ

جل شانہ و عم نوالہ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے صلہ میں مول لے لیا ہے۔

بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حوریں شہداء کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ لڑو۔ خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو۔ جنت کے حقدار بن جاؤ۔

جس وقت حضرت خالدؓ نے اپنی تقریر ختم کی اسی وقت ہاتھیوں کے اوپر سے عماریوں کے اندر سے تیروں کی بارش شروع ہوئی عماریوں میں تیر اندازی سوار تھی۔ انہوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ آفتاب ان کے پیچھے چھپ جاتا تھا۔ مسلمانوں نے ان تیروں کو ڈھالوں پر روکا۔ لیکن بہت سے تیر کارگر ہوئے۔

کئی مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو طیش آ گیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا لرزہ انداز نعرہ لگایا۔ اور نہایت جرأت اور بے جگری سے آگے بڑھے۔

حضرت خالدؓ نے بھی تیر اندازی کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے بھی تیروں کی بارش شروع کر دی۔ کچھ ہاتھی ان تیروں سے مجروح ہو کر گرے۔

مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر عیسائیوں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ ہاتھی ان تیروں سے مجروح ہو کر گرے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے سواروں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

لشکروں کے ملتے ہی تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں۔ صاف و شفاف

تلواریں دھوپ میں بجلی کی طرح چمکیں ستاروں کی طرح انسانوں پر ٹوٹیں اور شعلوں کی طرح زندگیوں کو جلانے لگیں۔ جنگ شروع ہوگئی۔ نہایت خونریز بڑی خوفناک۔ عیسائیوں نے زور زور سے قومی نعرہ لگانے اور طبل جنگ بجانے شروع کر دیئے۔ سارا میدان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔

عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے۔ صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ آسیائے جنگ نہایت شدت سے چلنے لگی۔ سرفروش لڑنے مرنے اور کٹنے لگے۔ خون کے چھینٹے اڑنے لگے۔ صیقل شدہ سفید تلواریں خون میں نہا کر شرخ ہوگئیں۔ خالدؓ نہایت جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ وہ میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کی طرف گھوڑا دوڑا کر جاتے اور جو عیسائی راستے میں مل جاتا اسے قتل کر ڈالتے ایک گھنٹہ میں انہوں نے پچاس عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

ضرارؓ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ سے لڑ رہے تھے۔ وہ ایسی پھرتی سے جنگ کر رہے تھے۔ گویا وہی تمام عیسائیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں وہ جس طرف سے بھی گئے انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

عمرو بن العاص بھی کافی سرفروشی سے مصروف پیکار تھے۔ وہ بھی بڑے بہادر اور مدبر تھے۔ کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلوار نے بھی بیسوں عیسائیوں کو جام مرگ پلا دیا تھا۔

ادھر سعدؓ بھی انتہائی جوش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ ہر اس عیسائی کو مار ڈالتے تھے۔ جو ان کے سامنے آجاتا تھا۔

تمام مسلمان اس جوش غضب سے لڑ رہے تھے کہ مخالفین بھی ان کی جوانمردی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

پطرس پہلی صف کے پیچھے قلب میں ایک زری کے شامیانے کے نیچے کھڑا جنگی تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اسے مسلمانوں کا عزم واستقلال جوش اور دلیری دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا۔

اس کے پاس ہی شاؤل اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کھڑے تھے۔ یہ سب لوگ میدان کارزار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک عظیم شور سنا۔ جس سے حیران ہو کر اس نے کہا۔

ایک شخص گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار عیسائی صف کو چیر کر آگے بڑھتا ہوا نظر آیا پطرس اور اس کے ہمراہیوں نے اسے دیکھا۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔

اس کے چہرے سے شجاعت و مردانگی ظاہر ہو رہی تھی۔

پطرس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا۔ یہ شخص کون ہے؟ بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے؟

شاؤل نے کہا اس کا نام ضرارؓ ہے۔ اس نے تمہارے بھائی بولص کو قتل کیا ہے۔ کمبخت بڑا ہی شجاع اور نڈر ہے۔ ہمیشہ ننگے بدن لڑتا ہے۔

پطرس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا آہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے میں اس سے انتقام لوں گا۔ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کروں گا۔

ادریس نے بڑھ کر پطرس سے کہا آپ مجھے اجازت دیجئے میں اسے قتل کر کے اس کا سر حضور کے سامنے پیش کروں گا۔

ادریس ضرارؓ کی طرف بڑھا۔ ضرار کے پیچھے حضرت خالدؓ، عمرو بن العاص، فضلؓ، سعدؓ اور کئی دوسرے سردار عیسائیوں کی صف کو پچھاڑتے ہوئے بڑھ آئے تھے۔

اس عرصے میں شیران اسلام نے سنبھل کر نہایت جوش اور ہمت سے حملہ کیا تھا۔

عیسائیوں کی ساری صف پسپا ہو کر پطرس سے جا ملی تھی۔ اب پطرس شاؤل اور دوسرے لوگ صف سے آگے آ گئے اور ادریس حضرت ضرارؓ کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے دیکھ لیا وہ رک گئے تھے۔ اور عیسائیوں نے بھی ہاتھ روک لئے تھے۔ قلب میں جنگ بند ہو گئی تھی۔ گویا دونوں لشکر ضرار اور ادریس کی جنگ کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت ضرارؓ، ادریس کے مقابلہ پر آ گئے۔ ادریس زرہ کے اوپر ریشمیں کپڑے پہنے تھا۔ چاندی کا خود اوڑھے تھا۔ جس پر سونے کی کلغی لگی ہوئی تھی۔ سینہ پر جواہرات سے مزین صلیب آویزاں تھی۔

اس نے صلیب کو بوسہ دیا۔ حضرت ضرارؓ نے ہنس کر کہا معلوم ہوا صلیب کی اعانت چاہتا ہے۔ میں خدا سے مدد کا طلب گار ہوں۔ دیکھو صلیب تجھے فتح دلاتی ہے یا خدا مجھے فتحیاب کرتا ہے۔

ادریس نے طیش میں آ کر ضرارؓ پر حملہ کیا ضرارؓ نے ادریس کا وار ڈھال پر روکا۔ اور اس نے جلدی سے دوسرا وار کیا۔ اور حضرت ضرارؓ نے اسے بھی خالی کر دیا۔

اب سنبھل کر انہوں نے حملہ کیا۔ ادریس نے نہایت لاپرواہی سے حملہ روکا ضرارؓ سمجھ گئے کہ ادریس بھی فنون جنگ میں پورا پورا ماہر ہے۔ دونوں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مقابل کا وار بچاتے تھے۔ عیسائی اور مسلمان خاموش کھڑے دیکھ رہے تھے۔

ان دونوں لشکروں کے درمیان نصف فرلانگ کا فاصلہ ہو گیا تھا۔ یہ دونوں درمیانی میدان میں لڑ رہے تھے۔ چونکہ دونوں بہادر تھے۔ فنون جنگ کے ماہر تھے۔ نہایت ہوشیاری سے جنگ کر رہے تھے۔ اس لئے دیکھنے والوں کو لطف آ رہا تھا۔ دونوں فریق اپنے اپنے آدمی کا دل بڑھانے کے لئے تعریفی الفاظ بھی استعمال کرتے جاتے۔ دونوں اتنی دیر لڑے کہ دونوں کے گھوڑے پسینے سے شرابور ہو گئے چونکہ حضرت ضرارؓ اکہرے بدن کے دبلے پتلے آدمی تھے اور ادریس دوہرے جسم کا گرانڈیل تھا۔ اس لئے اسے خیال ہوا کہ اگر وہ گھوڑے سے اتر کر کشتی لڑے تو ضرار کو ضرور قابو میں کر کے مار ڈالے گا۔ اس لئے اس نے کہا ضرار دونوں گھوڑے پسینہ میں نہا گئے ہیں۔ آؤ نیچے اتر کر کشتی لڑیں۔ حضرت ضرارؓ نے بسر و چشم منظور کر لیا۔

دونوں گھوڑوں سے نیچے اترے اور کشتی شروع ہو گئی۔ ادریس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ضرارؓ دبلے پتلے ضرور ہیں۔ لیکن کمزور نہیں ہیں۔ ان کا جسم لوہے کا معلوم ہوتا ہے۔ ادریس پر ضرارؓ کی طرف سے خوف طاری ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اتر کر بہت پچھتایا۔

پطرس نے گھوڑے کو پسینہ آتے اور ادریس کو گھوڑے سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے اس کے لئے ایک گھوڑا بھیجا جس پر جھل اور پاکھر حریر

کے پڑے ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ نے جب دیکھا کہ ضرارؓ کی لڑائی نے طول کھینچا تو انہوں نے پکار کر کہا ضرار یہ کیا سستی ہے کیوں جنگ کو طول دے رہے ہو۔ ادریس کا گھوڑا اپہنچ گیا تھا۔ وہ اپنے اس نئے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ضرار بھی جلدی سے اپنے گھوڑے پر جا بیٹھے۔ اور گھوڑے کو ڈانٹ کر کہا اے گھوڑے اس وقت ثابت قدمی اگر نہیں تو میں تیری شکایت رسول خدا سے کروں گا۔

گھوڑا ہنہنانے لگا۔ اس کی آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔ وہ زیادہ تیز رو ہو گیا ایسا گویا ابھی تازہ دم ہو کر آیا ہے۔ ضرارؓ ادریس کی طرف جھپٹے۔

انہوں نے اللہ اکبر کا لرزہ براندام نعرہ لگایا۔ اور نیزہ مارا نیزہ سینہ پر پڑا۔ سنان زرہ توڑ کر پشت کے پار نکل گئی۔ ادریس نے ایک دل خراش آہ کی اور چکرا کر زمین پر گرا۔

مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ مسیحی شکستہ دل ہوئے۔ ضرارؓ نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا اور نہایت عجلت سے اس گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جو پطرس نے ادریس کے واسطے بھیجا تھا۔

اب پطرس نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ ایک اور عیسائی جس کا نام بلاس تھا۔ ضرارؓ کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ بلاس بھی نہایت عظیم الجثہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی گھوڑے پر ہودج رکھ دیا ہو۔

وہ بھی زرہ گے اوپر ریشمی پوشاک پہنے ہوئے تھا، سر پر چاندی کا خود اوڑھے تھا جس پر سنہری مینا کاری بنی ہوئی تھی اس نے ضرارؓ کے پاس آتے ہی تلوار سے حملہ کر دیا۔

حضرت ضرارؓ نے ڈھال سامنے کی اس کی تلوار نے ڈھال کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا۔ ضرارؓ نے طیش میں آکر نیزہ مارا۔ نیزہ کاری لگا۔ اور بلاس کا سینہ توڑ کر انی پشت کے پار نکل گئی بلاس نے ایک دل دوز چیخ ماری اور چکرا کر گھوڑے سے گرا۔ ضرارؓ نے زور کر کے نیزہ کھینچا بلاس نیزہ پر لٹک گیا۔

ضرارؓ نے نیزہ کو چرخ دیا۔

بلاس کی نعش عیسائیوں کی طرف جا گری۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر پھر نعرۂ تکبیر لگایا عیسایوں کو بڑا غصہ آیا۔ پطرس نے کہا یہ شخص آدمی نہیں ہو سکتا۔ ضرور کوئی جن ہے اس کے مقابلے کے لئے مجھے ہی نکلنا پڑے گا۔

شاؤل نے کہا آپ اطمینان رکھیئے میں اس جن کو پکڑ کر لاؤں گا۔ یہ کہتے ہی ساٹھ سواروں کو ہمراہ لے کر ضرارؓ پر حملہ آور ہوا۔

شاؤل بادشاہ تھا۔ وہ دیبا اور حریر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے کپڑوں کے حاشیوں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے لعل تراش کر بوتام بنائے گئے تھے۔ سر پر سونے کا درخشاں تاج تھا۔ اس کے کپڑے، تاج، ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے۔ شاؤل کے گروہ نے حضرت ضرارؓ کو نرغہ میں لے لیا۔ ضرار نے نہایت استقلال سے جنگ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے اس غول کو دیکھا۔

سعدؓ، ضرارؓ کو تنہا دیکھ کر تڑپ گئے۔ انہوں نے حضرت خالدؓ سے کہا یا سردار المسلمین کیوں نہ ہم بھی ضرارؓ کی مدد کریں۔ ضرور کرنی چاہئے کہاں ہیں فضل، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر فاروق اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن مقداد، سعد، مسلم بن عقیل سب ضرار

کی مدد کے لئے چلو۔ خالدؓ جس کا نام لیتے جاتے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا تھا۔ ان سب کو لے کر حضرت خالدؓ بڑھے۔

ضرارؓ نہایت استقلال سے مشغول جنگ تھے۔ انہوں نے نہ مسلمانوں کو آتے دیکھا۔ نہ ان کی خواہش کی۔ وہ سر جھکائے ہوئے لڑ رہے تھے۔

عیسائی چاروں طرف سے ان پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ شاؤل عیسائیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہا تھا۔ خالدؓ اور ان کے ہمراہی نیزہ مارتے ہوئے شاؤل کے قریب پہنچے خالدؓ نے بلند آواز سے کہا ضرارؓ اندیشہ نہ کرنا۔ فتح و نصرت تمہارے پاس آ پہنچی ہے۔ ضرارؓ نے کہا خدا حامی و ناصر ہے۔ کشاکش رُستگاری اسی کی طرف سے ہے۔ خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے عیسائیوں پر نیزہ سے حملہ کیا۔ انہوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا تھا۔ عیسائی ان کی طرف سے غافل تھے تو سپاہی پہلے ہی مرحلے میں کشتہ ہو کر گرے۔

عیسائیوں میں گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے۔ خالدؓ شاؤل کی طرف لپکے۔ شاؤل خالدؓ کو جانتا تھا۔ وہ گھبرا گیا اسے اپنی موت قریب ترین معلوم ہوئی۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔ اور بدن کانپنے لگا۔

اس نے اپنی مدد کے لئے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ عیسائیوں نے بڑھ کر اسے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ جنگ پھر شروع ہو گئی۔ مسلمان مسیحیوں پر نہایت جوش و قوت سے حملے کرنے لگے۔

ضرارؓ ایک فربہ اندام مسیحی سے لڑ رہے تھے۔ یہ عیسائی کوئی افسر معلوم ہوتا تھا۔ بڑا بہادر اور دلیر اور آزمودہ کار تھا۔ وہ نہایت ہوشیاری سے جنگ

کر رہا تھا۔ ضرار نے جوش میں آ کر اس اس پر کئی حملے کئے ہر حملہ میں گمان غالب رہتا تھا کہ وہ اسے ضرور مار ڈالیں گے۔ مگر وہ ان کا ہر حملہ پختہ کاری سے روک دیتا تھا۔ آخر ضرار نے جھلا کر بڑے جوش اور پوری قوت کے ساتھ ایک حملہ کیا۔

عیسائی نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار نے ڈھال کو پھاڑ ڈالا۔ عیسائی گھبرا گیا۔ وہ ڈھال پھینک کر بھاگا۔ ضرارؓ نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑا دیا۔ گھوڑا تیز نہ دوڑ سکا۔ ضرارؓ گھوڑے سے اتر کر پیادہ اس کے پیچھے دوڑے۔ عیسائی نے جب انہیں پیدل دیکھا اس نے خیال کیا کہ اب وہ ضرار کو مار ڈالے گا۔ اس نے جلدی سے گھوڑا لوٹایا اور تلوار سے ضرار پر حملہ کیا۔

ضرار نے اس کی تلوار ڈھال پر روکی اور ساتھ اس کا پاؤں پکڑ کر کھینچا۔ عیسائی بہت سنبھلا۔ لیکن پاؤں رکاب سے نکل چکے تھے۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ ضرار خنجر لے کر جھکے قبل اس کے کہ عیسائی اٹھے خنجر نے اس کا گلا کاٹ ڈالا۔ قتل کے وقت اس نے اس زور سے چیخ ماری کہ تمام میدان گونج اٹھا۔ عیسائی کانپ گئے۔

پطرس دور سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا یہ ضرار جنوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ کم بخت نے کیسے کیسے بہادروں کو مار ڈالا۔

اب اس نے بربریوں کو اشارہ کیا۔ بربری تعداد کو لے کر بڑھے ان کے پیچھے عیسائیوں کا ریلا چلا۔ ہاتھیوں کی فوج بھی بڑھائی گئی۔ طبل جنگ نہایت زور زور سے بجنے لگا نرسنگھے پھونکے گئے۔ قومی نعرے چیخ چیخ کر لگائے گئے۔

تمام میدان ہلنے لگا۔ خالدؓ، ضرارؓ جواب گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے۔ اوران کے چند ہمراہیوں نے ان بلاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ اور بھی شدت سے جنگ کرنے لگے۔

ابھی تک شاؤل سہا ہوا عیسائیوں کے حلقہ میں کھڑا تھا لیکن جب اس نے سارے مسیحی لشکر کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی اس کا خوف دور ہوا۔

اس نے للکارتے ہوئے کہا لینا لینا! یہ چند مسلمان جانے نہ پائے۔

حضرت خالدؓ شاؤل کے پاس پہنچے انہوں نے جوش میں آکر نیزہ مارا۔ نیزہ شاؤل کی زرہ اور سینہ توڑ کر پشت کے پار نکل گیا۔ شاؤل کشتہ ہو کر گرا۔ اگرچہ لشکر کو حملہ آور دیکھ کر تمام عیسائیوں کے دل بڑھ گئے تھے۔ لیکن شاؤل کی موت نے انہیں گھبرا دیا۔

عمرو بن العاص نے عیسائیوں کے لشکر کو بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے بھی مجاہدین اسلام کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تمام مسلمانوں اللہ اکبر کا غلغلہ خیز نعرہ لگا کر بڑھے اور پھر دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

تلواریں میانوں سے کھینچ آئیں اور جنگ نہایت زور و شور سے شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ زخمیوں کی آہ اور کرب مرنے والوں کی دلدوز چیخوں نے شور وغل کو المضاعف (دوگنا) کر دیا۔

ایسا شور بلند ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ جس طرف بھی نظر جاتی تھی خون میں ڈوبی ہوئی تلواریں بلند ہو کر جھکتی نظر آتی تھیں۔ عیسائی

اور مسلمان دونوں جوش میں بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ ہر فریق دوسرے کو زک دینے کی فکر میں تھا۔

سعدؓ، عبدالرحمنؓ، فضلؓ، جعفرؓ، مسلمؓ، عبداللہ بن عمرؓ قیامت خیز جنگ لڑ رہے تھے۔ ان چھ سرفروشوں کا ایک گروہ بن گیا تھا۔ یہ چھ کے چھ باگیں ملائے نہایت خونریز لڑائی لڑ رہے تھے۔

جس طرف ان کا رخ ہو جاتا۔ پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے۔ صفوں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ وہ مسیحیوں کی تین صفوں کو صاف کر چکے تھے۔ ان کا منہ سامنے کی طرف تھا۔

عیسائیوں کو مارتے کاٹتے سامنے ہی کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ کوئی کشش انہیں کھینچے لئے جا رہی تھی۔ اگرچہ ان کی غلطی تھی ان کا ہر قدم مسلمانوں سے دور ہوتا چلا جاتا تھا۔

ٹڈی دل عیسائیوں میں گھرے جاتے تھے۔ مگر انہیں اس بات کی پرواہ نہ تھی عیسائی لشکر کے کشتوں کے ڈھیر لگاتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ چوں کہ عالمگیر جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اس لئے صفیں قائم نہ رہی تھیں۔ سارے میدان میں مسیحی اور مسلمان بکھر گئے تھے۔ ہر طرف جنگ ہو رہی تھی۔ اور جنگ بھی نہایت خون آشام تھی۔

جب یہ گروہ چوتھی صف کے قریب پہنچا تو انہوں نے اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز سنی۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان سے آگے کو مسلمان پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ انہیں عیسائیوں کا غول جنگ کرتا نظر آیا۔ نعرہ لگانے والے مسلمان غول کے بیچ میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتے تھے۔

انہوں نے سمجھ لیا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا ہے۔ وہ تڑپ کر اس طرف بڑھے جو مسیحی سامنے آئے انہیں قتل کر کے بڑھتے رہے۔ سینکڑوں عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد بڑی دشواریوں کے ساتھ وہ اس جگہ پہنچے۔

انہوں نے دیکھا کہ دو مسلمان عیسائی کپڑے پہنے مصروف پیکار ہیں۔ یہ دیکھ کر اور بھی حیرت ہوئی کہ آج جب کہ ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ دوست اور دشمن کی پہچان مشکل تھی کہ کون بیوقوف مسلمان تھے جو عیسائی پوشاکیں پہنے میدان کارزار میں جنگ کرنے کے لئے نبرد آزما ہوں۔

یہ لوگ دلیرانہ بڑھ کر اس غول میں جا پہنچے انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اس نعرے سے عیسائی خائف ہوئے وہ پیچھے پھر کر ان آنے والے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔

اللہ اکبر کا پرہیبت نعرہ ہمیشہ سے دشمنوں کے دل میں تہلکہ ڈالتا رہا ہے۔ اس پرہول نعرہ سے عیسائی خائف ہوئے وہ جھپ کر ان آنے والے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔

سعدؓ اور اس کے ہمراہیوں نے نہایت شجاعت و مردانگی سے ان خوف زدہ عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور انہوں نے دم کے دم میں بیسیوں عیسائیوں کو مار ڈالا۔ جس پر بھی ان کی تلوار پڑی وہی کشتہ ہو کر گرا۔

عیسائی کترا گئے۔ دب کر پیچھے پلٹ گئے۔ یہ چھ سرفروش مسلمان بڑھ کر ان دونوں شیران اسلام کے پاس پہنچے۔ جو عیسائیوں کے نرغہ میں لڑ رہے تھے۔ سب سے پہلے سعد نے ان دیکھا۔ وہ حیران رہ گئے۔ انھوں

نے فرط مسرت سے بے خود ہو کر کہا آہا ریاض خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ بے حد و بے شمار باعث مسرت ہے۔ اور وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ باقی الفاظ منہ ہی میں رہ گئے۔ وہ گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس پہنچے وہ دونوں شیران اسلام ریاض اور اسود تھے۔

ریاض کے بشرے سے کمال مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے سعد کے قریب آ کر مصافحہ کیا۔ سعد کے بعد سب سے ہاتھ ملائے۔ سعد نے کہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم رہا ہو گئے۔

عبدالرحمٰن نے کہا یہ وقت اظہار مسرت یا استفسار حال کرنے کا نہیں ہے۔ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ خدا ہمیں ان دونوں کی اعانت کے لئے یہاں لایا تھا۔ اب واپس لوٹو اور جہاد کرو۔

سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب یہ چھ کے بجائے آٹھ ہو گئے۔ ان آٹھوں نے واپس لوٹ کر عیسائیوں پر کوہ شکن حملہ کیا۔ عیسائی گھبرا گئے۔ اور پیچھے ہٹے۔ یہ شیر دل آٹھوں مسلمان مارتے کاٹتے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

○○○

آٹھواں باب

رہائی کے اسباب

تسلسل واقعات کے لئے ہمیں ریاض کا حال بیان کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جب تائید غیبی سے موت کے پنجہ سے ریاض بال بال بچ گیا۔ اور ایک عیسائی افسر اسے اور اسود کو لے کر اس جگہ پہنچا جہاں ریاض کو قید رکھا جاتا تھا تو افسر نے اسود کو ایک زنجیر میں جکڑنا شروع کر دیا۔

اسود پست قامت اور دوہرے بدن کا آدمی تھا۔ اس نے زنجیر میں جکڑتے وقت اپنا بدن اور بھی پھیلا لیا تھا۔ افسر اسے جکڑ کر خیمہ کے ایک چوب سے باندھ کر چلا گیا۔

ریاض کو بھی اسی چوب سے باندھ دیا تھا یہ دونوں ایک خیمے کے اندر محبوس کئے گئے تھے۔

جب افسر چلا گیا۔ تو ریاض نے کہا اسود تم کیسے قید ہو گئے؟

اسود نے کہا سیدی میں قصداً اسیر ہو کر آیا ہوں۔

ریاض نے حیرت سے اسے دیکھ کر دریافت کیا۔ قصداً کیوں آئے ہو؟

اسود نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا آپ کو آزادی دلانے کے خیال سے۔

ریاض نے آہ سرد بھر کر کہا اسود میری رہائی غیر ممکن ہے تم نے فضول اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا۔

اسود: آپ مایوس کیوں ہیں؟

ریاض نے کہا کیا تم اس لشکر کو نہیں دیکھتے جو ہمارے گرد پڑا ہے؟

اسود: میں نے دیکھا ہے لیکن ہم کو خداوند کریم کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

ریاض: ہاں خدا میں سب کچھ طاقت ہے۔

اسود: تم دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔

ریاض: سالار اعظم کو جاسوسوں نے اطلاع دی تھی کہ ارسوس والیٔ دمشق اور لبنیٰ کو حراست میں لئے اس جگہ مقیم ہے جہاں مسیحی لشکر پہلے خیمہ زن تھا۔

سعد ساٹھ مجاہدین کو لے کر روانہ ہوئے۔ میں نے بھی ان کے ہمراہ چلنے کی اجازت لے لی۔ ہم سب اچانک عیسائیوں پر جا پڑے۔ میں قصداً ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ سعد لبنیٰ اور ایک عیسائی دوشیزہ کو ہمراہ لئے چلے گئے۔ اور میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔

ریاض نے دریافت کیا اسلامی لشکر میں کوئی نئی بات تو مشہور نہیں ہوئی؟

یہ کہتے ہی اس نے غور سے اسود کو دیکھا اور جواب کا نہایت بے چینی

سے انتظار کرنے لگا۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا اس کی محبت کا افسانہ تو لشکر میں مشہور نہیں ہو گیا۔

اسود نے جواب دیا، کوئی نہیں!

اس جواب سے اس کی تشفی نہ ہوئی۔ لیکن وہ صاف طور پر دریافت بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس نے پھر پوچھا سعد اچھے تھے؟

اسود: یوں تو اچھے تھے مگر آپ کی گرفتاری کا انہیں بے حد ملال تھا۔

ریاض نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیا وہ مجھے دریافت کرتے رہتے تھے؟

اسود: بہت زیادہ، کوئی وقت آپ کی یاد سے خالی نہیں رہتا۔ ریاض: ان کی ہمشیرہ انہیں مل گئی؟

اسود: ہاں وہ میرے سامنے اپنی ہمشیرہ کو لے گئے۔

اس کے بعد کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ ریاض کچھ سوچنے لگ گیا۔ شام تک اسی طرح بندھے پڑے رہے دن چھپے ان کے لئے کھانا آیا۔

ریاض کو صرف ایک وقت کھانا دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں نے ان کے ہاتھ کھولے دونوں نے کھایا۔ کھانا کھلا کر سپاہیوں نے انہیں پھر باندھ دیا۔ جب سپاہی چلے گئے اور خیمہ کے اندر اندھیرا پھیل گیا تو اسود نے کہا اب ہمیں اپنی مہم شروع کرنی چاہئے۔

ریاض نے کہا ہم دست و پابستہ ہیں کیا کر سکتے ہیں۔

اسود: آپ دیکھتے رہئے۔ میں نے اپنے جکڑے جانے کے وقت اپنے بدن کو پھلا لیا تھا۔ میری زنجیریں ڈھیلی ہو گئی ہیں۔ اور میں زنجیروں

کے بیچ سے نکل سکتا ہوں۔

ریاض نے قدرے مسرور ہوتے ہوئے کہا یہ بات ہے تو سعی کرو۔

چونکہ اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس لئے ریاض یہ نہ دیکھ سکا کہ اسود کیا کر رہا ہے۔ اسود نے سانس روک کر اپنے جسم کو پتلا کرنا اور زنجیروں کے لپیٹوں کو نیچے پیروں کی طرف کھسکانا شروع کیا۔

اگرچہ اسود نے اپنا جسم جکڑتے وقت پھلا لیا تھا۔ لیکن کسی افسر نے کس کر جکڑا تھا جس سے زنجیر کچھ زیادہ ڈھیلی نہ رہی تھی۔ مگر اسود کو جو دھن جس کام کی لگ جاتی تھی وہ اسے پورا کر کے چھوڑتا تھا۔

چنانچہ وہ بدستور اپنے کام میں لگا رہا۔ یہ کام کچھ معمولی نہ تھا پر اہم اور دشوار تھا۔ وہ سانس روک روک کر بدن کو دبا دبا کر زنجیر کو نیچے کھسکاتا رہا۔ پورے تین گھنٹے کی کوشش کے بعد زنجیر پھسل کر پاؤں پر آ گری۔

اسود نے قدرے مسرور ہو کر کہا میں آزاد ہوں۔ میری زنجیر میرے پیر پر آ پڑی ہے۔

ریاض نے کہا آہستہ بولو، پہرہ والے قریب معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا زنجیر کو ایسی آہستگی سے ہٹا کر ایک طرف ڈال دو جس سے کسی قسم کی آواز نہ نکلنے پائے۔

اس نے کہا ایسا ہی کروں گا۔

اس نے زنجیر کو نہایت آہستگی سے اٹھا کر ایک طرف ڈال دیا۔ اب اس نے اپنے آقا یعنی ریاض کی زنجیر دیکھی۔ اندھیرا گھپ ہونے کی وجہ سے اسے سرا نہ مل سکا۔ لیکن وہ ٹٹولتا رہا۔

کامل ایک گھنٹہ کدو کاوش کے بعد زنجیر کا سرا ملا جو کہ ایک کڑے میں پڑا ہوا تھا۔ کڑے کا منہ کھلا ہوا تھا۔ کوئی شخص اگر دونوں ہاتھوں سے زور لگاتا تو کڑا کھل کر زنجیر نکل آتی۔

اسود نے دونوں ہاتھوں سے زور لگایا۔ اور کڑے کا منہ کھول کر زنجیر کا سرا کھینچا سر باہر آتے ہی اس نے آہستہ آہستہ بل کھولنے شروع کئے بہت جلد اس نے تمام بل کھول کر زنجیر الگ کر دی۔

اب یہ دونوں آزاد ہو گئے تھے۔ ریاض بہت خوش ہوا۔ اس نے اسود سے بغلگیر ہو کر کہا خدا نے تجھے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آج سے تم میرے بھائی ہو۔

اسود نے کہا میں آپ کا غلام ہوں۔ زر خرید غلام، آپ کا بھائی کیسے بن سکتا ہوں۔

ریاض نے کہا میں نے تجھے آج سے آزاد کر دیا۔

اسود نے غم اندوز لہجہ میں کہا گویا آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔

ریاض: نہیں، اب تو میرے ساتھ ایک بھائی کی حیثیت سے رہے گا۔

اسود: میں اب تک آپ کا غلام تھا۔ اب خادم بن کر رہوں گا۔

اتفاقیہ خوشی انسان کو حالات سے بے خبر کر دیتی ہے۔ ریاض اور اسود کی صرف زنجیریں دور ہو گئی تھیں۔ لیکن ابھی وہ اسی خیمہ میں تھے۔ جس میں قید کئے گئے تھے۔ لاکھوں مسیحی ان کے گرد پڑے تھے۔

ٹڈی دل عیسائیوں میں بھاگنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن وہ یہ سمجھے تھے۔ کہ گویا ہم آزاد ہو گئے ہیں۔

اسود نے کہا اب ذرا باہر کی طرف جھانک کر دیکھو کہ پہرہ والے کتنے ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں۔

ریاض: دیکھیو احتیاط رکھنا۔ ذرا سی غلطی ہم کو دوبارہ مصیبت میں پھنسا دے گی۔

اسود: اطمینان رکھئے میں احتیاط سے کام لوں گا۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر خیمے کے دروازے پر آیا۔ اس نے ذرا سا پردہ اٹھا کر باہر جھانک کر دیکھا۔ اس وقت رات دو ثلث گزر چکی تھی۔ اندھیری رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ تمام آسمان پر ستارے بکھرے پڑے تھے۔ اور چمک رہے تھے۔ ہوا قدرے خنکی آمیز چل رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ عیسائیوں کا سارا لشکر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ ہر طرف اندھیرے کے ساتھ ہی ساتھ خاموشی کا بھی تسلط تھا۔ سکون طاری تھا۔ سوائے خراٹوں کے اور کوئی آواز نہ آ رہی تھی۔ اس نے غور سے خیمہ کے ارد گرد دیکھا۔ دروازہ کے سامنے دو پہریدار چٹائی پر پڑے سو رہے تھے۔ اس خیمے سے فاصلے پر اور خیمے تھے ان خیموں میں بھی سکوت تھا۔

وہ واپس آیا اور اس نے کہا قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تمام لشکر سارے عیسائی ہمارے نگراں سب پڑے سو رہے ہیں۔ ہماری ذرا سی ہمت ہم کو کامیاب کر دے گی۔

ریاض نے کہا خدا ایسا ہی کرے۔

اسود نے کہا پہرہ والے صرف دو ہیں۔ اور دونوں ہی پڑے ہوئے سو

رہے ہیں۔ آؤ خاموشی سے ان کے سرہانے پہنچ کر انہیں ٹھکانے لگا دیں۔

ریاض نے کہا چلو جلدی کر۔ دونوں خیمے سے باہر آئے اور نہایت آہستہ آہستہ دبے قدموں پہریدار کی طرف بڑھے وہ پہریدار قریب ہی پڑے تھے۔ وہ دونوں ان کے سروں پر جا پہنچے اتفاق سے ایک پہرے والے نے کروٹ بدلی۔ ریاض نے جلدی سے جا دبوچا۔ اس نے اس کا ٹینٹوا پکڑ کر دبا دیا۔ فوراً ہی اسود دوسرے پر گرا۔ اس نے بھی اس کا گلا دبانا شروع کیا۔ دونوں پہرہ دینے والے تڑپنے لگے۔ لیکن بھینچے جانے کی وجہ سے آواز نہ نکال سکے۔ ان کے گلے یہاں تک بھینچے گئے کہ ان کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ موت نے ان کو آ دبایا۔ ان کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر گئیں۔ بدن ڈھیلے پڑ گئے۔ دونوں نے ان دونوں مردہ پہرے داروں کو اٹھایا اور خیمہ کے اندر جا کر ڈال دیا۔

اب ریاض نے کہا ہمیں چھپنے کے لئے عیسائیوں کا بھیس بدلنا چاہئے۔ ان دونوں کے کپڑے اتار کر پہن لیں۔

اسود: میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ یہ بہترین تدبیر ہے۔

دونوں نے پہلے اپنے پھر مردہ پہرے داروں کے کپڑے اتارے ان کو اپنے کپڑے پہنا کر خود ان کے کپڑے پہن لئے اس کام میں اتنی دیر لگ گئی کہ صبح کے آثار نمودار ہو گئے۔

چوں کہ آج لشکر کو علی الصباح صف بستہ ہونے کا حکم تھا۔ اس لئے لشکری بیدار ہو کر حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کرنے لگے۔ یہ دونوں خیمے سے باہر نکلے۔ انہوں نے لشکر میں عام ہلچل دیکھی۔

وہ ڈر گئے۔ اسود نے کہا اب کیا ہوگا۔ ریاض نے کہا تم خوف نہ کرو۔ گھوڑوں کی تلاش کرنی چاہئے۔ اب دونوں بڑھے کچھ دور چل کر انہوں نے سینکڑوں گھوڑے قطار میں بندھے دیکھے۔

انہوں نے دو گھوڑے کھولے۔ ان پر زین کسی ہر گھوڑے کا زین اس کے سامنے کسی قدر فاصلے پر رکھا۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر آہستہ آہستہ چلے۔

وہ صبح کو چھپنے میں لشکر کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ دشوار تھا عیسائی تیار ہو کر گروہ در گروہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ یہ بھی ایک میں شامل ہو گئے۔ وہ گروہ چوتھی صف میں کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ وہ اور آگے جانا چاہتے تھے۔ لیکن افشاء راز کے خوف سے اس جگہ کھڑے ہو گئے ممکن تھا کہ وہ اس وقت آگے بڑھ جاتے مگر پہچانے جاتے اور روکے جانے کے اندیشے نے انہیں جرأت نہ ہونے دی۔

جب تمام لشکر صف بستہ ہو گیا تو آفتاب نکل آیا۔ اب انہیں زیادہ اندیشہ پیدا ہوا۔ وہ عرب تھے۔ ان کی صورت و شکل الگ تھی۔ پوشاک ان کی صورتوں کو چھپا نہ سکتی تھی۔ لیکن کر کیا سکتے تھے۔

اب صف سے ایک قدم بڑھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ مجبوراً کھڑے ہو کر نوشتۂ تقدیر کا انتظار کرنے لگے۔ چوں کہ تمام سپاہی پیدل تھے سواروں کی نظریں سامنے کی طرف تھیں۔ اس لئے نہ کسی نے ان کو دیکھا اور نہ افشائے راز ہوا۔

اگرچہ ریاض اور اسود نے اپنی طرف سے پہچانے نہ جانے کا سب

کچھ انتظام کرلیا تھا۔ لیکن عجلت میں کوئی ہتھیار نہ لے سکے تھے۔ دونوں نہتے تھے۔ انہیں یہ خیال نہ ہوا تھا کہ انہیں بغیر ہتھیاروں کے دیکھ کر اگر کسی افسر یا سپاہی نے کچھ پوچھا تو کیا جواب دیں گے۔

چوں کہ وہ صف جس میں وہ تھے۔ بہت پیچھے تھی۔ اس لئے انہیں خبر نہ تھی کہ میدان جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ عرصہ کے بعد جب عام حملہ ہو گیا اور چوتھی صف کو بھی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ تو ایک افسر نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ اس نے متعجب ہو کر کہا۔ ہائے تمہارے پاس ہتھیار نہیں؟ تم کیسے لڑو گے ہتھیار کہاں ہیں؟

اب ان دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس وقت ریاض نے اسود اور اسود نے ریاض کو دیکھا۔ دونوں نے آنکھوں، آنکھوں میں کچھ کہا" اور دونوں نے جواب دینے کے بجائے اپنے قریب کھڑے ہوئے عیسائی سپاہیوں سے چنگل مار کر ایک تلوار اور ایک ایک ڈھال چھین لی۔ افسر نے دریافت کیا تم کون ہو؟

وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ ریاض اور اسود نے موقع کی نزاکت کو دیکھا۔ وہ ایک دم آگے بڑھے۔ ریاض نے پورے ہاتھ کی نزاکت کو دیکھا وہ ایک دم آگے بڑھے۔ ریاض نے پورا ہاتھ افسر کو مارا بے چارا افسر حملے کی تاب لانے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس کا سر ککڑی کی طرح کٹ کر دور جا گرا۔ دونوں نے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے۔ عیسائی اس کارروائی کو دیکھ کر حیران رہ گئے وہ ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ دونوں عیسائی ہیں۔ لیکن فوراً ہی انہیں شبہ ہوا اور پچاس سوار ان کے عقب میں

دوڑے۔ انہوں نے ان دونوں کو تیسری صف کے قریب جا لیا۔ وہ دونوں رک گئے اور عیسائیوں کی طرف پھرے تلواریں لے کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ عیسائیوں نے ان کو پہچان لیا۔ ان میں سے چند ایک نے کہا ارے یہ تو مسلمان ہیں۔

فوراً ہی عیسائی ان پر ٹوٹ پڑے۔ جنگ شروع ہو گئی، دونوں شیروں کی طرح حملے کرنے لگے۔

عیسائی جوش میں آ کر حملے کر رہے تھے لیکن وہ ایسے بہادر تھے کہ ہر شخص کے حملہ کو نہایت ہوشیاری سے رد کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان دونوں نے حملہ کر کے دو عیسائیوں کو مار ڈالا اور اس مسرت سے ان دونوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اس نعرہ کو سعد اور عبدالرحمٰن نے سنا وہ ان کی مدد کے لئے بڑھے اور ان کے پاس پہنچ گئے۔ جیسا کہ ناظرین باب ہائے سابق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

جو لوگ ریاض اور اسود کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ مارے گئے تھے۔ باقی بھاگ گئے تھے۔ یہ آٹھوں مسلمان واپس لوٹ کر تیسری صف پر جا پڑے۔ آٹھوں بہادر تھے پکے مسلمان تھے۔ ایسا جی توڑ کر لڑے کہ عیسائی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔

انہوں نے سینکڑوں جانبازوں کو مار ڈالا۔ لیکن عیسائیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ جتنے لوگوں کو وہ مار ڈالتے تھے۔ ان کے دوگنے ان کے سامنے تازہ دم آ جاتے تھے۔ دشمنوں کی اس کثرت کو دیکھ کر وہ گھبرائے

نہیں۔ اور نہ ہی تھکے بلکہ برابر مصروف قتال رہے۔

اس وقت تمام محاذات پر جنگ نہایت شدومد سے ہو رہی تھی۔ مشرق و مغرب سے شمال وجنوب تک تلواریں اٹھتیں اور انسانی سمندر میں ڈوبتی نظر آتی تھیں۔ شور وغل پہلے سے چہار چند بڑھ گیا تھا۔ سرفروش بہادری کے نشہ میں سرشار برابر جنگ کر رہے تھے۔ تلواروں کی بارش، نیزوں کی سنان، خنجروں کی دھاریں سروتن کے فیصلے کر رہی تھیں جانباز کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ موت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔

سارے میدان میں موت کا بازار گرم تھا۔ خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں۔ زمین لالہ زار ہوگئی تھی۔ جگہ جگہ ہاتھوں پیروں، سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ جن گھوڑوں کے سوار مر گئے تھے۔ وہ ادھر ادھر زقندیں بھرتے تھے لاشوں کو روندتے پھر رہے تھے۔

سارے محاذات پر تمام مسلمان نہایت بیداری بڑی بہادری اور کمال جوش کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہ لڑائی میں منہمک ہو گئے تھے کہ نعرۂ تکبیر لگانا ہی بھول گئے تھے۔

دراصل ایسی خونریز جنگ ہو رہی تھی کہ ہر شخص اپنی ہستی کو بھولا ہوا تھا۔ کسی کو سوائے مارنے اور مرنے کے اور کچھ یاد ہی نہ رہا تھا۔ رفاعہؓ ایک بزرگ صحابی تھے بڑے جوشیلے تھے۔ ان کے تحت میں پانچ سو مردِ میدان قبیلۂ بنو ہارب ولبید وملک کے تھے۔ وہ لڑتے لڑتے ہاتھیوں کے قریب پہنچ گئے۔

ان کا گھوڑا ابھڑ کا انہوں نے گھوڑے کو ڈپٹ کر آگے بڑھایا۔ گھوڑا ڈرتا

ہاتھیوں کے قریب پہنچا۔ ایک سفید ہاتھی سب سے آگے تھا۔ یہ ہاتھی تمام ہاتھیوں سے اونچا اور موٹا تازہ تھا۔

رفاعہؓ نے بڑھ کے اس ہاتھی کو تلوار ماری، تلوار سونڈ پر پڑی ہاتھی جنگ چھوڑ کر پیچھے ہٹا۔ رفاعہؓ نے ایک تلوار کا ہاتھ اور مارا تلوار کاٹ کر ان کا کچھ حصہ اڑا گئی ہاتھی چکرا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اس زور سے جھرجھری لی کہ اس پر جو عماری کشیدہ تھی وہ گر گئی۔

عماری میں دو زنگی بیٹھے تھے۔ ایک عماری کے نیچے دب گیا ایک زمین پر گرا وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ اس کے ہاتھ میں وزنی گرز تھا۔ وہ گرز لے کر رفاعہؓ کی طرف لپکا۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے گرز مارا۔

رفاعہؓ نے پینترا بدل کر وار خالی دیا۔ زنگی جھکا رفاعہؓ نے جلدی سے اس پر تلوار کا وار کیا۔ چوں کہ وہ زنگی نہ زرہ پہنے ہوئے تھا اور نہ ہی اس کے سر پر خود تھا تلوار نے گردن کاٹ ڈالی وہ کشتہ ہو کر گرا۔

جس وقت رفاعہؓ زنگی سے لڑنے میں مصروف تھے اس وقت گھوڑوں کو بڑھا کر ہاتھیوں کی آنکھوں میں نیزے مارنے شروع کر دیئے۔

ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے واپس لوٹے اور اپنے سواروں کو کچلتے مسلتے اور روندتے ہوئے بھاگے۔ تمام لشکر میں ہاتھیوں کے بھاگنے سے ایک قسم کی ہلچل مچ گئی۔ ہزاروں عیسائی ہاتھیوں کی چپیٹ میں آ کر مسلے گئے۔

سینکڑوں گھوڑے کچلے گئے۔ اب بربریوں نے فولاد کی زنجیریں کھینچیں انہیں حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ گرز لے کر مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ مقداد نے ان ہیبتناک انسانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔

ان میں سے ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف کچھ سواروں کو لے کر دوڑ گئے اور فواد کے سامنے جو مسلمان تھے انہیں پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ خالدؓ اور مقداد ان بربریوں پر جا پڑے جن کے ہاتھوں میں فواد کی زنجیریں تھیں انہوں نے نہایت دلیری سے حملے کر کرکے بربریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بربری بھی موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ عیسائیوں میں سب سے بہادر وہی تھے۔ اس لئے انہیں فواد کی نگرانی میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہ زنجیریں چھوڑ چھوڑ کر نہایت جوانمردی سے لڑنے لگے۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کہ ان کی جوانمردی کسی اور قوم کے سامنے چلی جاتی۔ لیکن مسلمان جو ہتھیلی پر سر لئے ہوئے تھے ان کے سامنے نہ چلی۔ اور عیسائیوں کی طرح وہ بے چارے بھی قتل ہونے لگے۔

مسلمانوں کی ہمت و شجاعت کا راز۔ قوت ایمانی، جوش ملی اور موت سے نہ ڈرنے میں مضمر تھا۔ جو قوم موت سے نہیں ڈرتی۔ ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ موت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

خالدؓ مقداد اور ان کے ہمراہیوں نے اس بے جگری سے حملے کئے کہ بربری زیادہ تعداد میں قتل ہو گئے اور بچے کھچے بھاگ گئے۔ ان مسلمانوں نے قلو کی زنجیریں اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور انہیں قتل کرنے لگے۔ فواد گھبرا گئے اور انہوں نے ہونٹوں کے حلقے اس زور سے پکڑ پکڑ کر کھینچے کہ ہونٹ کٹ کٹ کر حلقے سے نکل آئے۔

وہ آزاد ہو کر عیسائیوں کی طرف بھاگے اس وقت آفتاب مغرب کی طرف پہنچ گیا تھا دھوپ سمٹ سمٹا کر درختوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئی۔ روشنی پر

تاریکی غالب آنے لگی تھی۔ جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی خون آشام تلواریں انسانی سمندر میں ڈوبتی نظر آ رہی تھیں۔ اس وقت شور و غل اور بھی بڑھ گیا تھا۔

مسلمان اور مسیحی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ عظیم خونریزی کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ شیران اسلام ہی کا دل گردہ تھا کہ تین لاکھ عیسائیوں کے ساتھ مصروف جنگ تھے۔

رفتہ رفتہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جنگ بند کر دی گئی۔ دونوں فریق اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف لوٹے۔ ریاض بھی سعد کے ہمراہ چلا گیا گرچہ ندامت اور شرم کی وجہ سے اس کا دل اسلامی لشکر میں جانے کو نہ چاہتا تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن، فضل اور جعفر اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ وہ سر جھکائے چپ چاپ چلا جا رہا تھا۔

کچھ مسلمان اور عیسائی شہدا اور مقتول کو ٹھکانے لگانے کے لئے رہ گئے۔ مشرق کی طرف عیسائیوں نے اور عرب کی طرف مسلمانوں نے چوڑے چوڑے گڑھے کھود کر مردوں کو دفن کر دیا مسلمان چھ سو شہید ہو گئے اور عیسائی ستائیس ہزار مارے گئے۔

ان ستائیس ہزار میں بارہ ہزار چھوٹے بڑے افسر اور ملوک تھے۔ مگر آج بھی جنگ کا نتیجہ برآمد نہ ہوا تاہم میدان مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا۔

○○○

نواں باب

ایک پری پیکر حلقۂ اسلام میں

حور وش لبنیٰ کے حسن و سیرت نے شوخ میرونہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ وہ اس سے ایسی مانوس ہو گئی کہ اس کی ایک دم کے لئے جدائی بھی اسے شاق گزرنے لگی۔ جب لبنیٰ اسے خیمہ سے چھوڑ کر نماز کے لئے جاتی تو وہ تنہائی سے گھبرانے لگتی۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ہمراہ نماز کے میدان میں جانے لگی۔ اس نے مسلم خواتین بڈھی، اڈھیر اور نوجوان لڑکیوں کو ایک دوسرے سے محبت اور مروت و ادب و شائستگی سے پیش آتے دیکھا کوئی کسی سے ناراض نہ ہوتی تھی اور نہ لڑتی تھی۔ وہ مسلمان عورتوں کو دیکھ کر سخت حیران تھی۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تمام عورتیں کسی ایک ہی ضعیفہ کی اولاد ہیں۔ جو آپس میں لڑنا جھگڑنا تو کیا ناراض ہونا بھی نہ جانتی تھیں۔ سب ہنسی خوشی بسر رہتی ہیں، لازوال مسرت کی طلب ان کے ہنس مکھ چہروں پر جھلک رہی تھی۔

وہ پرہیزگار تھیں۔ نماز روزہ کی پابند تھیں۔ شریعت پر گامزن تھیں کوئی کام خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف نہ کرتی تھیں۔ خود بھی

خوش رہتی تھیں اور اپنے متعلقین کو بھی خوش رکھتی تھیں۔

میرونہ ان سب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر متاثر ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ خیمہ میں واپس چلی آتی لبنیٰ اس کی بہن کی طرح خدمت کرتی تھی۔ اس کے ساتھ کھاتی اس کے ساتھ سوتی اور اس کے ساتھ اٹھتی تھی۔ لبنیٰ میرونہ کی شکر گزار اور گرویدہ تھی۔

وہ ایک بات کا احساس کر رہی تھی وہ یہ کہ لبنیٰ کو کوئی قلبی صدمہ ہے، رنج ہے، غم ہے، جو اسے گھن کی طرح کھائے جاتا ہے۔ وہ زبردستی اپنے چہرے کو خنداں اور طبیعت کو بشاش بنائے ہوئے ہے۔ اسے تعجب تھا کہ لبنیٰ کو کیا غم ہے اور کس لئے وہ افسردہ خاطر رہتی ہے۔

ایک دن لبنیٰ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے گئی۔ شہزادی میرونہ بھی اس کے ہمراہ تھی نماز سے فارغ ہوتے ہی لبنیٰ پہلے چلی آئی۔ اور میرونہ سلمیٰ وغیرہ سے باتیں کرتی رہ گئی۔

جب وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ لبنیٰ رو رہی تھی اس کی بڑی بڑی سیاہ ریشمی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا، پرنور عارض آنسوؤں سے تر تھے۔ غم و حیرت سے ڈوبی ہوئی تھی اور کچھ ایسا محو غم تھی کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر تھی۔

میرونہ اس کی یہ گومگو حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے پُر ملال لہجہ میں کہا: لبنیٰ لبنیٰ! تم رو رہی ہو؟

لبنیٰ چونک پڑی وہ جلدی سے سنبھلی اس نے اپنے ریشمی دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے طبیعت کو حسب معمول بشاش بنانے کی کوشش کی

لیکن غمزدہ لڑکی جلدی اپنی حالت درست نہ کر سکی۔

میرونہ اس کے پاس جا بیٹھی۔ اس نے اسے اپنے سینے سے لگا کر کہا لبنیٰ میں نے تیرے خنداں بشرہ میں غم کی جھلک دیکھی تھی۔ چاہتی تھی کہ تم سے کچھ دریافت کروں۔ مگر ہمت نہ پڑی تھی۔

آج تم کو روتے ہوئے دیکھا۔ میرا دماغ غم سے الٹ گیا مجھے بتاؤ تم کو کیا غم ہے؟ حوروش لبنیٰ کے چاند سے چہرے سے غم و مسرت ٹپک رہے تھے۔ اس نے افسردگی سے کہا کچھ نہیں۔ میرونہ آپ ہی آپ اس وقت میرا دل بھر آیا۔ آنسو جاری ہو گئے۔

یہ بلاوجہ نہیں ہوسکتا اگرچہ لبنیٰ کے اب آنسو جاری نہ تھے۔ لیکن اس کے گلابی پھول کو شرمانے والے عارض اب بھی آنسوؤں سے پسیج رہے تھے۔ پیارے چہرہ سے غم و افسردگی کے آثار ظاہر تھے۔ وہ حسن کی دیوی اس حالت میں بھی حسن کی ملکہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے کہا میرونہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میرے دل میں غم کا بسیرا ہے۔ کبھی کبھی میں اس غم کے ہاتھوں مجبور ہو جاتی ہوں۔

میرونہ تم کو کیا غم ہے؟

لبنیٰ: اس ذکر کو رہنے دو۔ مجھے رنج ہوتا ہے۔

میرونہ: کاش! تم کو معلوم ہوتا کہ تمہارے غم نے مجھے کس قدر ملول اور غم زدہ کر دیا ہے۔

لبنیٰ: مجھے معلوم ہے پیاری ہمشیرہ تم مجھ پر مہربانی کرتی ہو۔ میری دل بستگی میں لگی رہتی ہو۔

تمہاری وجہ سے میں مسرور و خرم رہتی ہوں۔ یا خوش رہنا چاہتی ہوں ورنہ غم و الم مجھے دیوانہ بنا دیتے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ضبط کرتے کرتے اختلاج کے دورے نہ پڑنے لگیں۔

میرونہ: خدا نہ کرے اگر مجھے تمہارے غم کی وجہ معلوم ہو جاتی تو میں اپنی جان دے کر بھی تمہارے غم کو دور کرنے کی کوشش کرتی۔

لبنیٰ نے اپنی سیاہ مست اور بڑی آنکھوں سے میرونہ کو دیکھا۔ میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لبنیٰ کا غم خود لینا چاہتی ہے۔ اس کے درد سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ لبنیٰ پر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔ اس نے کہا کاش تم میرا غم دور کرنے کی کوشش کرتیں۔

میرونہ نے جلدی سے کہا ہاں لبنیٰ میں نے سنگ جفا سے تمہارا دل چور چور کر دیا تھا۔ تمہارے خلق اور مروت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ یہی دل میں آ رہا ہے کہ اپنا تن من تم پر نثار کر دوں۔

لبنیٰ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میرونہ نے کہا۔

میں نے سنا تھا دل را بدل راحت است یعنی دل کو دل سے راحت ہوتی ہے کیا میری سیفتگی نے تم پر اثر نہیں کیا۔ اب بھی تم مجھے سنگ دل شہزادی سمجھتی ہو؟

لبنیٰ نے جلدی سے کہا تم شہزادی ضرور ہو۔ لیکن سنگدل نہیں میری بہن و ہمشیرہ ہو۔

میرونہ: اگر میں تمہاری ہمشیرہ ہوں تو مجھ سے اپنا راز نہ چھپاؤ۔ لبنیٰ نے از خود رفتگی سے کہا اب نہ چھپاؤں گی میرونہ تمہیں وہ مسلمان یاد ہے۔

جو میرے ساتھ قید ہوا تھا۔ جسے تمہارے بادشاہ نے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کا حکم دے دیا تھا۔

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا یاد ہے، آہ! اسی نوجوان مسلم کی محبت نے تمہیں بے قرار کر رکھا ہے۔

لبنٰی نے گھبرا کر کہا آہستہ سے بات کرو۔ اگر کسی کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں کسی کو چاہتی ہوں تو قیامت آجائے گی۔

میرونہ نے حیرت سے لبنٰی کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا تمہاری قوم میں محبت کرنا گناہ ہے؟

لبنٰی نے سر جھکا کر جواب دیا۔ ہاں معاشرتی گناہ ہے، جن دو دلوں میں محبت ہوتی ہے اور بدقسمتی سے ان کا راز افشاء ہو جاتا ہے۔ وہ دونوں کبھی نہیں مل سکتے۔

میرونہ: تعجب ہے، غیر ہر ملکے رسمے دیگر۔ میرے دل میں بات تھی کہ تم اسی مسلم نوجوان کی محبت میں گھلی جا رہی ہو۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ اگر میں اسے بچا لوں تو وہ میرا ہے؟

لبنٰی نے کہا بے شک کہا تھا اب بھی کہتی ہوں اور میری دلی آواز ہے۔ کہ وہ زندہ رہے پھلے پھولے تم اسے اپنا سمجھ کر بچانے کی سعی کرو۔

میرونہ نے اس کی بڑھتی ہوئی محبت کا احساس کیا۔ وہ سخت متاثر ہوئی اور اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

اس نے کہا لبنٰی وہ تیرا ہے اور میں اسے تیرے ہی لئے بچانے کی سعی کروں گی لبنٰی تمہارا شکریہ تم بہت ہی نیک ہو۔

میرونہ: اس وقت میرا شکریہ ادا کرنا جب میں اسے بچا لوں۔ لبنٰی تو نہیں جانتی کہ تم نے مجھے کس قدر بدل دیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ میں تیرے لئے جان تک دے ڈالوں گی۔

لبنٰی: تم بڑی نیک و مہربان ہو مجھے تمہاری موجودگی سے ڈھارس ہے۔

میرونہ: میں تیرے ہی پاس رہوں گی۔

لبنٰی: یہ کیسے ممکن ہے۔ تم شہزادی ہو اور تمہارا بھائی تم کو واپس لینے کی کوشش کرے گا۔

میرونہ: میں تمہارے پاس سے ہرگز نہ جاؤں گی۔

لبنٰی: اگر یہ بات ہے۔ تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتیں۔

میرونہ کچھ سوچ میں پڑ گئی لبنٰی نے کہا میرونہ تم عقلمند ہو۔ سوچو عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ بیٹا نہ تھے نبی تھے۔ نہایت نیک اور خدا کے محبوب تھے۔ غور کرو عیسائیوں کا عقیدہ درست ہے یا مسلمانوں کا؟ میرونہ نے کہا: لبنٰی! جب سے میں آئی ہوں۔ اس بات پر غور کر رہی ہوں۔ عقل یہی کہتی ہے کہ مسلمان کا عقیدہ درست ہے۔

لبنٰی: پھر اسلام قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

میرونہ: سوچتی ہوں کہ شاید مسلمان ہونے سے میرا وقار گر جائے۔

لبنٰی: وقار بڑھ جائے گا۔ مسلمان اس کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں جو غیر مذہب والا اسلام قبول کرتا ہے۔

میرونہ نے حیرت سے لبنٰی کو دیکھ کر کہا کیا صرف کلمہ پڑھنے سے ہی

مسلمان ہو جاؤں گی پانی وانی کچھ نہ چھڑکا جائے گا۔ میرونہ عیسائی مذہب رکھتی تھی۔ عیسائیوں میں دستور تھا کہ جب کسی کو عیسائی کرتے یا کسی کا مسیحی نام رکھتے تو ماء معمور یہ سے اس پر چھینٹے دیتے اسے بپتسمہ کرنا کہتے ہیں۔

لبنیٰ نے کہا ہمارا مذہب ان چھینٹوں سے مبرا ہے۔ کلمہ ہی پڑھ لو۔ اور مسلمان ہو جاؤ۔

میرونہ صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئی اور اٹھ کر اس سے بغلگیر ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا میری دو آرزوئیں تھیں ایک خدا نے آج پوری کر دی۔ اور دوسری ....

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا انشاء اللہ دوسری بھی پوری ہو جائے گی۔

اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ یہ دونوں عصر کی نماز پڑھنے کے لئے خیمہ سے باہر نکلیں میدان میں عورتیں جمع ہونے لگی تھیں۔ جب سب عورتیں آ گئیں تو لبنیٰ نے سب کو بتایا کہ میرونہ آج مسلمان ہو گئی ہے۔

اس خبر کو سن کر تمام عورتیں کمال مسرور ہوئیں۔ سب اس سے بغلگیر ہو کر ملیں اور سب نے اسے مبارک باد دی۔ ام تمیم حضرت خالدؓ کی بیوی نے کہا میرونہ تم اب تک تو ہماری قید میں تھیں۔ اب آزاد ہو اور ہمشیرہ کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا جس چیز کی جس وقت ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے کہلا بھیجنا میں تمہارے لئے مہیا کرا دیا کروں گی۔

میرونہ خواتین اسلام کو مسرور دیکھ کر کمال خوش ہوئی۔ اس نے ام تمیم اور تمام عورتوں کا شکریہ ادا کیا۔ سب کے ساتھ نماز عصر گذاری۔ نماز پڑھ کر لبنیٰ کے ساتھ پھر خیمہ میں آئی۔ اس نے دیکھا کہ لبنیٰ اس کے آگے بچھی جاتی ہے۔

اس نے کہا لبنیٰ میں مسلمان ہونے سے کچھ بدل نہیں گئی ہوں۔ تم اس قدر کیوں میرا وقار بڑھا رہی ہو۔

لبنیٰ نے کہا مسلمان ہو کر ایسی معصوم ہو گئی ہو۔ جیسے چار دن کا بچہ بے گناہ ہوتا ہے۔ تمہارے سابقہ گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں ہی کیا بلکہ ہر مسلمان تمہاری عزت کرنے پر مجبور ہے۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سعد خیمہ میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی پری پیکر میرونہ کا چہرہ دمکنے لگا۔ وہ اور لبنیٰ سعد کے استقبال کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ ان دونوں نے دیکھا کہ سعد کا چہرہ کچھ اترا ہوا ہے۔

لبنیٰ نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا بھائی جان مبارک ہو۔ آج شہزادی میرونہ مسلمان ہو گئیں۔ سعد کی افسردگی فوراً دور ہو گئی۔ اس کے چہرے پر مسرت کی جھلک نمودار ہوئی۔ میرونہ نے دزدیدہ نظروں سے اس کی یہ کیفیت دیکھی اس کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔

سعد نے میرونہ سے خطاب کر کے کہا شہزادی بڑی مسرت بات ہے کہ تم اسلام لے آئیں۔ مگر ساتھ ہی ایک افسوس ہے۔

میرونہ نے جلدی سے دریافت کیا، افسوس کیا ہے؟

سعد: تمہارے بھائی قیطارس نے تم کو طلب کیا ہے۔

میرونہ: کیا کوئی قاصد آیا ہے؟

لبنیٰ اور میرونہ دونوں سعد کی طرف دیکھنے اور جواب کا انتظار کرنے لگیں۔ سعد نے جواب دیا۔ ہاں قاصد آیا ہے۔ وہ تمہارے صلہ میں دو مسلم قیدی چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔

میرونہ: قیدی کون ہیں؟

سعد: یہ معلوم نہیں اور کچھ روپے دینے کو بھی تیار ہے۔

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا پھر آپ کا ارادہ کیا ہے؟

سعد: میں کیا اور میرا ارادہ کیا؟

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا مگر میں آپ کا ارادہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔

سعد نے اس پری پیکر کی طرف دیکھ کر کہا میں دل سے تو یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم واپس نہ دی جاؤ۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا لیکن تمہارے سردار اعظم مجھے واپس کرنا چاہتے ہیں۔

سعد: نہیں واپس جانا یا نہ جانا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔

میرونہ: اگر میں نہ جانا چاہوں؟

سعد نے حیرت بھری نظروں سے اس بت طناز کو دیکھ کر کہا تب کوئی تم کو واپس نہیں بھیج سکتا۔

میرونہ نے جلدی سے کہا بس تو میں واپس جانا نہیں چاہتی۔

سعد اور سعد کے ساتھ لبنیٰ کو اس کے جواب سے بڑی مسرت ہوئی۔ سعد نے کہا کیا قاصد سے کہہ دیا جائے کہ شہزادی واپس جانے پر آمادہ نہیں ہے؟

میرونہ: ہاں کہہ دیجئے۔

سعد: شاید قاصد آپ کی زبان سے یہ الفاظ سننا چاہے۔

میرونہ: اسے بلا لیجئے۔ میں خود اس سے کہہ دوں گی۔

سعد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا تم بڑی مستقل مزاج دوشیزہ ہو۔ سعد واپس چلا گیا۔ لبنیٰ نے کہا میرونہ میں تو ڈر گئی تھی۔ اور مجھے اندیشہ ہو گیا تھا کہ مبادا تم واپس جانے پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔

میرونہ بیٹھ گئی۔ اس نے لبنیٰ کو بھی اپنے پاس بٹھا کر کہا "لبنیٰ! تو نہیں جانتی مجھے تم سے، مسلم عورتوں سے، مذہب اسلام سے، کس قدر محبت ہے۔ میں اب ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے جانے کے لئے تیار نہیں۔"

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا میں اس قابل نہیں لیکن خدا کی قسم تو ضرور اس قابل ہے۔ اس لئے کہ تو پھولوں کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک ہے۔

لبنیٰ نے دریافت کیا ایک بات دریافت کروں۔ سچ سچ بتانا!

میرونہ نے برق پاش تبسم کے ساتھ کہا "سچ سچ بتاؤں گی۔"

لبنیٰ! تم میرے بھائی کو کیا سمجھتی ہو؟

میرونہ نے ہنس کر کہا بہت برا۔

لبنیٰ نے بھولے پن سے کہا برے تو نہیں ہیں۔

میرونہ اس کے بھولے پن پہ لوٹ ہو گئی۔ سعد کا نام لے اس کے دل پر چرکا لگایا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔ مگر اس نے ضبط کر کے مسکراتے ہوئے کہا اس میں کیا خوبی ہے؟

لبنیٰ: نیک ہیں، بہادر ہیں، اور خوش وضع ہیں۔

میرونہ نے تو شوخی سے مسکرا کر کہا پھر مجھے کیا؟

لبنیٰ: تم اسے پسند بھی کرتی ہو۔

میرونہ نے لبنیٰ کو بھینچ کر سینہ سے لگاتے ہوئے کہا میں اپنی بہن کے بھائی کو کیوں پسند نہ کروں گی۔

لبنیٰ میرونہ کے گداز سینہ سے الگ ہی ہوئی تھی کہ سعد پھر خیمہ میں آیا۔ میرونہ نے اس کو دیکھا۔ اس کے دل میں نشتر سا لگا۔ سعد نے کہا سالارِ اعظم حضرت خالدؓ اور قاصد دونوں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرونہ بلا لیجئے۔

سعد نے لبنیٰ سے کہا لبنیٰ تم دوسری طرف چلی جاؤ۔

میرونہ نے پوچھا کیوں؟ سعد نے کہا مسلم عورتیں غیر مردوں کے سامنے نہیں آتیں۔

لبنیٰ چلی گئی۔ سعد خیمہ سے باہر گیا۔ میرونہ نے خالدؓ کو آج تک نہ دیکھا تھا۔ وہ اسلامی شیر کو دیکھنا چاہتی تھی۔ جس کا شہرہ اطراف عالم میں تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد خالدؓ، سعد اور قاصد خیمہ میں داخل ہوئے میرونہ نے خالدؓ کو دیکھا۔ وہ ان کی رعب دار صورت دیکھ کر مرعوب ہوگئی۔

یہ تینوں خیمہ میں بیٹھ گئے۔ خالدؓ نے کہا ”شہزادی صاحبہ! بیٹھ جاؤ میرونہ ان کے سامنے بیٹھ گئی خالدؓ نے پھر کہا شہزادی میں بہت خوش ہوا کہ تم مسلمان ہوگئی ہو۔ تمہارے بھائی نے تم کو واپس لینے کے لئے اس قاصد کو بھیجا ہے۔ بھائی سعد نے مجھ کو بتایا ہے کہ تم واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو۔ کیا یہی بات ہے؟“

میرونہ نے موسیقی نوا لہجہ میں کہا ”جی ہاں یہی بات ہے!“

خالدؓ: تم اپنے بھائی کے پاس کیوں جانا نہیں چاہتیں۔

میرونہ: اس لئے کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں۔

قاصد نے کہا ”شہزادی صاحبہ آپ کے بھائی آپ کے لئے بہت بے قرار ہیں۔ اگر ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں گی تو غم اور فکر ان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔“

یہ سن کر میرونہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس نے کہا مجھے اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت ہے وہ بھی مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں مگر جو مذہب میں نے اختیار کر لیا ہے اس کی محبت بھائی کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ بھائی سے میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ اب وہ مجھے بھول جائیں۔

قاصد، خالدؓ اور سعد، میرونہ کے اس جواب سے حیران رہ گئے۔

قاصد نے پھر کہا کیا تم غیر مذہب میں خوش ہو؟

میرونہ: ہاں میں خوش ہوں۔

قاصد: افسوس ہے کہ ایک مسیحی دوشیزہ مسلمان ہو کر مسلمانوں میں رہنا چاہتی ہے۔

میرونہ: افسوس نہ کرو۔

قاصد: شہزادی! مسلمان تم کو کنیز بنائیں گے تم پچھتاؤ گی!

میرونہ: میں مسلمانوں کی لونڈی بن کر ان میں رہوں گی!

قاصد: یہ کس قدر رذلت کی بات ہے۔

میرونہ: میرے لئے باعث عزت ہے۔

قاصد: کیا تم پر مسلمانوں نے جادو کر دیا ہے؟

میرونہ: مسلمان جادوگر نہیں ہوتے ہیں۔

قاصد: خیال کیجئے۔ آپ کے اس جواب سے آپ کے بھائی کو اور عام عیسائیوں کو آپ کی خدم کو کس قدر رنج ہوگا؟

میرونہ: ہونے دو۔

قاصد: شہزادی صاحبہ! عیسائی مسلمانوں پر فتحیاب ہوں گے۔ تم گرفتار ہو کر اپنے بھائی کے سامنے حاضر کی جاؤ گی۔ تم جانتی ہو وہ تم کو کیا سزا دیں گے؟

میرونہ: قتل کر ڈالیں گے۔ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔

قاصد: تم یہ طے کر چکی ہو کہ کسی طرح سے بھی اپنی خوشی سے عیسائیوں میں واپس نہ جاؤ گی؟

میرونہ: ہاں میں نے طے کر لیا ہے اور یاد رکھو عورت ایک بار جو کچھ طے کر لیتی ہے۔ زندگی بھر اس سے انحراف نہیں کرتی!

قاصد: آپ کی قسمت۔ مجھے آپ کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔

میرونہ: تم افسوس نہ کرو۔

قاصد نے حضرت خالدؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا مجھے مایوسی ہے۔ اب اجازت دیجئے!

خالدؓ: آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم نے شہزادی پر کوئی جبر نہیں کیا ہے۔ یاد رکھو ظلم اور جبر اور سختی سے کوئی اپنا مذہب نہیں بدل سکتا۔ اور نہ ہمارے مذہب میں سختی کرنا روا ہے!

قاصد: بے شک شہزادی خود مسلمان ہوئی ہے۔

قاصد سلام کر کے چلا گیا۔ خالدؓ نے میرونہ سے کہا شہزادی آج سے تو

میری بیٹی ہے۔ تم کسی طرح اپنا دل آزردہ نہ کرنا۔ جب تجھے کوئی بھی تکلیف ہو یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو مجھے کہلا بھیجنا میں اپنی بیٹی کی طرح امداد کروں گا۔

میرونہ نے کہا جب میں مسلمان ہو گئی ہوں تو آپ کی بیٹی کہلانے پر فخر کر سکتی ہوں۔ اب مسلمان ہی میرے باپ ہیں مسلمان ہی بھائی ہیں اور مسلمان عورتیں ہی ماں اور بہن ہیں۔

خالدؓ: انشاءاللہ! تم مسلمانوں میں رہ کر غمزدہ نہ ہو گی۔

یہ کہہ کر خالدؓ اور سعد اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں لبنیٰ آ گئی۔ لبنیٰ نے دریافت کیا۔ کیا قاصد گیا؟

میرونہ: ہاں گیا۔

لبنیٰ: کیا کیا باتیں ہوئیں؟

میرونہ اسے تمام گفتگو سنانے لگی۔

○○○

دسواں باب

اسیران محبت

میرونہ پر خواتین عرب کی ہم نشینی اور حور وش لبنیٰ کے خُلق نے ایسا اثر کیا کہ بالآخر وہ مسلمان ہوگئی۔ مسلمان بھی ایسی پختہ ہوئی کہ دولت کا لالچ، حکومت کا حرص، بھائی کی محبت اسے ڈگمگا نہ سکے۔ لبنیٰ اور سعد کو خیال ہوا کہ میرونہ قاصد کے ہمراہ واپس جانے پر آمادہ ہو جائے گی۔ لیکن ان کے انکار کرنے پر انہیں مسرت ہوئی۔

اگر شہزادی میرونہ مسلمان نہ ہوئی ہوتی اور قاصد دو مسلم قیدیوں کے صلہ میں اسے واپس لینا چاہتا تو میرونہ جانے پر آمادہ ہوتی یا نہ ہوتی۔ مگر اسے جانے پر مجبور کیا جاتا اور اس کے تبادلہ میں مسلم قیدیوں کو لے لیا جاتا۔ لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہوگئی تھی۔ اس لئے اب واپس جانا یا نہ جانا اس کے مرضی پر منحصر تھا۔ اب وہ جانا چاہے تو بھیج دیا جائے اور نہ جانے کا ارادہ ہو تو روک لی جاتی۔

شہزادی میرونہ نے باصرار جانے سے انکار کر دیا۔ اس لئے وہ روک

لی گئی۔ لبنیٰ جو حقیقت میں اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی اسے جدا کرنا نہ چاہتی تھی۔ اگرچہ اسے معلوم تھا کہ سعد کو میرونہ سے اور میرونہ کو سعد سے محبت ہوگئی ہے۔ اور وہ دونوں خود ہی ایک جگہ رہنے کے متمنی ہیں۔ لیکن اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ میرونہ ہمیشہ ہی اس کے پاس رہے۔ اس کی صرف ایک ہی سبیل اس کی سمجھ میں آئی۔ وہ یہ کہ میرونہ اس کے بھائی سعد سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے۔ اسے مسرت ہوئی کہ میرونہ اس کے بھائی کو پسند کرتی ہے۔ اب اسے سعد سے دریافت کرنا روا تھا۔ مگر وہ سعد سے چھوٹی تھی۔ اس سے پوچھتے ہوئے شرماتی تھی۔ پھر بھی اس نے رات کو بستر میں گھس کر اس معاملہ پر غور کرنا شروع کیا۔

کئی ایک تجویزیں سعد سے دریافت کرنے کی اس کے ذہن میں آئیں لیکن ہر تجویز کو اس نے خود ہی رد کر دیا۔ اسی غور و فکر میں غلطاں رہی اور اسے نیند نہ آئی۔

میرونہ اس کے قریب ہی بظاہر سو رہی تھی لیکن دراصل وہ آنکھیں بند کئے جاگ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ دیر بہت ہوگئی۔ اور لبنیٰ ابھی تک نہیں سوئی تو اس نے اس سے دریافت کیا لبنیٰ تم ابھی تک نہیں سوئیں۔

میرونہ کو فوراً خیال آیا کہ لبنیٰ ریاض کی اُلفت میں بے قرار ہے اس کی یاد کی خلش اسے سونے نہیں دیتی۔

لبنیٰ سمجھتی تھی کہ میرونہ سوگئی ہے۔ اب جو اسے معلوم ہوا کہ وہ جاگ رہی ہے۔ تو گھبرائی شرمائی۔ اس نے کہا ہاں ابھی تک نیند نہیں آئی۔ کیا تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ یا تم ابھی تک سوئی نہیں؟

میرونہ نے کہا تم کو جاگتے دیکھ کر مجھے بھی نیند نہیں آئی۔ لبنیٰ میں تمہارے نہ سونے اور کروٹیں بدلنے کی وجہ سمجھتی ہوں کہ تم کو اس نوجوان کی یاد نے بے قرار کر رکھا ہے جسے تم چاہتی ہو۔ تم پریشان نہ ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ اسے آزاد کراؤں گی سنو میں کل رہا کرانے کے لئے روانہ ہو جاؤں گی میرا ارادہ کل دن چھپے جانے کا ہے۔

لبنیٰ نے شرمائے ہوئے لہجہ میں کہا ''شہزادی صاحبہ! میں اس وقت اور ہی خیال میں مستغرق ہوں!''

میرونہ: کس خیال میں ہو۔

لبنیٰ: میں سوچ رہی ہوں۔ کوئی ایسی تدبیر ہو جس سے تم اور میں ہمیشہ ایک ہی جگہ رہیں۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا یہ تو بہت آسان ہے۔

لبنیٰ نے بھولی صورت بنا کر پوچھا، کس طرح۔

میرونہ نے ہنس کر کہا تم مجھ سے اپنا بیاہ کرلو۔

لبنیٰ شرما کر مسکرانے لگی۔ میرونہ نے پوچھا کہئے منظور ہے؟

لبنیٰ نے متانت سے کہا میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔

میرونہ: کیا۔

لبنیٰ: تم بھائی جان سے شادی کرلو۔

میرونہ کے دل پر چرکا سا لگا۔ محبت کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ لبنیٰ نے پوچھا: کہئے تیار ہو؟

میرونہ نے ازخود وارفتگی سے کہا اگر وہ (سعد) آمادہ نہ ہوں۔

لبنیٰ: وہ آمادہ ہو جائیں گے۔

میرونہ نے اشتیاق آمیز نظروں سے دریافت کیا۔ کیا کچھ ذکر آیا تھا؟ اس کا جواب سننے کے لئے اس کا دل سخت بے قرار تھا۔ لبنیٰ نے کہا نہیں۔

میرونہ پر مایوسی چھا گئی۔ اس نے زیر لب خفیف آہ کی لبنیٰ نے اس آہ کی آواز سنی۔ لبنیٰ نے پھر دریافت کیا۔ بتاؤ، میرونہ تم کو منظور ہے؟

میرونہ نے کہا پہلے تم اپنے بھائی جان سے دریافت کرلو۔

لبنیٰ: پہلے تم بتاؤ۔

میرونہ: لبنیٰ یہ بات میرے بتانے کی نہیں ہے۔

لبنیٰ: واہ اور کون بتائے گا۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا یہ تم بتاؤ گی۔

لبنیٰ نے بھولے پن سے حیرت بھری نظروں سے میرونہ کو دیکھ کر کہا میں بتاؤں گی۔

میرونہ: ہاں تم۔

لبنیٰ نے انتہائی بھولے پن سے کہا مگر شادی تمہیں کرنا ہے۔

میرونہ اس کے بھولے پن پر مرمٹی۔ اس نے کہا لبنیٰ تو بڑی سیدھی ہے۔

لبنیٰ: میرونہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو اقرار کرلو۔

میرونہ: اقرار کرلیا۔

لبنیٰ: تم بھائی جان سے شادی کرلوگی۔

میرونہ نے شرمیلے لہجے میں مسکرا کر کہا ہاں میں اپنی پری زاد بہن کے بھائی سے شادی کرلوں گی۔

لبنیٰ نے اطمینان کا دم لے کر نہایت سادگی کے لہجہ میں کہا اب ایک فکر تو دور ہوئی۔

میرونہ: اور کیا فکر رہ گئی؟

لبنیٰ: بھائی جان کو آمادہ کرنا۔

میرونہ کے دل پر پھر نشتر سا لگا۔ اس نے اپنے نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا انہیں کیسے آمادہ کرو گی۔

لبنیٰ: اسی فکر میں ہوں۔

میرونہ: جب وہ تم سے ملنے آئیں ان سے تذکرہ کرنا۔

لبنیٰ: میں ان سے ایسی بات کرتے ہوئے شرماتی ہوں۔

میرونہ: پھر کیسے ہوگا؟

لبنیٰ: تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ۔

میرونہ: اب سو جاؤ۔ صبح کوئی تدبیر سوچیں گے۔

لبنیٰ نے کہا اچھا اور کروٹ لے کر سو گئی۔ چوں کہ رات زیادہ آ گئی تھی اور ان دونوں کی بے چینی بھی قدرے دور ہو گئی تھی۔ اس لئے تھوڑی ہی دیر میں دونوں سو گئیں۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔

دونوں کلمہ پڑھ کر اٹھیں۔ حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر کے نماز پڑھنے چلی گئیں جب وہ نماز پڑھ کر واپس آئیں تو انہوں نے عیسائیوں کے لشکر میں طبل جنگ بجتے سنا۔

میرونہ نے کہا شاید مسیحی آج لڑنا چاہتے ہیں۔

لبنیٰ نے کہا طبل جنگ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ آؤ، ذرا خیمہ سے

باہر جھانک کر دیکھیں کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں۔

دونوں خیمہ کا پردہ اٹھا کر جھانکنے لگیں مسلمان مسلح ہو کر میدان کارزار کی طرف جا رہے تھے لبنیٰ نے کہا ضرور جنگ ہو گی۔ جب آفتاب کی پہلی شعاع چمکی تو ان دونوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر میدان کارزار میں پہنچ کر صف بستہ ہو گیا ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر خیمہ میں چلی گئیں ابھی وہ بیٹھی نہ تھیں کہ خولہؓ خیمہ میں آئیں انہوں نے کہا آج جنگ ہو گی۔ تمام عورتیں خیموں سے باہر جا رہی ہیں۔ تم دونوں بھی چلو لبنیٰ جانتی تھی کہ جنگ کے دن عورتوں کو کیا کرنا ہوتا ہے۔ اس نے ایک چادر اٹھا کر اپنے جسم سے لپیٹی ایک رومال سے اپنا چہرہ اس طرح چھپا لیا کہ بجز آنکھوں کے اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ اب اس نے ایک چادر میرونہ کو دی اور اسے بھی اچھی طرح لپیٹنے کو کہا۔

میرونہ عیسائی لڑکی تھی۔ اسے عورتوں اور مردوں میں جانے کی اجازت تھی مگر اب وہ مسلمان ہو گئی تھی اس لئے جس طرح مسلمان لڑکیاں پردہ کرتی تھیں اسی طرح اسے بھی کرنا پڑا۔

اس نے بھی چادر اپنے جسم پر لبنیٰ کی طرح سے لپیٹ لی۔ اب یہ دونوں خیموں سے باہر آ کر اس جگہ پہنچیں جہاں مسلم خواتین اسی حلیہ میں بیٹھی تھیں۔

یہ تینوں بھی ان کے پاس جا بیٹھیں ایک اسلامی دستہ عورتوں کی حفاظت کے لئے ان سے کسی قدر فاصلے پر زیاد بن ابی سفیان کی ماتحتی میں کھڑا تھا۔ یہ وہی دن تھا جس دن پطرس نہایت ہی شان وعظمت کے ساتھ

مسلمانوں کو پیس ڈالنے کے لئے میدان کارزار میں آیا تھا۔ اسی دن ریاض اور اسود رہا ہو کر مسلمانوں میں آ ملے تھے۔

اس جنگ کا حال ہم باب ہائے ماسبق میں بیان کر چکے ہیں۔ تمام عورتیں، سارا دن بیٹھی رہیں۔ جب آفتاب چھپ گیا تو جنگ بند کر دی گئی۔ مجاہدین اسلام واپس آنے لگے تو عورتیں اپنے خیموں پر گئیں۔ شہزادی میرونہ اور لبنیٰ بھی چلی آئیں۔

چونکہ یہ تھک گئی تھیں۔ اس لئے آتے ہی کھانا کھا کر اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئیں اور علی الصباح اذان کے وقت بیدار ہوئیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھیں۔ آج مسیحی میدان کارزار میں نہ آئے۔

مسلمان بھی آرام کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت خولہؓ آئیں۔ انھوں نے لبنیٰ سے پوچھا۔ بھائی سعد کہاں ہیں؟

لبنیٰ نے جواب دیا اپنے خیمے میں ہوں گے۔

خولہؓ: میں نے سُنا ہے۔ بھائی ریاض آ گئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔

لبنیٰ نے حیرت اور مسرت بھری نظروں سے خولہ کی طرف دیکھ کر از خود وارفتگی کے انداز میں کہا ریاض آ گئے۔

پری پیکر لبنیٰ یہ کہتے ہی شرما گئی۔ خولہؓ نے کہا ہاں آ گئے۔ بھائی صاحب (ضرارؓ) نے انہیں سعد کے ہمراہ دیکھا تھا۔

غمزدہ لبنیٰ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ شہزادی میرونہ کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ سعدؓ خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ خولہؓ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ حضرت خولہ نے آنچل کا پلو منہ پر ڈال کر کہا بھائی صاحب آ جایئے میں

آپ سے ایک بات دریافت کرنے آئی تھی۔

شہزادی میرونہ کی بے حجابی پر مسلم لڑکیوں کا حجاب اچھا معلوم ہوا۔

سعد لوٹا، اس نے کہا آپ کو کیا دریافت کرنا ہے۔

خولہؓ: کیا ریاض بھائی آ گئے ہیں؟

اگرچہ لبنیٰ شرماتی تھی۔ مگر اس کے دل کو لگی تھی۔ اس نے جواب کے لئے سعد کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنا شروع کیا۔ شہزادی میرونہ اور حضرت خولہ بھی دیکھنے لگیں۔ سعد نے کہا، ہاں آ گئے۔

لبنیٰ کے لئے یہ جواب نوید مسیحائی تھا وہ کمال مسرور ہوئی ایسی خوشی اور مسرت کا اظہار اس کے خنداں چہرے سے ہونے لگا۔ افسردہ چہرے پر تر و تازگی آ کر دلفریب چمک آ گئی۔

آنکھوں میں مسرت نے بجلی کی لہر دوڑا دی۔ وہ شعلۂ نور معلوم ہونے لگی۔ شہزادی میرونہ بھی بہت خوش ہوئی حضرت خولہؓ نے کہا خدا کا شکر ہے تمام عورتیں ریاض کی رہائی کے لئے دست بدعا تھیں۔ میں جا کر تمام عورتوں کو خوشخبری سنا دوں۔

حضرت خولہؓ چلی گئیں، شہزادی میرونہ نے دریافت کیا بھائی ریاض کیسے رہا ہو گئے۔ سعد نے اس سیم وتن کو دیکھ کر کہا عجیب طریقہ پر "بس یہ سمجھ لیجئے کہ خدا نے ہی امداد کی۔"

شہزادی میرونہ نے شوق سے مسکراتے ہوئے کہا آخر کیسے؟

سعد بیٹھ گئے۔ دونوں ہی پری زاد لڑکیاں جوان کے استقبال کے لئے کھڑی ہو گئی تھیں۔ بیٹھ گئیں۔ اب سعد نے وہ تمام کیفیت من عن بیان

کرنا شروع کر دی جس طرح اسود نے ریاض کو رہا کرایا اور وہ دونوں آزاد ہو کر مسلمانوں میں پہنچے۔

شہزادی میرونہ نے کہا اسود بڑا ہی وفادار اور جاں نثار ہے۔

سعد: بے شک اس نے کمال کر دیا۔

میرونہ: یہ سب خدا کی مہربانی ہے۔

سعد: یہی بات ہے۔

میرونہ: اب بھائی ریاض کہاں ہیں۔

سعد: میرے ہمراہ آئے ہیں۔

میرونہ: انہیں بلا لیجئے۔

سعد: کیا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو۔

میرونہ تو نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ البتہ وہ لبنیٰ کو دکھانا چاہتی تھی۔ اس نے کہا میں نے تو اسے دیکھا ہے۔ شاید وہ مجھے پہچانتے نہ ہوں۔

سعد: وہ تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ رات میں نے انہیں بتایا تھا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو۔ وہ اس خبر کو سن کر بہت مسرور ہوئے۔

لبنیٰ اسے دیکھنا چاہتی تھی جس کی فریاد نے اسے بے قرار کر رکھا تھا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ عیسائیوں کی قید سے چھوٹ کر آیا تھا لیکن وہ کسی طرح بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کسی پر نہ کر سکتی تھی۔

سعد نے کہا اچھا میں بلاتا ہوں، انہیں۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ لبنیٰ کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔ اس کی نہ صرف آنکھیں بلکہ ہر سوئے تن ریاض کو دیکھنے کی تیاری

کرنے لگا۔ شہزادی نے شوخی سے مسکرا کر کہا تم شرما رہی ہو۔ دیکھو گی کیسے؟
لبنیٰ اور بھی شرما گئی۔ اس کا نازک سر جھک گیا۔

اب سعد اور ریاض خیمہ میں داخل ہوئے۔ ریاض نے پہلے میرونہ اور پھر حسن و جمال کی تصویر لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ نے بھی آہستہ سے اپنا سر اٹھا کر ڈرتے ڈرتے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھا آنکھیں چار ہوئیں۔ تو دونوں کے دلوں میں محبت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ دونوں کی آنکھوں سے انتہائی محبت کا اظہار ہونے لگا۔ شہزادی میرونہ نے ان سرشارانِ محبت کی یہ کیفیت دیکھی چونکہ وہ بھی اسیر محبت تھی جسے وہ پیار کرتی تھی۔ وہ بھی سامنے تھا اس لئے اس نے بھی ایک نئے لطف کا احساس کیا سعدؓ نے کہا میرونہ یہ تم سے ملنے آئے ہیں۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ بڑی مہربانی کی۔

ریاض اور اسود دونوں بیٹھ گئے۔ ریاض نے شہزادی میرونہ سے کہا مجھے بے حد مسرت ہوئی کہ تم مسلمان ہو گئی ہو۔

میرونہ: لیکن تمہاری رہائی سے جو مسرت مجھے محسوس ہوئی ہے تم اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

ریاض: شاید اس خوشی کی کوئی خاص وجہ ہے۔

شہزادی میرونہ نے جلدی سے کہا بالکل خاص۔

ریاض: کیا میں اس وجہ کو معلوم کر سکتا ہوں۔

میرونہ: ابھی نہیں۔

سعد نے کہا اگر میری وجہ تم نہیں بتانا چاہتیں تو میں چلا جاؤں۔ شہزادی

میرونہ نے لگاوٹ آمیز مسکراہٹ سے کہا آپ بیٹھے رہیے آپ کی موجودگی
خارج نہیں ہے۔

سعدؓ نے اس حور جمال کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا جب کہ کی
موجودگی خارج ہے تو بتانے میں کیوں حجت ہے۔

اگرچہ شہزادی میرونہ شوخ چشم تھی لیکن سعد کی محبت پاش نظروں کو
دیکھ کر شرما گئی۔ ہوشربا آنکھیں بارحیا سے اوپر نہ اٹھتی تھیں۔ شوخی کی جگہ حیا
نے لے لی تھی۔

شرمائی ہوئی آنکھیں شرمایا ہوا چہرہ نہایت ہی پیارا معلوم ہو رہا تھا۔
سعد ہمہ تن متوجہ ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

حوروش لبنیٰ نے بھی اس حیا کی پتلی کو دیکھ کر صاعقہ پاش خفیف تبسم
کے ساتھ اس سے کہا ہائے تم شرما رہی ہو۔ آخر کیوں؟

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا شرم دوشیزہ کا زیور ہے۔

سعد، ریاض اور لبنیٰ نے شہزادی میرونہ کی گفتگو نہ سنی تھی۔ کیونکہ
دونوں نے نہایت آہستگی سے باتیں کیں تھیں۔

ریاض گاہے بگاہے آنکھیں چرا کر نور کی پتلی لبنیٰ کو بھی دیکھ لیتا تھا لبنیٰ
کی ہوشربا آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ ان کے چاند سے زیادہ روشن
چہرے سے انتہائی بھولا پن ٹپک رہا تھا۔

اگرچہ وہ کسی قسم کا بھی زیور نہ پہنے ہوئے تھی۔ صرف کانوں میں
طلائی جھمکے تھے۔ جو کہ اس ہلنے جلنے پر کبھی کبھی اس کے گورے گورے
گالوں کو چوم لیتے تھے۔ لیکن اس سادگی میں بھی وہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔

گویا سادگی ہی اس کا زیور تھا۔

سچ یہ ہے کہ حسن زیور یا کپڑے کا محتاج نہیں ہے۔ میلے کپڑے اور
بغیر زیورات کے بھی وہ پھوٹ نکلتا ہے لبنیٰ حسن و جمال کی مجسم تصویر تھی۔
سادہ لباس میں سادہ طریقہ پر رہتی تھی۔ اس سادگی میں وہ حور جمال معلوم
ہوتی تھی۔ اس وقت خیمہ کے اندر چار آدمی تھے اور چاروں اپنے اپنے
خیال میں مستغرق تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شہزادی میرونہ نے پوچھا غالباً
آپ تو اپنے خیمے میں مقیم ہوں گے۔

ریاض چونکا وہ آہستہ آہستہ حسن کی گہرائیوں سے نکلا، سنبھلا لیکن اس
نے سوال نہ سنا تھا۔ اس لئے جواب کیا دیتا میرونہ کا منہ تکنے لگا۔ سعد نے
اس کا سوال سن لیا۔ اس نے کہا یہ ایک دفعہ مجھے دھوکہ دے کر چلے گئے
تھے۔ اس لئے انہیں میں نے اپنے پاس ٹھہرا لیا ہے۔

میرونہ: لیکن یہ آپ کے دوست ہیں۔ ایک دوست اپنے دوست
کو دھوکہ نہیں دے سکتا ہے۔

سعد: بے شک یہ میرے دوست ہیں انہوں نے مجھے دھوکہ نہیں دیا۔
بلکہ خود دھوکہ کھایا ہے۔

میرونہ: یہ عجیب بات ہے۔

سعد: بالکل عجیب! شاید یہ تنہائی میں اپنی رام کہانی سنا دیں۔

میرونہ: تنہائی کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی سنا دیں۔

سعد: شاید یہ بھی آپ کی طرح اب نہ سنا سکیں۔

شہزادی میرونہ نے ریاض سے دریافت کیا۔ کیوں

بات ہے ریاض نے کہا انہیں مذاق کرنے کی عادت ہے۔ مذاق کرنے دیجئے آپ ان کی باتوں میں نہ آئے۔

سعد: گویا میں غلط کہہ رہا ہوں۔

ریاض: آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس طرح سے کسی کو نامجوب کرنے سے کیا فائدہ؟

سعد: غلطی ہوگئی۔ معاف کیجئے۔

شہزادی میرونہ کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ اس نے ہنس کر کہا آپ دونوں صاحب معمہ ہیں خدا جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہی نے کچھ تذکرہ کیا اور آپ نے ہی معافی مانگ لی۔

سعد نے کہا اس تذکرہ کو رہنے دو۔ اس سے میرے دوست کو تکلیف ہوتی ہے۔

شہزادی میرونہ نے کہا بہتر ہے پھر کچھ اور تذکرہ کیجئے۔

سعد نے کہا ہمیں اس وقت سالار اعظم کی خدمت میں جانا ہے۔ پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔

شہزادی میرونہ خاموش ہوگئی۔ سعد اور ریاض اٹھ کر خیمہ سے باہر چلے گئے۔

OOO

گیارہواں باب

عیسائیوں کی حیرت

اگرچہ عیسائیوں کو شکست نہ ہوئی تھی۔ لیکن ان کا نقصان زیادہ ہوگیا۔ پندرہ ہزار پیادے اور زنگی مارے گئے تھے۔ بارہ ہزار چھوٹے بڑے افسر کام آئے تھے۔ فواد کی کچھ تعداد قتل ہوگئی تھی۔ کچھ اپنے ہونٹوں میں سے حلقے نکال نکال کر بھاگ گئے تھے۔ بہت تھوڑے آدمی باقی رہ گئے تھے۔

تین صد کے قریب ہاتھی بھی ناکارہ ہوگئے تھے۔ اس سے ان کی ہمت ٹوٹنے لگی تھی اگرچہ اب بھی ان کی تعداد ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ لیکن گذشتہ لڑائیوں کے تجربہ نے انہیں بتادیا تھا کہ مسلمان موم کے نہیں ہیں۔ وہ آسانی سے نہیں پگھلے جاسکتے۔

اس لئے انہیں فکر و پریشانی نے آن دبایا تھا۔ جوں توں کر کے رات بسر کی سارے لشکر کو امید تھی کہ صبح ہی پھر جنگ ہوگی۔ مگر ان کے قائد اعظم بطرس نے انہیں مسلح ہونے کا حکم نہ دیا۔ اس سے تمام لشکر مسرور رہا۔

کل کی جنگ میں جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کی مرہم پٹی ہونے لگی۔

جب آفتاب بلند ہو گیا تو پطرس نے اپنے خیمے میں سبھی ملوک کو طلب کیا۔

سب لوگوں کے آنے پر اس نے کہا۔

عیسائی دلیروں نے مسلمانوں کا تھوڑا لشکر دیکھ کر یہ سمجھا کہ انہیں کیڑوں کی طرح مسل دیا جائے گا۔ اور ہمارے لشکر کا سیلاب انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا دے گا۔ ہاتھی انہیں پامال کر دیں گے۔ زنگی مار ڈالیں گے گھوڑے کچل دیں گے لیکن دو روز کی جنگ نے ساری امید توڑ دی، پچھلی جنگ کو جانے دو، کل کی لڑائی میں ہم نے بیشمار بہادروں، سرداروں اور ملوکوں کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے۔

ہر مسلمان دیکھنے میں نحیف الجثہ، کمزور اور بے حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ مگر لڑائی کے وقت قوی ہیکل خونخوار شیر اور خوفناک جن بن جاتا ہے۔

اگر مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے تو صلح نہیں کرتے۔ لڑائی میں کامیابی کی امید نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں جس سے کہ یہ بلا ٹلے۔ تمام ملوک اور بڑے بڑے سرداروں نے پطرس کی گفتگو سنی۔

پطرس نے جو کچھ کہا تھا۔ سب ان باتوں سے آشنا تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ سب خاموش سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پطرس نے پھر کہا۔

سب مل کر کوئی ایسی ترکیب سوچیں جس سے مسلمانوں کو مار ڈالا جائے مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ آخر ہم کیوں کامیاب نہیں ہوتے ہماری تعداد زیادہ ہے ہم پورے طور پر مسلح ہیں۔ قوی الجثہ ہیں۔ مسلمان کم ہیں کمزور ہیں۔ پوری

طرح مسلح بھی نہیں ہیں پھر تم کیوں نہیں ان کو قتل کر سکتے ہیں۔ اور کیوں ان پر کامیاب نہیں ہوئے۔

ایک پادری کھڑا ہوا اور اس نے کہا عیسائی عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں۔ آرام طلبی نے ان کے جوہر شجاعت کو سلب کر لیا ہے۔ عیسائیوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا، خدا کو چھوڑ دیا، خداوند حضرت عیسیٰ کو چھوڑ دیا، خدا اور خداوند نے انہیں چھوڑ دیا، فتح خدا کی طرف سے ہوتی ہے جب خدا ہی ناراض ہے تو فتح کیسے ملے؟

پطرس: مقدس باپ یہ سچ ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ خطاوار ہیں مگر خدا اور خداوند کو ناراض ہو کر ہم پر ایسی قوم کو مسلط نہ کرنا چاہیے۔ جو عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کی آرزومند ہے۔

پادری: ہماری بداعمالی رنگ لا رہی ہے۔ ہم خدا اور خداوند سے جو اقرار کرتے ہیں اسے پورا نہیں کرتے۔

پطرس نے پادری کو دیکھ کر کہا اقرار....؟ کیا کوئی ایسا اقرار کیا گیا ہے۔ جو آج تک پورا نہیں کیا گیا۔

پطرس: وہ اقرار یاد دلاؤ گے۔

پادری: جو مسلمان قید ہے اسے قربان گاہ پر نذر چڑھانے کا حکم دیا گیا تھا لیکن پطرس نے قطع کلام کر کے کہا بے شک اس کی ابھی قربانی نہیں کی گئی لیکن سیاسی مصلحتوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔

پادری: یہ خدا کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے۔

پطرس: توبہ کیجئے! خدا کے ساتھ کوئی انسان مذاق نہیں کر سکتا۔ آپ کو معلوم

ہے کہ الضبا کی شہزادی مسلمانوں میں قید ہوگئی ہے۔ اس لئے یہ اندیشہ ہوا کہ
اگر ہم اس مسلمان کو قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیں گے۔ تو مسلمان اس شہزادی کو
مار ڈالیں گے۔

پادری: لیکن سنا ہے کہ وہ شہزادی مسلمان ہوگئی ہے۔

پطرس: یہ سچ ہے۔ جو قاصد شہزادی کو لانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔
اس کا بیان ہے شہزادی نے عیسائیوں میں آنے سے انکار کر دیا ہے۔

پادری: اب اس مسلمان کی قربانی میں کیا توقف ہے؟

پطرس: کچھ نہیں۔

پادری: بس تو پہلے آپ اسے بلا کر ذبح کرائیے پھر مشورہ کیجئے۔

پطرس: مناسب ہے۔

پطرس نے ایک افسر کو اشارہ کیا وہ روانہ ہوا۔ یہ لوگ گزشتہ لڑائی پر
تبصرہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد افسر واپس آیا۔ پطرس نے پوچھا۔ کیا
قیدی خیمہ کے باہر آ گیا؟

افسر نے جواب دیا، حضور نہیں۔

پطرس: کیا وہ بیمار ہے۔ کیا اس میں چلنے کی طاقت نہیں ہے؟

افسر: عالیجاہ یہ بات نہیں۔

پطرس: پھر کیا بات ہے۔

افسر: قیدی فرار ہوگیا۔

پطرس اور پطرس کے ساتھ ہی تمام ملوک اور پادریوں نے پہلے افسر اور
پھر ایک دوسرے کو حیرت انگیز نظروں سے دیکھا ابھی ان کی حیرت دور نہ

ہوئی تھی کہ ایک سپہ سالار آیا وہ شاہی سلام کر کے سب کے پیچھے ایک کرسی پر
جا بیٹھا۔ جب ان لوگوں کی حیرت دور ہوئی تو پطرس نے دریافت کیا۔ قیدی
کیسے فرار ہو گیا۔

افسر: یہ کسی کو علم نہیں۔

پطرس: اور دوسرا قیدی؟

افسر: وہ بھی بھاگ گیا۔

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ریاض اور اسود کا تذکرہ تھا۔ پطرس
نے پوچھا: کیا پہرہ تھا؟

افسر: دو سپاہی پہرہ پر تھے۔

پطرس نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ ان دونوں نے انہیں نہ
روکا۔

افسر: ان دونوں غریبوں کو مار ڈالا گیا۔

پطرس: اور بھی تعجب ہے۔ ان کی زنجیریں کس نے کھولیں؟

افسر: خدا ہی جانے وہ زنجیریں خیمہ کے ایک کونہ میں پڑی ہوئی ملیں
اور پہریدار خیمے کے اندر مردہ پائے گئے۔ مفرور قیدی انہیں اپنے کپڑے
پہنا گئے۔ اور ان کے کپڑے خود پہن کر فرار ہوگئے۔

پطرس: کمال حیرت کی بات ہے ان کمبخت مسلمانوں کو انسان کون کہہ
سکتا ہے۔ اتنے عظیم الشان لشکر میں زنجیریں کھول کر پہرہ والوں کو قتل
کر کے بھاگ جانا معمولی بات نہیں ہے۔

علیف: بڑی حیرت انگیز بات ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کم بختوں

نے زنجیریں کیسے کھولیں۔

مکسوح: حیرت پر حیرت ہے۔ یا تو خود مسلمان جن ہیں یا جن ان کے تابع ہیں۔

اب وہ افسر کھڑا ہوا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے آ کر کرسی پر بیٹھا تھا اس نے کہا عالیجاہ یہ غالباً ان مسلمانوں کا تذکرہ ہے جو کل بھاگے ہیں۔

پطرس: ہاں ان کا ہی تذکرہ ہے کیا تم کو ان کا کچھ حال معلوم ہے۔

سپہ سالار: حضور والا معلوم ہوا ہے کہ وہ کمبخت ہمارے رسالے میں شامل ہو گئے۔ چوں کہ انہوں نے ہمارے ہی سواروں جیسے کپڑے پہن لئے تھے۔ اس لئے وہ شناخت نہ ہو سکے۔ جس رسالے میں وہ شامل ہوئے تھے۔ جب اس کے افسر نے انہیں نہتے دیکھ کر ان کے ہتھیاروں کے متعلق دریافت کیا تو ان کم بختوں نے اپنے قریب والے سواروں سے ہتھیار چھین کر اچانک افسر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ کچھ دیر سوار حیرت میں رہے۔ وہ معاملہ کی نوعیت نہ سمجھے جب وہ بھاگے تو معلوم ہوا کہ دونوں مسلمان ہیں۔ ایک دستہ نے ان کا تعاقب کر کے انہیں جا لیا اور ہر چہار طرف سے انہیں گھیر ا قتل کرنا چاہا۔ شاید آپ لوگ تعجب کریں گے۔ لیکن یہ امر واقع ہے کہ انہوں نے بہت سے سواروں کو مار ڈالا۔ آخر ان کی مدد پہنچ گئی اور کچھ مسلمان ان کی مدد کو آ گئے۔ شام تک وہ اسی جگہ لڑتے رہے جب دونوں لشکر واپس ہوئے تو وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ ہی چلے گئے۔

سب لوگ نہایت حیرت سے اس قصے کو سن رہے تھے۔ جب سپہ سالار سب کچھ بیان کر چکا۔ تب پطرس نے کہا کمال حیرت کی بات ہے کوئی شبہ نہیں

ہے کہ یہ مسلمان انسان نہیں ہیں۔ ان کے کارنامے حیرت و تہلکہ آمیزی میں ڈال دیتے ہیں اب سوچئے غور کیجئے۔ اور بتائیے کہ کیا تدبیر کریں جس سے ہم فتحیاب ہوں۔

سب کے سب غور و خوض کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں سر اٹھا کر مکسوح نے کہا ایک تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔

تمام لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ پطرس نے دریافت کیا فرمائیے۔

مکسوح: ایک دستہ فوج کا رات کی تاریکی میں لے جا کر پہاڑی پر چھپا دیا جائے صبح میں جب جنگ شروع ہو جائے تو وہ دستہ پہاڑی کے اوپر سے اتر کر مسلمانوں کی عورتوں پر یورش کر کے انہیں گرفتار کر لے۔ ادھر جب مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو گی تو اہل و عیال کی محبت ان کو پریشان کر دے گی اور وہ عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے دوڑ پڑیں گے۔ اس وقت ہم انہیں منتشر کر کے مغلوم کر لیں گے۔

تمام لوگ اس تجویز کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ پطرس نے مسرت سے اچھل کر کہا نہایت اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ قیطارس نے کہا یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اور اس طرح میرونہ بھی ہمارے قبضہ میں آ جائے گی۔

پطرس: اور عرب کا چاند بھی۔

علیف: اجی تمام عربی عورتوں پر ہمارا قبضہ ہے۔

پطرس: اچھا کون اس مہم پر جانے کے لئے آمادہ ہے۔

مکسوح: جسے آپ حکم دیں۔

اس حکم کے لئے آپ ہی موزوں ہیں۔

مسکوح میں تیار ہوں لیکن بھائی قیطارس بھی چلیں تو اچھا ہے۔

قیطارس: میں ضرور چلوں گا۔ اگر آپ نہ کہتے تو میں خود آپ سے کہتا۔

پطرس: تم دونوں دس ہزار آزمودہ کاروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مگر یہ کسی کو نہ بتانا کہ اس لشکر کو کہاں جانا ہے۔ تمام لشکر میں اسلامی جاسوس پھر رہے ہیں۔ سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

مکسوح: میں انتہائی احتیاط کروں گا۔

پطرس: تم دو ہزار زنگی اور آٹھ ہزار اہل بجاوۃ کو لے جانا۔

مکسوح: ایسا ہی کروں گا۔

پطرس: کل عام حملہ ہو۔ آخری اور فیصلہ کن جنگ ہو۔

سب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ اس قرار داد کے بعد مجلس شوری برخاست ہوگئی۔ تمام لشکر کو اگلے دن حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہر شخص اپنے اپنے ہتھیاروں کو صیقل کرنے لگا۔ جب آفتاب عالم تاب غروب ہوگیا۔ اور رات کی سیاہی پردۂ ظلمات کو لے کر کائنات پر چھا گئی تو مسکوح اور قیطارس دس ہزار زنگی اور اہل بجاوۃ کو لے کر دشوار کی جانب چلے۔ لوگ سمجھے کہ مکسوح واپس جا رہے ہیں۔ وہ کئی میل کا چکر کاٹ کر پہاڑی میں غائب ہوگیا۔

○○○

بارہواں باب

گرفتاری

دوسرے دن جب کہ شب ظلمات کی سیاہی دور ہونے لگی۔ دن کو جگمگانے والے آفتاب کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا۔ اور مشرق کی طرف سے روشنی نمودار ہوئی۔ صبح کی آمد کے پیغامبر طیور چہچہانے لگے تو عیسائی اٹھ کر ضروریات سے فراغت پا کر میدان کارزار کی طرف جانے لگے چونکہ عظیم الشان لشکر تھا۔ گھنٹوں، سپاہیوں اور سواروں کی روانگی کا تانتا لگا رہتا تھا۔ اس لئے آفتاب کے طلوع ہونے تک برابر لشکر روانہ ہوتا رہا۔

جب ان کا آخری سپاہی بھی میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ تو انہوں نے صف بندی کر کے طبل جنگ بجایا۔ قومی نعرے لگوائے ان تہلکہ آمیز آوازوں سے فضا تھرا گئی۔ میدان گونج اٹھا۔ زمین ہلنے لگی۔ ادھر مسلمانوں نے طبل جنگ سنتے ہی میدان کارزار میں آ کر صف بستہ ہونا شروع کر دیا۔ گویا بہت جلد انہوں نے صفیں قائم کیں میمنہ میسرہ اور قلب میں لشکر متعین کیا۔

مسلمان ہمیشہ اپنی جائے قیام سے چار فرلانگ آگے بڑھ کر صف بستہ

ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا آج بھی انہوں نے حسب معمول کیا۔ اور آج رافع کو پانچ صد مسلمانوں کی معیت میں عربی خواتین کی حفاظت یا نگرانی کے لئے چھوڑا گیا تھا۔

عیسائی لشکر نہایت نظم و نسق کے ساتھ آہستہ آہستہ اسلامی لشکر کی طرف بڑھا۔ وہ ایک میل کے فاصلے پر آ گیا۔ تو شیران اسلام نے دیکھا کہ آج بھی مشرق سے مغرب تک تمام میدان کارزار عیسائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے آ رہے تھے جیسے سمندر لہریں لیتا ہوا آ رہا ہو۔ ان کی شاندار آمد کو دیکھ کر ہر شخص کے دل پر ہول طاری تھا۔ تقریباً چار فرلانگ اور چل کر عیسائی رک گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔

شیران اسلام نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ خالدؓ، عمرو بن العاصؓ، ضرارؓ، سعدؓ، ریاضؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ، عبداللہؓ بن عمر خطابؓ، فضلؓ بن عباس، زیادؓ بن سفیان قلب لشکر میں پاس کھڑے تھے۔ حضرت خالدؓ نے کہا آج عیسائی لشکر کو آگے بڑھانا نہیں چاہتے۔

ضرارؓ نے کہا وہ کوئی فریب دینا چاہتے ہیں۔

ریاض نے جوش میں آ کر کہا خدا ان کے فریب کو ان ہی پر الٹے گا۔

تھوڑی دیر تک مسلمانوں نے عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار کیا۔ مگر عیسائی لشکر بدستور کھڑا رہا۔ وہ بڑھنا نہ چاہتا تھا۔ دراصل عیسائی مسلمانوں کو ان کی عورتوں سے فاصلے پر لانا چاہتے تھے۔

خالدؓ نے کہا ہم کب تک ان کے بڑھنے کا انتظار کریں۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا اب انتظار فضول ہے ان پر رعب طاری ہے۔

وہ ہرگز نہ بڑھیں گے۔

خالدؓ: تو کیا ہمیں بڑھنا چاہئے۔

عمرو: جب وہ بڑھنا نہیں چاہتے تو ہمیں ہی بڑھنا پڑے گا۔

فوراً خالدؓ نے لشکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا اور بڑھنا شروع کیا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے صرف ایک تیر کے فاصلے پر رہ گئے۔ تو عیسائی تیر اندازی کرنے لگے۔ مسلمان خاموش کھڑے ان کے تیروں کو ڈھالوں پر روکتے رہے۔

چونکہ ابھی ان کے سالار اعظم نے حملہ کا حکم نہ دیا تھا۔ اس لئے وہ نہایت خاموشی سے کھڑے تیروں کو روک رہے تھے۔ جس اس طرح کھڑے ہوئے زیادہ دیر گذری تو تمام مسلمانوں میں بیقراری کے آثار ظاہر ہوئے اور ہر شخص کہنے لگا کہ آج سالار اعظم حملہ کرنے کا حکم کیوں نہیں دیتے۔

آخر ضرارؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے حضرت خالدؓ سے کہا آپ حملہ کرنے کا حکم دینے میں کیوں تامل کر رہے ہیں۔

حضرت خالدؓ: میں چاہتا ہوں کہ جنگ دیر سے شروع ہو تا کہ عصر کے وقت تک جنگ کا شباب ہو شاید اس وقت خدا ہم کو فتح دے۔

ضرارؓ: لیکن مسلمانوں کے خاموش کھڑے رہنے سے عیسائیوں کے تیر انہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔

حضرت خالدؓ نے کچھ دیر سوچا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ ضرارؓ نے صحیح کہا کیوں کہ عیسائیوں کے بے پناہ تیر مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے انہوں

نے سر اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔

اسلامی لشکر میں یہ قاعدہ تھا کہ سالار لشکر جب تین مرتبہ اکبر کا نعرہ لگاتا تب جنگ شروع ہوتی۔

حضرت خالدؓ کے نعرے لگاتے ہی جنگ کا اعلان ہو گیا۔ مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اس پُر ہیبت نعرہ سے فضا متلاطم ہو گئی۔ میدان کارزار لرز گیا۔ عیسائی کانپ گئے۔ زمین ہچکولے کھانے لگی۔

عیسائیوں کی طبلِ جنگ کی آواز نعرہ تکبیر میں کھو گئی اب مسلمان تیر اندازوں نے جلدی جلدی شانوں سے کمانیں اتار کر ہاتھوں میں لے لیں چلے چڑھائے تیر رکھ کر کھینچے اور ایک ساتھ تیروں کو چلایا۔

ان کے تیر مل کر ایسے نکلے جیسے کہ وہ سب ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔ آفتاب کی دھوپ تیروں کے نیچے غائب ہو گئی۔

ان تیروں کی پہلی ہی باڑھ نے عیسائیوں کا ستھراؤ کر دیا۔ سینکڑوں عیسائی تیر کھا کھا کر مجروح ہوئے۔ زمین پر گرے اور دم توڑنے لگے۔

عیسائیوں کو غصہ آیا۔

وہ طیش میں آ کر بڑھے اور رغضب آلود ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹے۔ مسلمان بھی بڑھے۔ دونوں فریقوں نے تیر اندازی، نیزے اور بھالے اٹھائے۔ دونوں ایک دوسرے کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑھے۔

اس وقت آفتاب افق مشرق سے سر ابھار کر اس خونی منظر کو دیکھنے لگا۔ ان کی ضیاء فگن شعاعیں میدان میں پڑنے لگی تھیں۔ ان شعاعوں میں زرہ بکتر، نیزے چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کرنے لگے تھے۔ بڑھتے

بڑھتے دونوں لشکروں میں تصادم ہو گیا۔

سرفروشوں نے نیزوں سے حملہ کیا۔ جوش دلانے یا جوش پیدا کرنے کے لئے قومی نعروں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

عیسائیوں نے بھی زور زور سے طبلِ جنگ بجایا۔ نرسنگھے پھونکے تمام میدان ان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔ فریقین کے سپاہی نہایت جوش اور طیش میں آ کر نیزوں سے حملے کر رہے تھے۔ نیزے نہایت سرعت سے سینوں اور شکموں میں بھونکے جا رہے تھے۔

اجل گرفتہ زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے۔ ابھی تمام محاذات پر نیزوں سے ہی جنگ ہو رہی تھی لیکن دونوں کے نیزے کچھ مفید نہ ثابت ہوئے۔ اس لئے اب نیزے چھوڑ کر شمشیریں نکال لیں۔

صاف وصیقل کی ہوئی شمشیریں کھنچیں۔ آفتاب کی جلوہ ریز شعاعوں میں اٹھیں۔ بجلی کی طرح کوندیں ماہی بے آب کے مانند تڑپیں اور پیاسوں کی طرح انسانی خون پینے کے لئے جھکیں۔ پھر جو اٹھیں تو اکثر و بیشتر خون کے فوارے اڑانے لگیں۔

چوں کہ دونوں فریق طیش میں تھے۔ اس لئے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ نہایت زور شور کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔

صفوں کی ترتیب قائم نہ رہی۔ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول کر اپنے مقابل سے مصروف پیکار تھا۔ تلوار نہایت شد و مد سے اپنا کام کر رہی تھی۔ سرفروش کٹ کٹ گر رہے تھے۔

سروں، ہاتھوں، پیروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے۔
خون پانی کی طرح سے بہنے لگا تھا۔ اس خونریزی کو دیکھ کر دلیروں میں جوش
بزدلوں میں خوف بڑھنے لگا تھا۔ لیکن نہ کسی کے فرار ہونے کا موقع تھا۔ اور
نہ کوئی بھاگ کر بچ ہی سکتا تھا۔

اس لئے سب مصروف جنگ تھے۔ حضرت خالدؓ اور ضرارؓ گھوڑوں
سے گھوڑے ملائے نہایت بہادری سے اور جوش و قوت سے جنگ کر رہے
تھے وہ دونوں ایک جگہ جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ جس طرف مسلمانوں کو زغہ
میں دیکھتے وہاں پہنچ جاتے۔ جوش اور طیش میں آ کر حملہ کرتے۔ عیسائیوں کو
کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر ڈال دیتے اور آگے بڑھ کر دوسرے گروہ پر
ٹوٹ جاتے۔ دونوں بہادر تھے شیر دل تھے نڈر تھے۔ نہایت دلیری سے لڑ
رہے تھے۔

عیسائی انہیں پہچانتے تھے۔ جس طرف جاتے عیسائی پیچھے ہٹ کر
انہیں راستہ دے دیتے فضل، ریاض، عبدالرحمٰن اور عبداللہ کا گروہ ایک گروہ
بن گیا تھا۔ سبھی نڈر اور بہادر تھے۔ اس سرفروشی سے لڑ رہے تھے کہ حیرت پر
حیرت ہوتی تھی ان کی تلواریں فرشتۂ موت بنی ہوئی تھی۔ جن اجل گرفتوں
پر انہیں ہزاروں کوشش کرنے پر بھی وہ نہ بچتے تھے اور ان کو قتل کئے بغیر نہ
چھوڑتیں۔ انہوں نے دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں عیسائی مار ڈالے تھے۔

سعد اور ریاض گھوڑے ملائے جنگ کر رہے تھے۔ یہ دونوں جوان تھے
جوشیلے تھے، بہادر تھے، بڑی ہی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان حملوں کو دیکھ کر
یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ دونوں ہی تمام لشکر کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

میمنہ اور میسرہ اور قلب کے تمام مسلمان سر جھکائے نہایت استقلال
سے لڑائی میں مصروف تھے۔ اگرچہ وہ اپنے حریف سے تعداد میں بہت ہی کم
تھے۔ مگر انہیں اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا کچھ خیال نہ تھا۔ وہ اسی طرح
سے نہایت عزم و استقلال سے لڑ رہے تھے۔ جیسے وہ اپنے برابر کی تعداد سے
لڑ رہے ہوں۔

عیسائی بھی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ آج جس جوش
استقلال اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ
جیسے انہوں نے جنگ کا فیصلہ کرنے کا عزم صمیم ہی کیا ہوا ہے۔

پطرس آج بھی زری کے شامیانے کے نیچے گھوڑے پر سوار کھڑا ہوا
جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس
نے آج فیصلہ کن جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

وہ افسروں، سرداروں، بادشاہوں کے دل بڑھا بڑھا کر انہیں شدید
حملے کرنے کی ترغیب دے رہا تھا جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔
خون آشام تلواریں نہایت سرعت سے بلند ہو ہو کر سرفروشوں کے سر و تن
کے فیصلے کر رہی تھیں۔

موت نہایت عجلت سے انسانی کھیتی کاٹنے میں مصروف تھی۔ فدائی کٹ
کٹ کر گر رہے تھے۔ نعشیں گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے کچلی جا رہی تھیں۔
اب آفتاب بہت کچھ بلند ہو چکا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی
تھی۔ عیسائیوں کے پرچم، مسلمانوں کے علم دھوپ میں چمک اور ہوا میں
لہرا رہے تھے۔ جب کہ تمام میدان میں انسانی خون پانی کی طرح سے بہہ

رہا تھا۔ مشرق سے مغرب تک تا حد افق تلواریں اٹھ اٹھ کر انسانی خون سے
اپنی پیاس بجھانے کے لئے جھک رہی تھیں۔

ہر شخص پر جوش وغضب سے خود فراموشی طاری تھی۔ سب کے سب
سر جھکائے جدال وقتال میں مصروف تھے۔

مسلمان عورتیں اپنے جسموں کو چادروں سے چھپائے سروں سے
رومال باندھے ہاتھوں میں نیزے یا چوبیں لئے سبز سبز گھاس پر بیٹھیں
تھیں۔ ان سے کسی قدر فاصلے پر رافع پانچ صد دلیروں کو لئے گھوڑوں پر
سوار کھڑے میدان کارزار کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بچے کھلے ہوئے میدان میں بھاگ دوڑ کر کھیل رہے تھے میرونہ اور
لبنیٰ دونوں قریب قریب بیٹھی تھیں۔ دونوں اپنے اپنے نازک ہاتھوں میں
چھوٹے چھوٹے نیزے لئے ہوئے تھیں۔

شہزادی میرونہ کے چہرے سے شوخی اور لبنیٰ کے چہرہ سے متانت کے
ساتھ غم کی جھلک پائی جاتی تھی دونوں سیم وتن لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ شہزادی
میرونہ کبھی کبھی پری جمال لبنیٰ کو دیکھ لیتی تھی وہ اس کا افسردہ چہرہ دیکھ کر غم زدہ
ہو جاتی تھی۔

اب میرونہ بالکل بدل گئی۔ اس کی حالت میں زمین آسمان کا فرق آ چکا
تھا۔ اس میں غرور وتکبر کے بجائے عجز وانکساری آ گئی تھی۔ جس لبنیٰ کو ایک
مرتبہ اس نے دیکھ تھا۔ آج اسے اپنے سینے سے لگا کر رکھنا چاہتی تھی۔ جس
کے رونے پر بھی وہ نہ پسیجی تھی۔ آج اسے افسردہ دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔

یہ اس خوف سے نہ تھا کہ وہ مسلمانوں میں آ گئی تھی۔ اور مسلمانوں

سے ڈرتی تھی بلکہ اسے لبنیٰ سے محبت ہو گئی تھی۔ نور اسلام نے اس کے دل
میں جلوہ گر ہو کر فروتنی پیدا کر دی تھی۔

غرور تو صرف خدا کے لئے ہی زیبا ہے انسان کو مناسب نہیں اور
مسلمان جو خدا کی عظمت وقدرت کے قائل ہیں کبھی غرور نہیں کر سکتے جو
مسلمان غرور کرتا ہے اس کا ایمان کمزور ہے۔

کمزور ایمان والا مسلمان پکا نہیں ہوتا۔ مغرور مسلمان بہشت سے
محروم رہے گا۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو دیکھا۔ رحم ومحبت کے جذبات اس کے دل
میں موجزن ہو گئے۔ اس نے کہا لبنیٰ تم افسردہ کیوں رہتی ہو؟ تمہاری
افسردگی مجھے غمزدہ بنائے دیتی ہے۔

حور وش لبنیٰ نے اپنی سیاہ مست رسیلی آنکھیں اٹھا کر شہزادی میرونہ کو
دیکھا اس کی ان پیاری آنکھوں میں غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اس نے
ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

افسردگی میرے اختیار میں نہیں جب دل افسردہ ہوتا ہے تو اس کا اثر
تمام جسم پر پڑتا ہے۔

میرونہ: میں یہی تو پوچھتی ہوں آخر یہ افسردگی کیوں ہے۔

لبنیٰ: میں نہیں جانتی۔

میرونہ: تم جسے چاہتی ہو جسے یاد کرتی ہو وہ آ گیا ہے۔ تم سے مل بھی
چکا ہے پھر کیا غم ہے۔

لبنیٰ نے مغموم لہجہ میں کہا آنے سے کیا ہوا۔ کاش میں اسے نہ دیکھتی۔

میرونہ: لبنیٰ تم فضول غم کرتی ہو۔ وہ تمہارے بھائی کا دوست ہے۔ تمہارا فدائی ہے۔ اس کی ذرا سی تحریک تمہارے بھائی کو اس سے تمہارا عقد کرنے پر تیار کر دے گی۔

لبنیٰ نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا وہ تحریک نہیں کر سکتا۔

میرونہ: کیوں۔

لبنیٰ: محبت ہمارے دیس میں معاشرتی گناہ ہے انتہائی بے عزتی کی بات ہے۔

میرونہ: میں یہ سن چکی ہوں کہ تمہارے بھائی کو تمہاری محبت کا حال معلوم ہے۔

لبنیٰ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ ہاں معلوم ہے میرونہ جب میں اپنے بھائی کی آنکھوں میں دیکھتی ہوں تو ان میں تہدید کی جھلک پاتی ہوں۔ جس کے سبب یا تو میں شرمندہ ہو جاتی ہوں۔ اور یا ڈر جاتی ہوں۔

میرونہ انہیں کیسے معلوم ہوا۔

لبنیٰ: اتفاقیہ۔

اس کے بعد لبنیٰ نے نہایت مختصر طریقہ پر تمام واقعہ کہہ سنایا۔ جس سے سعد کو ریاض اور لبنیٰ کی محبت کا علم ہوا تھا۔ شہزادی میرونہ نے تمام حال سن کر کہا۔ پھر کیا ہوگا۔

لبنیٰ نے انتہائی غم بھرے لہجہ میں کہا میری موت ہی مجھے غم سے نجات دلا سکے گی۔

یہ فقرہ سن کر میرونہ کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ کمال متاثر ہوئی اور اس

نے کہا۔ لبنیٰ ناامید مت ہو جب تک میں زندہ ہوں تم قطعاً غم و اندیشہ نہ کرو۔

لبنیٰ نے ایسی نظروں سے جن میں یاس کے بعد آس کی کچھ خفیف جھلک نمودار ہوئی۔ شہزادی میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا تم کیا کرو گی؟

میرونہ: میں سعد سے کہوں گی۔

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ خدا کے لئے کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔

میرونہ نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تم اطمینان رکھو میں ایسے طریقہ سے کہوں گی کہ سعد ناراض نہ ہوں گے۔

لبنیٰ نہیں نہیں، بالکل نہ کہنا تم میری قوم کے لوگوں سے واقف نہیں۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قومی ہتک برداشت نہیں کر سکتے۔

میرونہ: اگر وہ خفا ہوں گے تو میں خوشامد کر کے انہیں منا لوں گی۔

لبنیٰ: اگر وہ پھر بھی نہ مانے۔

میرونہ: تو میں تم سے پہلے ان کے ہاتھوں سے قتل ہو جاؤں گی۔

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے مسلم خواتین کو خوف اور تعجب بھری آواز سے کچھ کہتے سنا۔

ان دونوں نے عورتوں کی طرف دیکھا۔ عورتیں پہاڑی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ خوفزدہ اور کچھ متعجب معلوم ہو رہی تھیں۔ سب کی سب کھڑی ہو گئی تھیں۔ ان دونوں نے بھی پہاڑی کی طرف دیکھا۔

انہیں عیسائی لشکر سیلاب کی طرح نہایت سرعت سے آتا ہوا نظر آیا۔

وہ دونوں بھی کچھ متعجب و خوف زدہ ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ عیسائی سوار

نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آرہے تھے۔ وہ اس قدر قریب آگئے تھے۔ کہ ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز صاف طور پر زور زور سے آنے لگی۔ رافع نے بھی ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ سخت متعجب ہوا کہ یہ عیسائی ادھر کہاں سے آنکلے۔ لیکن وہ زیادہ دیر متحیر نہ رہا فوراً سنبھلا۔

اس نے اپنے ہمراہیوں سے چلا کر کہا۔ اے مجاہدین اسلام ان لٹیرے عیسائیوں کو روکو۔ یہ کہتے ہی عیسائیوں کی طرف بڑھا۔ مجاہدین اسلام اس کے جلو میں بڑھے۔ انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔

وہ تیزی سے جھپٹ کر عیسائیوں پر جاٹوٹے عیسائی پہلے ہی تلواریں کھینچے ہوئے آرہے تھے۔ انہوں نے بھی نہایت شدت سے حملہ کیا۔ دونوں فریق گتھم گتھا ہو گئے۔

جنگ نہایت زور شور کے ساتھ شروع ہو گئی جس قدر زور شور سے عیسائی چلے آرہے تھے۔ اس کو دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ وہ ان معدودے چند مسلمانوں کو اپنے ریلے میں بہائے لئے چلے جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے اس جوانمردی اور قوت سے مقابلہ کیا کہ عیسائی بہادری کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

انہوں نے سد سکندری بن کر عیسائیوں کا سیلاب روک دیا۔ لیکن عیسائی رکنے کے لئے نہ آئے تھے۔ وہ جلد سے جلد ان گنتی کے چند مسلمانوں کو قتل کر کے عورتوں کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے۔ اس لئے نہایت جوش اور پھرتی سے لڑنے لگے تھے۔

تلواریں نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ اٹھ کر جھک رہی تھیں اور دلیروں کو کاٹ کاٹ کر ڈال رہی تھیں سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کے فوارے جگہ جگہ اچھلنے لگے تھے۔

عیسائیوں کا لشکر مکسوح اور قیصارس کی سرکردگی میں تھا وہ دونوں لشکر کے درمیان میں کھڑے اپنے سپاہیوں کو جوش دلا رہے تھے۔ عیسائی جوش میں آکر بڑھتے تھے۔ پیچ و تاب کھا کھا کر حملے کرتے تھے۔

لیکن مسلمان کچھ ایسی بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ عیسائیوں کو بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ جو عیسائی جوش میں آکر آگے بڑھتا تھا اور حملہ کرتا تھا کسی نہ کسی مسلمان کی تلوار اس کا خاتمہ کر دیتی تھی۔

چوں کہ عیسائی یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس جنگ کی خبر اس وقت تک ان مسلمانوں کو نہ ہو جو حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں پطرس کے عظیم الشان لشکر کے ساتھ الجھ رہے تھے۔

جب تک وہ عورتوں پر قبضہ نہ کرلیں۔ اس لئے چپ چاپ لڑ رہے تھے۔ اسی وجہ سے لڑائی زور شور سے ہو رہی تھی۔ لیکن شور وغل نہ تھا البتہ زخمیوں یا مرنے والوں کی آہیں اور چیخوں کی آوازیں گاہ بگاہ بلند ہو ہو کر خاموش فضا میں گم ہو جاتی تھیں۔

رافع بہت بہادر تھے۔ متعدد معرکے سر کر چکے تھے۔ نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ ان کی شمشیر زہرہ گداز موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس طرف نکل جاتے تھے صفوں کی صفیں بچھاتے چلے جاتے تھے۔ عیسائی اس کی بے پناہ تلوار سے ڈرتے تھے۔ لیکن جب وہ دیکھتے کہ

مسلمان مٹھی بھر ہیں وہ ہزاروں ہیں تو ان کا خوف دور ہو جاتا اور وہ پھر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

موت نے انسانی کھیتی میں باڑھ لگادی تھی۔ جس طرح شام قریب دیکھ کر کسان کھیت کو جلد از جلد کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح موت اپنی کھیتی نہایت سرعت سے کاٹ رہی تھی۔

مسلمان دور تک پھیلے ہوئے عیسائیوں سے لڑ رہے تھے۔ چوں کہ آفتاب اس وقت ایک ثلث منزل طے کر چکا تھا۔ اس لئے دھوپ تمام میدان میں اچھی طرح پھیل گئی تھی۔ اور دھوپ کے ساتھ ہی گرمی بھی بڑھ گئی تھی۔

بہادروں کو پسینے آنے لگے تھے۔ گھوڑے بھی پسینے میں شرابور ہو چکے تھے۔ لیکن لڑنے والوں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینہ کی۔ وہ لڑائی میں برابر مصروف تھے۔

مسلمان اپنی طاقت سے زیادہ جوش خروش کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ عیسائی انہیں پیچھے ڈھکیلنے مار ڈالنے یا گرفتار کر لینا چاہتے تھے۔ اور جلد سے جلد اس مہم کو ختم کر دینے کی فکر میں منہمک تھے۔

لیکن مسلمان ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ اور گرفتار ہونے کا ذکر ہی کیا۔ عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اپنی کئی صفیں قائم کر لی تھیں۔ سب نے کوئی نہ کوئی ہتھیار لے رکھا تھا۔ ان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جو ایک پوری صف میں کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں بھی چھوٹے چھوٹے نیزے تھے۔

عورتوں یا بچوں کے چہرے سے خوف و ہراس کی علامتیں ظاہر نہ ہو رہی تھیں۔ وہ اس طرح کھڑے تھے۔ جیسے کہ وہ ابھی حملہ آور ہونے والے ہیں۔ ان سب کی نظریں میدان کی طرف جمی ہوئی تھیں۔

مسلمانوں نے پورے ایک گھنٹہ تک عیسائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ قدم قدم پر عیسائیوں کے مردے گرا دیئے۔ لیکن وہ تھوڑے تھے۔ بہت ہی تھوڑے۔

گویا ایک مسلمان بیس عیسائیوں کے مقابلہ میں تھا۔ ایک گھنٹہ کی سر فروشانہ جنگ نے انہیں تھکا دیا ان کے قویٰ سست پڑ گئے۔ خشکی گرمی اور پیاس نے نڈھال کر دیا۔ اب ان کے واروں میں کمی ہونے لگی۔

عیسائیوں نے ان کی سستی دیکھی۔ اور خوش ہو گئے سمجھ گئے کہ میدان مار لیا اور انہوں نے زنگیوں کو آگے بڑھایا۔ خونخوار زنگی بڑھے۔ بڑے جوش قوت اور بڑی سختی سے بڑھے اور انہوں نے تلواروں کی باڑھ پر مسلمانوں سے مدافعت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مقدور بھر سعی سے کام لیا۔ مگر تھکاوٹ نے کچھ نہ کرنے دیا۔

مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے سے زنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اور بھی شدت کے ساتھ حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے حملے کو روکا انہوں نے عدیم النظیر جرأت سے زنگیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیا لیکن زنگی دو ہزار تھے۔ مسلمانوں سے چار گنا مرنے والے زنگیوں کی جگہ تازہ دم آ کر لڑنے لگے تھے۔ مسلمان قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے۔

مکسوح اور قیطارس برابر عیسائیوں اور زنگیوں کو جوش دلا دلا کر آگے

بڑھا رہے تھے۔ جب جنگ نے طول کھینچا تو مکسوح نے قیطارس سے کہا کمبخت ان مٹھی بھر مسلمانوں نے جنگ کو کافی طول دے دیا اندیشہ ہے جو مسلمان ہمارے بڑے لشکر کے ساتھ لڑ رہے ہیں اس طرف نہ لوٹ آئیں۔ تم دو ہزار عیسائیوں کو ہمراہ لے جا کر مسلم عورتوں کو گرفتار کرلو۔

قیطارس نے کہا یہ تدبیر نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جب یہ لڑنے والے مسلمان ہمیں اپنی عورتوں کے پاس دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگ جائیں گے۔ اچھا آپ عیسائیوں کو جوش دلا کر لڑائیے۔ میں جاتا ہوں۔

قیطارس نے دو ہزار اہل بجاوۃ کو ہمراہ لیا۔ وہ مغرب کی طرف بڑھ کر تھوڑا سا چکر کاٹ کر مسلمان عورتوں پر آ ٹوٹا۔ مسلمان عورتوں نے ان عیسائیوں کو اپنی طرف آئے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ سب لڑائی کے لئے تیار ہوگئی تھیں۔ جب مسیحی بالکل ہی قریب آ گئے تو حضرت خولہؓ نے کہا اے خواتین عرب! دشمنانِ خدا تم پر تمہیں کمزور سمجھ کر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ تم عرب کی مایہ ناز عورتیں ہو۔ کئی مرتبہ جنگ کر چکی ہو۔ خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے اپنا تذکرہ تاریخ میں باقی رکھنے کے لئے دشمنوں سے لڑو۔

تمام عورتوں نے با آواز بلند کہا ہم تیار ہیں۔ خدا ہمیں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے گا بچوں نے گڑگڑا کر کہا اے پیارے خدا ہماری امداد فرما اور ہمیں دشمنوں سے بچالے۔ ہم تیرے بندے ہیں۔ تیری عبادت کرتے ہیں تجھ سے ہی امید اعانت رکھتے ہیں۔

اس عرصہ میں قیطارس اور اس کے لشکر قریب آ گئے۔ انہوں نے عورتوں کو لڑنے پر آمادہ دیکھا۔ انہیں جوش آیا، غصہ آیا وہ عورتوں پر جھکے اور تلواریں نکال کر ان پر ٹوٹے۔

کمزوروں کو بزدلوں کو ان پر ہی غصہ آتا ہے۔ جو ان سے حد درجہ کمزور ہوتے ہیں۔ عیسائی شیروں کو بھی مسلم عورتوں پر ہی غصہ آیا اور انہوں نے نازک بدن دخترانِ عرب پر تلواریں مارنا شروع کیں۔ نہ عورتیں مسلح تھیں نہ ان کے پاس پورے ہتھیار تھے کوئی نیزہ لئے ہوئے تھی اور کسی کے پاس چوب تھی۔ ڈھال کسی کے پاس بھی نہ تھی۔

لیکن وہ عرب کی شیرنیاں تھیں۔ ان کے نازک سینوں میں شیروں جیسا دل تھا۔ عیسائیوں کے حملے سے نہ وہ ڈریں نہ گھبرائیں۔ انہوں نے خدا کا نام لے کر نہایت جوش وقوت سے عیسائیوں کے حملے کو روکا اور اس کے بعد خود بھی حملہ کر دیا۔ مگر وہ نازک تھیں۔ مردوں جیسی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ ان کے نازک ہاتھوں میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ نیزوں سے دشمنوں کے سینے چھید ڈالتیں انہیں ایک تدبیر سوجھی کہ وہ چار چار پانچ پانچ کے غول میں تقسیم ہو کر حملے کرنے لگیں۔ وہ گھوڑوں کے نیزے مارتیں گھوڑے بھڑکتے اور الف ہو کر سوار کو گرا دیتے وہ دوڑ کر چوبوں سے گرنے والوں کے سر کچل ڈالتیں۔ اس ترکیب سے انھوں نے بہت سے عیسائی مار ڈالے مسیحی ان کی اس جنگی تدبیر سے نہایت متحیر ہوئے قیطارس نے انہیں جوش دلا کر بڑھایا۔ وہ بڑھے اپنی ہی لاشوں کو روندتے ہوئے۔ عورتوں نے پہلے سے زیادہ قوت سے عیسائیوں کو گھوڑوں سے گرا کر ان کے سروں

کوچوبیں سے پاش پاش کرنا شروع کردیا۔

خولہ، مزروعہ، سلمٰی، ہند عفیرہ، ام امان، ام تمیم لبنٰی اور میرونہ نہایت جوش اور پوری قوت سے لڑ رہی تھیں۔ اگرچہ ان کا عیسائیوں سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ وہ پیدل تھیں عیسائی سوار تھے۔ وہ غیر مسلح تھیں عیسائی پورے طور پر مسلح تھے۔ وہ عورتیں تھیں۔ عیسائی مرد تھے۔ وہ کم تھیں عیسائی زیادہ لیکن وہ اس جوش وخروش سے لڑ رہی تھیں۔ عیسائی حیرت میں آگئے تھے۔ انہوں نے دوچار دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں عیسائیوں اور ان کے پچاس گھوڑوں کو مار ڈالا تھا بچے بھی ہر اس عیسائی کا سر توڑ ڈالتے تھے جس کو عورتیں گھوڑوں سے گرا دیتی تھیں۔

دنیا میں ہزاروں نہیں لاکھوں جنگیں ہوئیں اور ہوں گی۔ لیکن مسلمانوں نے جو لڑائی لڑی ہیں، ان کی عورتوں نے جو سرفروشیاں کیں ہیں وہ نادر زمانہ ہیں۔ کوئی قوم اپنے دلاوروں کے اس قدر کارنامے پیش نہیں کرسکتی جس قدر مجاہدین اسلام اور مسلم خواتین کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں۔ عورتیں نہایت جوش اور بڑے استقلال سے لڑ رہی تھیں۔ قیطارس خود بھی جنگ کر رہا تھا۔ وہ لڑتا لڑتا میرونہ کے پاس پہنچا اس نے پہلی نظر میں اسے پہچان لیا اور اس کو عیسائیوں سے لڑتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا میرونہ تم عیسائیوں سے لڑ رہی ہو؟

میرونہ نے نظر اٹھا کر اپنے بھائی کو دیکھا اس نے سر جھکا کر جواب دیا ہاں میں لڑ رہی ہوں اور مرتے دم تک لڑوں گی۔

قیطارس: تمہیں اپنی قوم سے نہ لڑنا چاہئے۔

میرونہ: میں مسلمان ہوگئی ہوں اب میری قوم مسلمان ہے۔

قیطارس: یہ چیز تمہارے لئے باعث شرم ہے۔

میرونہ: یہ تمہارے سمجھنے میں غلطی ہے۔

قیطارس: میں نے صرف تمہارے لئے اتنی تکلیف برداشت کی ہے۔

میرونہ: محض بیکار کی، اب تم مجھے بھول جاؤ۔

قیطارس: آؤ تم میرے ہمراہ چلو۔

میرونہ: میں نہیں جاسکتی۔

قیطارس: ان مسلمان عورتوں کے ساتھ تم بھی قتل ہو جاؤ گی۔

میرونہ: کچھ پروانہیں، میں یہی چاہتی ہوں۔

قیطارس: میرونہ، میرا ادب کرو۔

میرونہ: یہ ادب ہی کی وجہ ہے کہ میں نے تم پر حملہ نہیں کیا۔

قیطارس نے تعجب سے اس پری پیکر کو دیکھ کر کہا تم مجھ پر حملہ کرتیں۔

میرونہ: ہاں، ایک مسلمان عورت ہونے کی حیثیت سے میرا یہی فرض تھا۔

اس عرصہ میں قیطارس کے خولہ نے نیزہ مارا۔ نیزہ اس کے گھوڑے کو لگا گھوڑا الف ہو کر گرا اور قیطارس گھوڑے کے نیچے دب گیا، لبنٰی اور چند عورتیں اس کا سر پھوڑنے کے لئے لپکیں۔ میرونہ نے جلدی سے چلا کر کہا اسے نہ مارو یہ میرا بھائی ہے۔ سب عورتیں ہٹ کر دوسری طرف متوجہ ہوگئیں۔

قیطارس زور لگا کر گھوڑے کے نیچے سے نکلا۔ اس نے کہا میرونہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے مجھے شیرنیوں کے ہاتھوں سے بچایا ہے۔ میں تم پر احسان کرنا چاہتا ہوں آؤ اب میرے ہمراہ چلو۔ اپنے قصر میں شاہانہ زندگی

بسر کرنا۔ مسلمان مفلس ہیں۔ یہاں تم کو آرام نہ ملے گا۔

میرونہ نے کہا عشرت کی زندگی خدا کی یاد سے روکتی ہے۔ میں یہاں خوش ہوں۔ ابھی ان میں اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ مکسوح کے لشکر میں ایک عظیم الشان شور بلند ہوا تمام مسیحی گھبرا کر اس طرف دیکھنے لگے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمانوں نے مسیحیوں کو شکست تو نہیں دے دی۔ فوراً ہی تمام مسلمانوں کو انہوں نے پیچھے ہٹتے اور عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان عنقریب ہی ہزیمت اٹھا کر بھاگنے والے ہیں، وہ خوش ہو گئے اور خوش ہو کر عورتوں سے مصروف جنگ ہو گئے۔ مکسوح کے لشکر میں بلاوجہ شور نہ ہوا تھا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ عیسائیوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے بڑے استقلال سے مدافعت کی تھی۔ رافع نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سے چند زنگیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ وہ اپنے زخمی کرنے والوں کی طرف پلٹے۔ انہوں نے ان زنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن اس عرصہ میں بہت سے زنگیوں نے ان پر کمندیں پھینکیں، کمندیں ان کے سر و شانہ میں آ کر پھنس گئیں، زنگیوں نے کمندیں کھینچیں وہ بے بس ہو گئے۔ انہوں نے جلدی سے رافع کو گرفتار کر لیا۔

رافع کی خوشی میں عیسائیوں نے شور مچایا تھا مسلمان اب بھی نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ مگر ان کا سردار گرفتار ہو گیا تھا ان کے قویٰ ست پڑ گئے تھے، اور پیچھے ہٹتے ہی عیسائیوں نے انہیں دبایا، بڑھ کر حملہ کیا مسلمان اور پیچھے ہٹے۔ یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے عیسائیوں سے جا ملے، عیسائیوں نے

ان پر ایک اور حملہ کیا، گرمی اور پیاس سے مسلمان بدحواس ہو گئے، ان کی قوت نے انہیں جواب دے دیا وہ مدافعت نہ کر سکے، عیسائیوں اور زنگیوں نے کمندیں پھینک کر انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان شہید ہو گئے کچھ بھاگ کھڑے ہوئے مگر بیشتر تعداد قتل ہو گئی۔ عورتوں نے یہ سب کارروائی دیکھ لی لیکن اب وہ نہ ڈریں اور بدستور مصروف جنگ رہیں، انہوں نے بہت سے عیسائی سواروں کو مار ڈالا تھا۔ مکسوح کا لشکر مسلمان مردوں کو اسیر کر کے عورتوں پر ٹوٹ پڑا۔

عورتیں کمال دلیری اور استقلال سے لڑیں۔ بہت سی عورتوں نے زخم کھائے بالآخر لڑتے لڑتے وہ بھی تھک گئیں اور یہاں تک کہ وہ نیزے اور ...ویں تک بھی نہ اٹھا سکیں۔

مجبوراً انہوں نے ہاتھ روک لئے عیسائی بے در مسرور ہوئے انہوں نے جلدی جلدی انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں تمام دختران عرب شہزادی میرونہ اور بچوں کے گرفتار کر لی گئیں۔ اب عیسائی عورتوں کے کیمپ پر جا پڑے، انہوں نے لوٹ لیا، خیمے اکھاڑ لئے ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ مسلم اسیروں اور مال غنیمت کو لے کر دہشوار کی جانب روانہ ہوئے۔

○○○
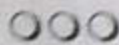
تیرھواں باب

ہیبت وجلال کی دیویاں

مکسوح، قیطارس اور ان کے ہمراہی نہایت خوش تھے۔ کیوں کہ جس مہم پر وہ آئے تھے ان میں اس کو خاطر وخواہ کامیابی ہوئی تھی۔ وہ تمام مسلم عورتوں اور کثیر التعداد مجاہدین اسلام کو گرفتار کر کے معہ شہزادی میرونا مال غنیمت کے لئے جارہے تھے۔ ان کی مسرت حق بجانب تھی۔ مجاہدین اسلام دختران عرب فرزندان مسلم گرفتار تھے۔ یہ ریشم کی ڈوریوں سے جکڑے ہوئے تھے، مغموم تھے چونکہ عیسائی جلد چکر لگا کر اپنے لشکر کے عقب میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کو گھوڑوں پر سوار کر رکھا تھا۔ ابھی تک عیسائیوں کو خوف تھا کہ کہیں مسلمانوں کو خبر نہ ہو جائے، اور وہ تعاقب کر کے قیدی اور غنائم ان سے چھین لیں۔ اگرچہ ان کی یہ تجویز تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر ہو جائے اور وہ یا تو منتشر ہو کر بھاگ جائیں لیکن انہیں یہ خوف تھا کہ اگر تمام مسلمان اس سب پر ہی آٹوٹے تو ان کا ضرور خاتمہ کر دیں گے اس

لئے وہ لمبا چکر کاٹ کر درے میں داخل ہوئے اور پہاڑی چٹانوں کو پھاندتے ہوئے نہایت تیزی سے چلنے لگے۔

تقریباً تین چار میل چل کر ان کا خوف کسی قدر دور ہوا۔ اب انہیں اطمینان ہو گیا کہ اول تو مسلمان ان کا تعاقب ہی نہ کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو پتھروں پر چلنے کی وجہ سے سراغ نہ پا کر ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔

تھوڑی دور چل کر انہیں گرمی نے پریشان کر دیا۔ اور دھوپ کی تیزی پتھروں کی تپش اور پسینہ کی کثرت سے وہ بوکھلا گئے، انہوں نے راستہ میں تھوڑا آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ چل کر انہوں نے ایک سبزہ زار دیکھا۔ تمام وادی میں سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ یہ جگہ آرام کرنے کے لئے نہایت مناسب معلوم ہوئی۔ وہ سب اسی جگہ اتر پڑے۔

چونکہ ان کا ارادہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد روانہ ہونے کا تھا۔ اس لئے انہوں نے گھوڑوں کے زین نہ اتارے تھے البتہ لگام اتار کر انہیں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

چونکہ وادی کشادہ تھی اس لئے تمام لشکر دور تک پھیل کر سبزہ زار اور چٹانوں پر آرام کرنے لگا۔ اس جگہ درختوں کی کثرت تھی۔ چپہ چپہ پہ سایہ پھیلا ہوا تھا۔ ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کے پسینے خشک ہو گئے تمام مسلم اسیروں کو ایک گوشے میں اتارا گیا تھا۔ وہ سب مغموم اور متفکر معلوم ہوتے تھے۔ مرد تو پھر مرد تھے، زیادہ غمزدہ نہ تھے۔ مگر عورتوں اور بچوں کے چہرے سے رنج وغم کی علامتیں صاف طور پر ٹپک رہی تھیں۔ معصوم بچوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ان بھولی صورتوں

سے غم و خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ آنکھیں حسرت اور افسوس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ دختران عرب کے نازک چہروں سے فکر اور پریشانی ہویدا تھی، ان میں سے اکثر عورتیں مجروح ہو گئی تھیں۔

چونکہ ان کے زخموں کی مرہم پٹی نہ ہوئی تھی اس لئے ان کے زخموں سے اب تک خون رس رہا تھا۔ بے چاری مصیبت زدہ عورتوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ نہ تو بہنے والے خون کو پونچھ سکتی تھیں اور نہ ہی کوئی ایسی تدبیر کر سکتی تھیں جس سے خون کا رسنا بند ہو جائے۔

باوجود ان زخموں کے انہیں تکلیف تھی، لیکن نہ اس تکلیف کو وہ تکلیف سمجھتی تھی اور نہ اس تکلیف کی انہیں پرواہ تھی، وہ اس سے پہلے بھی کئی معرکوں میں شریک ہو کر زخمی ہو چکی تھیں۔ گویا ایسی تکلیفوں کی وہ عادی تھیں۔

حضرت خولہؓ خوبصورت تھیں نوجوان تھیں نازک اندام تھیں ایک مرتبہ یرموک کے مقام پر وہ لڑتے لڑتے بے ہوش ہو گئی تھیں۔ تھوڑی دیر میں جب انہیں ہوش آیا تو زخم پر پٹی باندھ کر زخمیوں کی خبر گیری کرنے لگیں۔

اس طرح ایک مرتبہ غفیرہ زخمی ہو گئی تھیں، انہوں نے اپنے زخم کی بالکل پرواہ نہ کی نہ پٹی باندھی نہ خون پونچھا، بلکہ دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہو گئیں جب ان سے کہا گیا کہ تم اپنے زخم پر بھی پٹی باندھ لو۔ تو انہوں نے نہایت لاپرواہی سے کہہ دیا کہ نہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے نہ ابھی پٹی باندھنے کی ضرورت ہے، حالانکہ اس زخم کی وجہ سے انہیں کئی مہینے تکلیف رہی۔

ان عورتوں میں شاید کوئی عورت ایسی ہو جو لڑائیوں میں شریک ہو کر زخمی نہ ہوئی ہو۔ انہیں نہ زخموں کی پرواہ تھی نہ کوئی تکلیف البتہ غم و فکر اس بات سے تھا

کہ وہ سب کی سب عیسائیوں کے قبضہ میں آ گئی تھیں اور چونکہ وہ دیکھنے آ رہی تھیں کہ مسلمان نہایت خونریز جنگ میں مصروف تھے۔ اس لئے وہ ان کی مدد کو نہیں آ سکتے تھے۔ کبھی کبھی معصوم بچے آسمان کی طرف دیکھ کر کہہ رہے تھے:

اے اللہ ہماری مدد کر! لبنیٰ اور شہزادی میرونہ اس وقت بھی قریب قریب بیٹھی تھیں دونوں کے نازک ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریں کسی ہوئی تھیں۔

دونوں مغموم و متفکر اور پریشان تھیں اور اس حالت میں بے حد حسین معلوم ہو رہی تھیں ان کی افسردگی نے ان کی خوبصورتی کو اور بڑھا دیا تھا ان کی جبین ناز پر پسینہ کی مہین بوندیں، ایسے چمک رہی تھیں، جیسے کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر چھوٹے چھوٹے شبنم کے قطرے چمکا کرتے ہیں، میرونہ نے لبنیٰ سے کہا لبنیٰ برا ہوا کہ ہم ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔

لبنیٰ نے ٹھنڈی سانس بھر کہا خدا کی مرضی اسی میں ہے، کوئی کیا کر سکتا ہے۔

میرونہ مجھے ان کے پنجے سے آزاد ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ: یہ بھی خدا ہی جانتا ہے۔

میرونہ: کاش کوئی مسلمان دوڑ کر دوسرے مسلمانوں کو خبر کر دیتا۔

لبنیٰ: خدا کو منظور نہ تھا۔

میرونہ: سب سے زیادہ مجھ کو اپنے بھائی کا خوف ہے۔

لبنیٰ: کس وجہ سے۔

میرونہ: وہ عیسائیت پر مٹا ہوا ہے۔ میرے مسلمان ہونے سے سخت برافروختہ ہو گیا ہے ضرور مجھ پر سختی کرے گا۔

لبنٰی: خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ غیب سے مدد کرے گا۔

میرونہ چپ ہوگئی اس نے افسردہ خاطر ہو کر سر جھکایا۔ لبنٰی نے کہا تم افسردہ خاطر ہوگئیں کیا سوچ رہی ہو؟

میرونہ نے اپنا سر اٹھا کر کہا میں مستقبل پر غور کر رہی ہوں۔

لبنٰی شاید تم یہ سوچ رہی ہو کہ اگر تم پھر عیسائی ہو جاؤ۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا میں پھر عیسائی ہو جاؤں۔ کیا تم میری نسبت ایسا خیال رکھتی ہو؟ لبنٰی! اکثر تکلیف سختی اور مصیبت انسان کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

میرونہ: بے شک، مگر میں زندگی کی آخری سانس تک متزلزل نہیں ہونگی میں نے ڈر کر، مجبور ہو کر مذہب اسلام اختیار نہیں کیا خوشی سے مسلمان ہوئی اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گی۔ لبنٰی کی ہوشربا مگر غمزدہ آنکھوں میں مسرت کی ہلکی سی جھلک پیدا ہوئی اور اس نے کہا تم لائق صد آفریں ہو۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک عیسائی افسر آیا اس نے کہا شہزادی صاحبہ آپ کو آپ کے بھائی نے یاد فرمایا ہے۔

میرونہ کے چہرے پر غم وفکر کی تاریکی دوڑ گئی۔ اس نے ان پھولوں سے زیادہ نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے لبنٰی کو دیکھا۔ لبنٰی تڑپ گئی اس نے کہا میرونہ حوصلہ کرو۔

یکایک میرونہ کی حالت میں تغیر ہوا۔ اس کے پیارے چہرے سے غم وفکر کی علامتیں دور ہوگئیں۔ وہ اٹھ کر افسر کے ساتھ روانہ ہوئی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر قیطارس اور مکسوح ایک بلند چٹان پر بیٹھے تھے

میرونہ اپنے بھائی کے سامنے پہنچی اس کے نرم ونازک ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ سر جھکا ہوا تھا اور وہ خوبصورت نظریں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔

قیطارس نے اسے بغور دیکھا۔ غصہ بھری نظروں سے دیکھا اس نے گرج کر کہا بدبخت لڑکی تم نے دیکھا کہ مسلمان ہونے سے تجھے کس قدر ذلت نصیب ہوئی ہے۔

میرونہ نے اپنا نازک سر اٹھا کر کہا یہ ذلت نہیں خدا کی طرف سے آزمائش ہے اس کے جواب سے قیطارس کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا: لیکن ابھی تو اس آزمائش کی ابتدا ہے تو اس کی انتہا کو بھی جانتی ہے؟

میرونہ نے اپنی خوبصورت نظریں اپنے بھائی کے خشمگیں چہرہ پر گاڑ کر کہا ہاں جانتی ہوں۔ اس کی انتہا موت ہے لیکن موت عارضی اور تکلیف دہ زندگی کو ختم کر کے دوامی پر کیف زندگی کے آغاز کا نام ہے۔

قیطارس سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے کہا تو مسلمانوں میں رہ کر کس قدر لسان ہوگئی ہے۔ تو جانتی ہے کہ میں تیرا بھائی ہوں۔

میرونہ نے متانت بھرے لہجہ میں کہا ہاں تم میرے بھائی تھے۔

قیطارس نے حیرت سے اس سیم تن کو دیکھ کر کہا کیا اب نہیں؟

میرونہ: ایک دوشیزہ مسلمان کا بھائی مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔

قیطارس نے پرغضب نظروں سے اسے دیکھ کر کہا میرونہ کان کھول کر سن تو عیسائی تھی تیری ماں، باپ اور بھائی سب عیسائی ہیں، تو نے اپنا مذہب چھوڑ کر اپنے خاندان کی تذلیل کی ہے۔ میں تجھے صاف اور صریح الفاظ میں کہے دیتا ہوں۔ کہ یا تو تو ابھی اسی وقت اسلام کو چھوڑ کر عیسائی

ہو جا۔ ورنہ تیرا سارا ہستی توڑ دیا جائے گا۔

میرونہ: میں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتی۔

قیطارس سخت برافروختہ ہوا۔ وہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے غضب آلود نظروں سے گھور کر میرونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ تیرا آخری جواب ہے؟ میرونہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کی پُرنور پیشانی پر زلف پیچاں گھونگھرالے بال خم کھائے پڑے خفیف ہوا کے جھونکوں سے لہرا رہے تھے۔ سرخ و سفید چہرہ پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ خوبصورت اور سیاہ رسیلی آنکھیں دلفریب ادا سے جھکی ہوئی تھیں۔ وہ بکمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا ہاں یہ میرا آخری جواب ہے۔

قیطارس پر غصہ کا جن سوار ہو گیا۔ اس نے میان سے تلوار کھینچ کر اور شہزادی میرونہ کے سر پر بلند کرتے ہوئے کہا بے حیا بدبخت مرنے کے لئے تیار ہو جا۔

شہزادی میرونہ نے سر اٹھا کر کہا میں تیار ہوں۔

قیطارس اس کے استقلال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ فوراً ہی اس کی حیرت دور ہو گئی اور سخت ترین غصہ سے اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اچھا تو آخری مرتبہ خدا کو یاد کر لے! میرونہ چٹان پر سجدہ میں گر گئی اس نے قدرے بلند آواز سے کہا خدایا میں مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کی جا رہی ہوں۔ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

قیطارس نے تلوار اٹھائی اس نے حملہ کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فوراً ہی اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی قیطارس لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا سارے مسیحی اور

تمام مسلمان کھڑے ہو ہو کر اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے آواز آئی تھی، انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو گھوڑے دوڑاتے آتے ہوئے دیکھا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی عیسائیوں کے حواس گم ہو گئے اور وہ بے تحاشا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

قیطارس اور مکسوح کے چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ مسلمان نہایت سرعت سے گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے، ان کے گھوڑے اس قدر تیز دوڑ رہے تھے کہ گویا ان کے پر لگ گئے تھے اور وہ زمین کو سمیٹتے چلے آ رہے تھے۔ سب سے آگے حضرت ضرارؓ، حضرت خالدؓ، فضل، سعد اور ریاض تھے، مکسوح نے شیران اسلام کو قریب آتے ہوئے دیکھ کر ذرا بلند آواز سے کہا۔

عیسائی دلیرو! جلد سوار ہو جاؤ اور دشمن کا مقابلہ کرو۔

عیسائی یہ سن کر اپنے گھوڑوں کی طرف دوڑے اور نہایت عجلت سے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے۔ ادھر مسلمانوں نے اور مسلم بچوں نے مجاہدین اسلام کو آتے ہوئے دیکھ کر با آواز بلند کہا۔

خدا کی مدد آ گئی، چشم زدن میں مسلمان قریب آ گئے ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی صرف چھ سو تھے وہ، اور جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ آتے ہی مسیحیوں پر برس پڑے۔ عیسائی سوار ہو گئے تھے۔ لیکن صف بستہ نہ ہو سکے تھے مسلمان تمام میدان میں بکھر گئے۔ انہوں نے تلواریں کھینچ کھینچ کر حملے شروع کر دیئے عیسائی بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے جنگ نہایت شدت سے شروع ہو گئی ہاتھ پیر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

زخمیوں کی چیخ و پکار قوی نعروں کی فلک شگاف آواز اور آلات حرب کی

جھنکار سے تمام وادی اور پہاڑی گونج اٹھی۔ امن پسند طیور اس شور غل کی مہیب آوازوں کو سن کر اڑنے لگے۔ عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمان تھوڑے ہیں وہ ان کی تعداد کثیر کو قید کر لائے تھے جس سے ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔

انہیں امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل تھا کہ وہ ان مسلمانوں کو بھی شکست دیں گے چنانچہ انہوں نے دلیری سے لڑنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان نہایت غیظ وغضب میں بھرے ہوئے تھے وہ اپنے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر آئے تھے۔ لہٰذا کمال شجاعت اور قوت و جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواریں عیسائیوں کو نہایت سرگرمی سے کاٹ کاٹ کر گرا رہی تھیں۔

چونکہ مسلمان ساری وادی میں بکھر گئے تھے، اس لئے جس طرف نظر جاتی تھی خون آشام تلواریں اٹھتیں اور انسانوں کے سروں پر جھکتی نظر آتی تھیں۔ زخمی چلا رہے تھے مرنے والے چیخ رہے تھے۔

گھوڑے ہنہنا رہے تھے سرفروش قومی نعرے لگا رہے تھے ان سب کی آوازوں نے مل کر بہت شور وغل کی صورت پیدا کر رکھی تھی۔ مسیحی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔

وہ مٹھی بھر مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ان پر جھکے پڑتے تھے۔ بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے لیکن مسلمان موم کے نہ تھے وہ انتہائی جوش اور ہمت اور دلیری کے ساتھ لڑ رہے تھے ان کی تلواروں نے گویا قتل کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔ جس کے سر پر پڑتی تھیں سینہ تک اتر جاتی تھیں ہزاروں مسیحی مردہ ہو کر لمبے لمبے جا پڑتے تھے۔ ہزاروں گھوڑے بے قابو ہو کر قلانچیں

ارتے پھرتے تھے خون نے سبزہ زار چٹانوں پر پڑ کر لالہ کاری کر دی تھی۔

ضرار برہنہ جسم تھے صرف تہہ بند باندھے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزے سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ جس پر حملہ کرتے تھے نیزہ کی انی زرہ توڑ کر سینہ چھید کر پشت کے باہر نکل جاتی تھی جب وہ نیزہ کھینچتے تھے تو مجروح عیسائی مردہ ہو کر زمین پر آ رہتا۔

انہوں نے پچاسوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ خالدؓ اپنی شمشیر خار شگاف سے حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلوار غضب کی کاٹ کر رہی تھی۔ وہ جس پر تلوار مارتے خود کاٹ کر گزرتے ہوئے حلق تک پہنچ جاتی۔ زخمی چیخ مار کر کانپتا اور گھوڑے سے نیچے گر کر کچھ دیر تڑپتا پھر ٹھنڈا ہو جاتا۔

انہوں نے بھی بے شمار عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ فضل بھی نہایت جوش سے لڑ رہے تھے ان کی تلوار گویا موت کی ٹھیکیدار تھی۔ وہ جس پر حملہ کرتے اسے مار کر گرا دیتے تھے سعد جوش وغضب سے بھرے ہوئے شیر کی طرح نہایت گرمی سے لڑ رہا تھا۔

اس نے بھی عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ریاض سب سے زیادہ غضب میں بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ نہایت تیزی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا اس کی تلوار موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی جس کو بھی چھو جاتی تھی اسی کو قتل کر دیتی تھی وہ بغیر کسی احتیاط اور بچاؤ کے لڑ رہا تھا۔

اگرچہ اس نے ساٹھ ستر عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ مگر ابھی تک اس کا غصہ فرو ہوا تھا نہ جوش میں کمی آئی تھی بلکہ جوں جوں وہ قتل کرتا تھا اس کا غصہ

اور جوش بڑھتے جاتے تھے تمام مسلمان نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے ہر
شخص عیسائیوں کو قتل کرنے میں ایسی عجلت سے کام لے رہا تھا جیسے لوٹ
کے وقت ہر آدمی سب سے زیادہ مال لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

عبدالرحمن لڑتے لڑتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں مسلم قیدی کھڑے
تھے۔ وہ جلدی سے جلدی اپنی تلوار سے قیدیوں کے بند کاٹنے لگے جن
لوگوں کے بند کٹتے جاتے تھے وہ مسیحیوں کی تلواریں لے کر دوسرے
اسیروں کے بند کاٹنے لگتے تھوڑی ہی دیر میں وہ تمام آزاد ہو گئے اب
انہوں نے عورتوں کے بند کاٹنے شروع کئے جب دس بیس عورتوں کے بند
کاٹے جا چکے تب ام تمیم نے مردوں سے کہا بس اب تم سب میدان کارزار
میں جا کر لڑو ہم خود بقیہ عورتوں اور بچوں کے بند کاٹ ڈالیں گے۔ یہ بات
مسلمانوں کی سمجھ میں آگئی۔ وہ پھرے انہوں نے مردہ عیسائیوں کے ہتھیار
لئے گھوڑے پکڑے اور ان پر سوار ہوئے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے انہوں
نے اس شدت سے حملہ کیا گویا وہ تازہ دم تھے اور ابھی لڑائی میں شریک
ہوئے ہیں۔ ان مسلمانوں کے حملے کرنے سے جنگ کی آگ اور بھی تیزی
سے مشتعل ہو گئی۔ سرفروش تیزی کے ساتھ پہلے سے زیادہ لڑنے اور کٹ
کٹ کر گرنے لگے جگہ جگہ مردوں کے ڈھیر لگ گئے اور خون کے چکدے
جم گئے تمام عورتوں نے ایک دوسرے کے بند کاٹ ڈالے بچوں کی بھی
بندشیں کاٹ دیں سب آزاد ہو گئے۔

عورتوں نے تلواریں اٹھا لیں۔ وہ بھی میدان کارزار میں کود پڑیں اور
انہوں نے بھی حملے شروع کر دیئے عورتوں نے تلواریں اٹھالیں۔ وہ بھی

میدان کارزار میں کود پڑیں اور انہوں نے بھی حملے شروع کر دیئے چونکہ
اس وقت وہ جوش غضب میں بھری ہوئی تھیں سوائے لڑنے کے اور کوئی
خیال نہ تھا۔ اس لئے وہ اس بات کو بھول گئیں کہ ان کے سروں پر چادریں
نہیں ہیں اور ان کے ریشمیں ڈوپٹے تلواریں چلانے لپکنے اور دوڑنے کی
وجہ سے ان کے نازک سروں سے ڈھلک گئے ہیں۔

وہ ایسی غیظ وغضب میں بھری ہوئی تھیں کہ ہیبت وجلال کی دیویاں
معلوم ہوتی تھیں وہ عیسائی سواروں کے گھوڑوں پر تلواریں مارتی تھیں
گھوڑے پچھلے دو پیروں پر کھڑے ہو کر گرا دیتے تھے، عورتیں اس پر جا پڑتی
تھیں اس سے لپٹ جاتی تھیں اور تلوار یا شمشیر سے اس کا گلہ کاٹ دیتی
تھیں میرونہ کچھ زیادہ دور نہ تھی بلکہ قریب ہی ایک چٹان پر کھڑی تھی۔

جب انہوں نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا تو وہ چٹان سے نیچے
اتری۔ سواروں سے بچتی ہوئی عورتوں کے پاس آئی حضرت خولہ نے دیکھ
لیا۔ انہوں نے جلدی سے بڑھ کر اس کے بند کاٹے اسے ایک تلوار دی وہ
بھی تلوار لے کر عیسائیوں پر جا پڑی مگر وہ ادھر ادھر کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ
لڑتے لڑتے ایک پتھر کے قریب پہنچی اس نے دیکھا کہ جوروش لبنیٰ تلوار لئے
جنگ میں مصروف ہے اسی کی اس کو تلاش تھی اس کے پاس پہنچی۔

اس نے لبنیٰ کو دیکھا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی نازک خوبصورت اور دلفریب
چہرہ پر جوش وغضب سے گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ سرخی چھا گئی تھی۔ ہوشربا
مست ورسیلی آنکھیں غیظ وغضب کی بجلیاں گرا رہی تھیں اس کے نازک سر سے
دوپٹہ پیچھے کی طرف ڈھلک گیا تھا۔ گھونگھریالی سیاہ زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔

اس کا چہرہ جلالت وسطوت کا مظہر بن گیا تھا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ میرونہ پر بھی اسکا رعب چھا گیا اس نے دیکھا کہ عیسائی سوار پر ایک عرب دوشیزہ اپنی ہوشربا نظروں سے غیظ وغضب کی چنگاریاں، اپنے دلفریب بشرہ سے رعب وادب کی بجلیاں گراتی بڑھی اپنے نرم ونازک ہاتھ سے تلوار ماری۔ عیسائی نے اس پیکر حسن کو غصے کی حالت میں دیکھا وہ رعب اور دہشت سے کانپتا ہوا۔ گھوڑے سے گرا اس کے گھوڑے سے گرتے ہی لبنیٰ نے لپک کر اس کو تلوار ماری۔ تلوار اس کا آدھا سر اڑا گئی اور سوار گر کر تڑپنے لگا۔ شہزادی میرونہ اس ملکۂ حسن کی یہ قوت دیکھ کر حیران رہ گئی آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔

وہ بڑھی اور بڑھ کر لبنیٰ کو سینے سے لگا لیا۔ لبنیٰ چونکی اس نے گھوم کر شہزادی میرونہ کو دیکھا وہ اسے دیکھ کر شرما گئی۔ میرونہ نے کہا جس ملک، قوم میں اور جس قبیلہ میں تم جیسی نازآفریں پری پیکر پرجوش نڈر اور بہادر لڑکیاں ہوں وہ کبھی بھی زیر نہیں ہو سکتے۔

لبنیٰ نے کہا میرونہ یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہے آؤ میرے ساتھ مل کر لڑو دونوں بڑھیں اور دوسری عورتوں کی طرح جنگ شروع کر دی۔

لڑائی نہایت خونریزی سے ہو رہی تھی۔

انسانی ہستیاں گھاس پھوس سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ پھولوں کی طرح سے کاٹی جارہی تھیں۔ موت نہایت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ حضرت ضرار نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک زنگی ریشم کے کپڑے پہنے زنگیوں کو جوش دلا

رہا ہے۔ انہوں نے قیاس سے سمجھ لیا کہ ریشمی لباس والا زنگی ضرور زنگیوں کا سردار ہے وہ اس کی طرف بڑھے سردار نے انہیں بڑھتے دیکھا وہ بھی تیار ہو گیا قریب پہنچتے ہی اس نے ضرار پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔

ضرار نے اس کا وار روک دیا۔ اس نے جوابی نیزہ مارا۔ سردار نے ڈھال سامنے کر دی لیکن اس کا ہاتھ کانپ گیا خوف سے آنکھیں جھک گئیں۔

نیزہ سینے پر پڑا زرہ کو توڑ کر سینہ چھید کر اَنی جگر کے پار ہو گئی اس نے ایک دلخراش چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا اس کے گرتے ہی زنگیوں پر ہیبت طاری ہو گئی وہ پیچھے ہٹے۔

ضرارؓ، سعد، ریاض اور چند دوسرے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بہت سے زنگیوں کو مار ڈالا ٹھیک اس وقت جب کہ ضرار نے زنگیوں کے سردار کو قتل کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مکسوح پر حملہ کر دیا۔

مکسوح بہادر تھا سامنے آ گیا اس نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے ان کا حملہ روکا اور خود بھی حملہ کر دیا خالدؓ نے اس کا حملہ روکا۔ اس نے طیش میں آ کر اس پر تلوار کا وار کیا۔ مکسوح نے ڈھال پر روکا تلوار نے ڈھال کو کاٹ ڈالا، مکسوح گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

حضرت خالدؓ نے بڑھ کر ایک حملہ کیا تلوار اس کے تاج پر پڑی تاج کٹ گیا۔ سر میں دو انچ گہرا زخم ہو گیا۔ مکسوح پیچھے پھر کر بھاگا۔ حضرت خالدؓ اس کے پیچھے دوڑے انہوں نے اس کے برابر پہنچ کر اس کو تلوار ماری چونکہ اس کے پاس ڈھال نہ تھی تلوار گردن پر پڑی گردن کٹ گئی لاش زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ عیسائیوں نے اپنے بادشاہ کو گرتا ہوا دیکھا وہ بدحواس ہو گئے۔

انہوں نے پشت پھیر کر بھاگنا شروع کیا۔ مسلمان ان کے پیچھے لپکے ان کی تلواریں بھگوڑوں کے سروں پر پڑیں لاتعداد عیسائی کٹ کٹ کر گرے۔

دور تک عیسائیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ قیطارس چند عیسائیوں کے ساتھ ابھی تک لڑ رہا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ اس کا منہ مسلمانوں کی طرف تھا۔

ریاض اس کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ وہ ریاض کو جانتا تھا اس کی دلیری سے بخوبی واقف تھا۔ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سہم گیا۔ ریاض نے اس کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا۔ قیطارس نے ڈرتے ڈرتے اس کا حملہ روکنا چاہا۔ مگر اس کے دل میں ریاض کا خوف بیٹھ گیا تھا۔

اس کا ہاتھ کانپ گیا اور ڈھال ہاتھ سے گری۔ تلوار اس کے سر پر پڑی۔ تاج اور خود کو کاٹ کر حلق تک اتر گئی۔ اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا اس کے گرتے ہی عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے پریشان ہو کر گھبرا گئے پیچھے پھرے اور بے تحاشا بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

بہت سے قتل کر دیئے گئے اور اکثر کو اسیر کر لیا گیا۔ بالآخر میدان کارزار عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ اب تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس جنگ میں کل پانچ مسلمان شہید ہوئے۔ عیسائی چار ہزار مارے گئے اور چھ سو گرفتار کر لئے گئے۔

رافع نے بڑھ کر خالدؓ، ضرار، ریاض اور دوسرے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا انہوں نے پوچھا آپ کو ہمارے حملہ کرنے کی اطلاع کیسے ہوئی۔
حضرت خالدؓ نے کہا ہم لڑائی میں مشغول تھے میرے پاس ایک مسلمان آیا

اس نے بتایا کہ عیسائیوں نے عورتوں پر حملہ کر دیا ہے۔ رافع اور ان کے ہمراہی نیز تمام بچے گرفتار ہو گئے۔ عورتوں کا کیمپ لوٹ لیا گیا مجھے یہ سن کر بڑا رنج ہوا۔ اگر تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جاتی تو سب کے سب آل اولاد کی محبت میں بے قرار ہو کر بھاگ پڑتے۔

میں نے اسے ہدایت کر دی کہ وہ اس کا تذکرہ دیگر مسلمانوں سے نہ کرے۔ میں نے فوراً عمرو بن العاص سے یہ واقعہ بتایا انہیں اپنی جگہ مقرر کیا اور چھ سو شہسواروں کو ہمراہ لے کر دوڑا۔ خدا نے مدد کی اور ہم نے عیسائیوں کو پا لیا۔ خدائے بزرگ و برتر کا احسان ہے کہ اس نے فتح دی۔

قیدیوں کو رہائی ملی اب جلدی واپس چلو۔ آج نہایت خونریز جنگ ہو رہی ہے۔ جلد سے جلد میدان کارزار میں پہنچ جانا چاہئے۔ تمام مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ مردہ عیسائیوں کے لاتعداد گھوڑے پھر رہے تھے۔

مسلمانوں نے تمام گھوڑوں کو پکڑا عیسائیوں کے ہتھیار، بیش قیمت کپڑے تاج اور دوسرے سونے چاندی کی اشیاء جمع کیں۔ وہ مال بھی جو عیسائی لوٹ کر لے چلے تھے۔ اکٹھا کیا۔ سب سامان گھوڑوں پر لادا۔ عورتوں بچوں عیسائی قیدیوں کو گھوڑوں پر سوار کرایا۔ اور تیزی سے لوٹ کر واپس چلے۔

OOO

چودھواں باب

عظیم الشان فتح

علی الترتیب جلد جلد پیش آنے والے جنگی واقعات کی وجہ سے ہم عظیم الشان جنگ کے حالات لکھنے سے قاصر رہے جو تمام مسلمانوں اور سارے عیسائیوں میں ہو رہی تھی چونکہ عیسائیوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جنگ کا آج ہی فیصلہ کر لیا جائے! اس لئے وہ نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ بربری، اہل بجاۃ، اہل نوبہ سب ہی خون آشام جنگ میں مصروف تھے۔ مسلمان بھی سر جھکائے نہایت عزم واستقلال سے جدال وقتال کر رہے تھے۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ مشرق سے مغرب تک تلواریں جلد جلد اٹھتیں اور انسانوں کے سمندر میں ڈوبتی نظر آتی تھیں۔ چونکہ دو ثلث دن گزر چکا تھا اس لئے جنگ کی آگ اور بھی تیز بھڑکنے لگی تھی۔ انسانوں کو انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی تھی۔ وہ نہایت ہی بیدردی سے خون بہا رہے تھے۔

آفتاب کو ڈھلتے دیکھ کر پطرس بھی جنگ میں کود پڑا تھا وہ بہادر تھا۔ نہایت شجاعت سے لڑنے لگا تھا۔ اپنے قائد اعظم کو مڑتے ہوئے دیکھ کر عیسائیوں میں جوش وغضب کا طوفان امڈ آیا تھا۔ وہ نہایت جوش اور دلیری سے لڑنے لگے تھے۔

مسلمان بھی مقدور بھر طاقت سے لڑ رہے تھے وہ نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے۔ سب کے سب اپنے خدا کی مدد نازل ہونے کے نعرے لگا رہے تھے اس نعرہ سے ان میں نیا جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اس وقت کے تحت میں کوہ شکن حملہ کر رہے تھے ہر حملہ میں سیکڑوں نہیں ہزاروں عیسائیوں کو مار مار کر وہیں بچھا دیتے تھے مگر عیسائی اتنے کثیر التعداد تھے کہ ہزاروں قتل ہونے کے باوجود بھی کم نہ ہوتے تھے۔

مرنے والوں کی جگہ تازہ دم مسیحی پچھلی صفوں سے آگے بڑھ آتے تھے۔ مسلمانوں کی نہ زیادہ صفیں تھیں نہ تازہ دم مسلمان کہیں سے آ سکتے تھے۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا لڑ رہا تھا۔

کہیں کہیں ایک مسلمان پر پچاس پچاس سو سو عیسائی ٹوٹے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے اسے گھیر کر اس پر حملہ کر رہے تھے لیکن کوئی مسلمان بھی خائف وترساں نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ ہر شخص نہایت جوش اور دلیری سے لڑنے میں مصروف تھا۔

چونکہ محاذ جنگ کی میل طولانی تھا عیسائیوں کی صفیں شرقاً غرباً افق سے ملی ہوئی تھیں۔ مسلمان بھی ان کے برابر ہی برابر پھیلے ہوئے تھے اور نہایت زور وشور کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی۔

ہر آدمی اپنے حال میں اسیر تھا۔ اس لئے میمنہ والوں کو میسرہ والوں

کی اور میسرہ والوں کو میمنہ والوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ مسلمان خدا پر بھروسہ کئے ہوئے جنگ میں مصروف تھے عیسائی ہر جگہ ہر آدمی پر نہایت شدت سے جنگ کر رہے تھے۔

لیکن وہ ننگی تلواروں کی طرح جمے ہوئے تھے، ایک قدم پیچھے نہ ہٹے تھے البتہ ذرا سا موقع ملنے پر ہی آگے بڑھ جاتے تھے، انہوں نے عیسائیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا تھا وہ صفوں میں گھس کر کمال جرأت سے لڑ رہے تھے۔ جہاں تک نظر جاتی تھی جلد جلد اٹھ کر خون کے فوارے برساتی نظر آتی تھیں۔ ہاتھوں، پیروں، سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے تھے۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں لاشیں پڑی ٹھوکریں نہ کھا رہی ہوں۔ خون اس قدر بہہ گیا تھا کہ ریتلی زمین نمناک ہو گئی تھی۔ عیسائیوں میں طبل جنگ نہایت زور زور سے بجایا جا رہا تھا نرسنگھے کریہہ آوازوں میں پھونکے جا رہے تھے۔

قومی نعرے نہایت زور شور سے لگائے جا رہے تھے زخمی چلا رہے تھے، مرنے والے چیخیں مار رہے تھے ان تمام آوازوں نے مل کر شور محشر بپا کر رکھا تھا۔ چلا چلا کر باتیں کرنے پر بھی کسی کو کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ میدان جنگ میں تو کیا اس سے میلوں دور بھی کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

بادل کی ہیبتناک گرج، طوفان کا ہولناک شور، بجلی کی لرزہ بر اندام کڑک ایسا خوف طاری نہیں کر سکتے جیسا ان آوازوں سے ہو رہا تھا ان آوازوں کو سن کر امن پسند چرند اور پرند وہاں سے دور تک بھاگ گئے تھے۔

جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ دونوں فریق بڑے جوش سے لڑ رہے تھے آج عیسائیوں نے ہاتھیوں زنگیوں اور فواد کو میمنہ اور میسرہ

قلب میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر جگہ یہ سب نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے اور نہایت خونخواری سے لڑ رہے تھے وہ مسلمانوں کو پیس ڈالنا چاہتے تھے۔ یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہوتے ہوئے کمال دلیری سے ان کی کثرت کا خیال نہ کرتے ہوئے لڑ رہے تھے یہ مصنوعی واقعات نہیں ہیں غلط طور پر بیان نہیں کئے جا رہے ہیں۔ امر واقعہ ہے سچی داستان ہے تاریخیں اٹھا کر دیکھ لیجئے ایک ایک لفظ مطابق پائیں گے۔

مسلمانوں نے ایسی سیکڑوں نہیں ہزاروں لڑائیاں لڑی ہیں جس میں دسواں اور بیسواں حصہ بھی نہ تھے اور پھر فتحیاب ہوئے تاریخیں ان کی حیرت انگریز دلیری کے کارناموں سے بھری پڑی ہیں کسی قوم کی تاریخ ایسے دلیرانہ واقعات پیش نہیں کرتی غیر مسلم تو غیر مسلم آج کل کے مسلمان بھی جو تاریخی دنیا سے ناآشنا محض ہیں اپنے اسلاف کے کارنامے سن کر اور پڑھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

لوگ دریافت کرتے ہیں کہ قرون اولیٰ کے مسلمان اس قدر بہادر کیوں تھے۔ اکثر ناواقف مسلمانوں کے دل میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے اگر وہ ہمارے اسلاف کی سیرتوں پر نظر کریں تو انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے۔ وہ تارک الدنیا تھے عیش و عشرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ پاکباز زندگی بسر کرتے تھے خدا پر اعتماد رکھتے تھے۔ موت کے آرزومند تھے۔ جنت کے طلب گار تھے اس لئے بہادر تھے۔ بے خوف ہو کر لڑتے تھے خدا ان کی مدد کرتا فتح یابی اور کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

مسلمان لڑ رہے تھے۔ نہایت دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے
تھے۔ عیسائیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا ہاتھیوں پر زعم تھا۔ فواد پر زنگیوں کو
بھروسہ تھا بڑے طیش اور جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے۔

انہیں غصہ آ رہا تھا کہ مٹھی بھر مسلمان ان کے قابو میں نہیں آتے پیچ
وتاب کھا کھا کر ٹوٹ رہے تھے۔ نہایت جوش سے لڑ رہے تھے میسرہ کے
عیسائیوں نے سیلاب کی طرح بڑھ کر مسلمان کو آزمایا مسلمانوں نے ڈٹ
کر مقابلہ کیا پچھلے عیسائیوں نے آگے والے عیسائیوں کو ریلا۔ اگلے عیسائی
اور بڑھے، مسلمان ان کی زد میں آ کے بہہ گئے ہر چند انہوں نے رکنا چاہا
لیکن رک نہ سکے۔ ہاتھیوں کے ریلے، زنگیوں کے حملے، فواد کے بڑھنے
نے انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ میسرہ میں زبیر بن العوام مقداد بن اسود الکندی
اور میتب بن وحبہ انواری تھے۔ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے اور عیسائیوں
کے دلیرانہ بڑھنے سے انہیں طیش آ گیا، زبیر نے بلند آواز سے کہا:

مسلمانو! تم خدا کی نافرمانی کر کے پیچھے ہٹ رہے ہو کیا موت سے
بھاگتے ہو کیا بھاگ کر موت کے پنجے سے نکل جاؤ گے خدا کی قسم اگر تمہاری
موت آ گئی ہے تو ہم سات تالوں میں بھی نہیں بچ سکتے پھر کیوں بزدل بن
کر نافرمانی کر کے اس کا غضب مول لے کر بھاگ رہے ہو آؤ خدا کا نام
لے کر حملہ کرو۔

تمام مسلمان اس آواز کو سن کر لوٹے! انہوں نے جوش میں آ کر
عیسائیوں پر حملہ کیا عیسائی سینہ سپر ہو گئے لیکن وہ جوشیلے مسلمانوں کو نہ روک
سکے۔ جس قدر بڑھے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔

مسیب نے پچاس مجاہدوں کو لے کر ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ نیزوں
سے ان کی آنکھیں پھوڑنی اور تلواروں سے سونڈیں کاٹنی شروع کر دیں۔
ہاتھی چنگھاڑ کر بھاگنے لگے وہ ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے کہ جو
چیز ان کے سامنے آئی اسی کو کچلتے روندتے پامال کرتے دور تک چلے گئے
ان کے اس طرح بھاگنے سے ہزاروں عیسائی کچلے گئے۔ سینکڑوں گھوڑے
روندے گئے بیسیوں زنگی جو عماریوں میں بیٹھے تھے، گر کر پامال ہو گئے۔
عیسائیوں میں ان ساتھیوں کے بھاگنے سے سراسیمگی اور گھبراہٹ طاری
ہوئی اور وہ ڈر کر کسی قدر پیچھے ہٹ گئے جس وقت مسیب نے ہاتھیوں
پر حملہ کیا تھا اسی وقت زبیر بن العوام نے فواد پر یورش کر دی تھی آج بھی فواد
کے زنگی بربری پکڑے ہوئے گرز اندازی کی ترغیب دے رہے تھے۔

فواد ایسے قد و قامت کے تھے کہ انہیں دیکھ کر انسان گھوڑے اور اونٹ
تو سب ہی ڈر جاتے تھے ان کا بدن سیاہ تھا۔ آنکھیں ہر وقت انگارہ سی
بنی رہتی تھیں۔ ہاتھیوں اور شیروں کی کھالیں شانوں پر سے لا کر میں بندھی
ہوئی تھیں۔ موٹی موٹی زنجیروں کے لٹ کمر میں دیئے ہوئے تھے۔ وزنی
گرز ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے اور مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے۔

جو مسلمان ان کے قریب پہنچتا تھا اس پر ایسا گرز مارتے تھے کہ اس
کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ جاتی تھی اور اگر گھوڑے کی کمر نہ ٹوٹتی تو مسلمان
شہید ہو جاتے تھے۔ لیکن مسلمان ان سے ڈر نہ رہے تھے وہ برابر ان سے
لڑ رہے تھے، انہوں نے دس بیس فواد کو مار ڈالا۔

زبیر نے معہ سو مجاہدوں کے بربریوں پر حملہ کر دیا۔ بربری اس سے

پہلی جنگ میں دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں نے ان کی زیادہ تعداد قتل کر ڈالی تھی اس لئے خوفزدہ تھے، مسلمانوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر اپنے خائف ہوئے کہ بغیر مقابلہ کئے زنجیریں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر فوادی زنجیریں پکڑ لیں اور انہیں مسیحیوں کی طرف پھر ان سے عیسائیوں پر حملہ کرنے کے لئے کہا لیکن یا تو وہ سمجھتے ہی نہیں یا مجبور انہوں نے عیسائیوں پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر مسلمانوں کو غصہ آیا۔ انہوں نے ان کی کمروں پر نیزوں سے چرکے دینے شروع کئے۔

فوادونوں کی طرح سے بلبلانے لگے، جان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے عیسائیوں پر گرز چلانے شروع کئے۔ ان کا گرز جس مسیحی پر پڑتا تھا خود کھوپڑی میں گھس کر دماغ کو پاش پاش کر دیتا تھا۔ سینکڑوں گھوڑے ہزاروں عیسائی انہوں نے مار ڈالے تھے۔

عیسائی ان دیوقامت زنگیوں کے حملہ کی تاب نہ لا کر اور پیچھے ہٹے۔ مقداد بن اسود الکندی نے عیسائیوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے للکار کر مسلمانوں کو بڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان بڑھے اور نہایت جوش میں آ کر بڑے زور سے حملہ کیا پہلے ہی حملہ میں ہزاروں عیسائیوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔

عیسائی گھبرا گئے، ڈر گئے، بے تحاشا منہ پھیر کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے پیچھے انہیں مارتے کاٹتے چلے گئے۔ اس طرح میسرہ کے مسلمانوں کی شکست فتح سے بدل گئی لیکن ایک محاذ پر یہ شکست سے کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا۔ دوسرے محاذات پر نہایت شدومد سے

جنگ ہو رہی تھی۔ خصوصاً قلب میں پطرس خود موجود تھا نہایت جانبازی سے لڑ رہا تھا۔ ٹڈی دل عیسائی ان کے جلو میں تھے۔ بہادر اور جری سپاہیوں، سواروں اور سرداروں کا اس کے گرد ہجوم تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کو لڑتے ہوئے دیکھ کر کمال دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ مسلمان ان کا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ، سعد، ریاض، فضل اور دوسرے چھ سو دلاور ان صف شکن کے چلے جانے سے مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ عیسائیوں کے سیلاب کو روکتے پھر بھی کما حقہ جرأت سے لڑ رہے تھے۔

اگرچہ قدم قدم پیچھے ہٹتے جاتے تھے۔ لیکن ہر قدم پر عیسائیوں کے مردوں کے ڈھیر لگاتے جاتے تھے۔ لیکن عمرو بن العاص نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے وہ کوہ شکن حملے کر رہے تھے۔ لیکن عیسائیوں کے سیلاب کو وہ بھی نہ روک سکے۔

پطرس نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اس نے عیسائیوں کو جوش دلا کر بڑھایا۔ عیسائی بڑھے مسلمانوں نے مدافعت کی۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ رکنا چاہا لیکن رک نہ سکے عیسائیوں کی راہ میں بہے چلے گئے۔ دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے عمرو بن العاص نے دیکھا انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں قلب کے مسلمان شکست نہ کھا جائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو جوش دلا کر ان کے قدم جمانا چاہے مگر عیسائیوں کے سیلاب نے ٹھہرنے نہ دیا۔ اور وہ بدستور پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

یہاں تک کہ عیسائیوں نے جوش میں آ کر نہایت شدت سے ایک اور

حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے وہ بھاگنا ہی چاہتے کہ اللہ
اکبر کے غلغلہ انداز نعرہ کی آواز آئی انہوں نے اپنی پشت کی طرف دیکھا اسی
طرف سے آواز آئی تھی انہیں حضرت خالدؓ، ریاض، سعد، ضرار، فضل اور ان
کے چھ سو ہمراہی گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے۔

انہیں دیکھ کر مسلمانوں کی ہمت بندھ گئی وہ رک گئے سنبھل گئے اور
ٹھہر کر نہایت شدت سے حملہ کیا ابھی انہوں نے حملہ ہی کیا تھا کہ حضرت
خالدؓ اور ان کے ہمراہی شیروں کی طرح گرے انہوں نے آتے ہی
عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اس قدر جلد اور شدت سے حملے کئے
کہ عیسائیوں کی صفوں کی صفیں کاٹ کاٹ کر ڈال دیں۔ مردوں کے ڈھیر
لگا دیئے خون کا دریا بہا دیا۔

عیسائی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے وہ جلدی سے پیچھے پھرے اور
نہایت تیزی سے بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے جھپٹے انہوں نے اس طرح
سے ان کو کاٹنا شروع کر دیا جیسے وہ کوئی کٹنے کی ہی چیز تھے اور ان کا کاٹنا
ضروری تھا۔ پطرس نے ہر چند عیسائیوں کو للکارا، ڈرایا، دھمکایا، جوش دلایا
مگر کسی مسیحی پر خاک اثر نہ ہوا وہ اس جگہ تک بھاگے چلے گئے جہاں سے وہ
بڑھے تھے۔

خدا خدا کر کے ان کے قدم رکے وہ سب ٹھہرے سنبھلے اور مسلمانوں
کی طرف ٹوٹ پڑے مسلمان پیچھے ہی لگے چلے آرہے تھے۔ ان کے
مقابلہ میں آتے ہی ان پر ٹوٹ پڑے عیسائی بھی ان پر جھک گئے۔ جنگ
نہایت زور شور سے ہونے لگی۔ سرفراز بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے

اور مار دھاڑ شروع ہوگئی۔

خالدؓ، ضرار اور فضل تینوں نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے۔ اور
بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف گھوڑا دوڑا کر جاتے تھے، جس
صف پر ٹوٹتے تھے، جس گروہ پر جھکتے تھے اُس طرف ہی ستھراؤ کرتے چلے
جاتے تھے۔ انہوں نے اس قدر مسیحیوں کو قتل کیا تھا کہ ان کی تعداد بغیر
خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

ان تینوں کے جسموں پر خون کی چھینٹیں پڑ پڑ کر جم گئی تھیں جو گوشت
کے لوتھڑے سے معلوم ہونے لگے تھے۔ ریاض، سعد اور عبدالرحمٰن ایک
گروہ میں تھے، یہ تینوں بھی کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جوش اور
غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ شیروں کی طرح حملے کر کر کے عیسائیوں کو
چیر پھاڑ دیتے تھے، جس طرف سے گزر جاتے تھے عیسائی کشتوں کے انبار
لگا دیتے تھے۔

انہوں نے یہاں تک قتل خونریزی کی کہ اب ان کے قویٰ جواب
دینے لگے تھے۔ اتفاق سے یا جوش کی رو میں عبدالرحمٰن ان سے آگے بڑھ
گئے سعد، ریاض برابر میں رہ گئے۔ علیف نے سعد کو دیکھا۔ وہ پانچ صد
آدمیوں کو لے کر ان پر آ ٹوٹا۔ اس نے ان دونوں کو نرغہ میں لے لیا۔

یہ دونوں دشمنوں کی کثرت سے خائف ہوئے بغیر نہایت جوش اور
دلیری اور لاپرواہی سے لڑنے لگے۔ علیف نے موقع پا کر سعد پر حملہ کیا۔
سعد اس کی زد میں آگئے۔ جب تلوار سعد کی گردن کے قریب پہنچی
تب اس نے دیکھا اور موت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی وہ قدرے

گھبرا گیا۔ اس کی آنکھیں جھپک گئیں۔ سمجھ گیا کہ موت از بس ضروری ہے۔ مگر جب آنکھ کھلی تو اس نے علیف کی لاش گھوڑے سے نیچے گرتے دیکھا اس کو تعجب ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا تو ریاض اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا وہ سمجھا گیا کہ ریاض نے علیف کا خاتمہ کر کے اسے موت کے چنگل سے بچالیا۔ اس کا دل شکریہ کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔

اس نے کہا ریاض تمہارا شکریہ ابھی ریاض کوئی جواب نہ دینے پایا تھا کہ ایک عیسائی کی تلوار اس کے شانے پر پڑی چونکہ وہ غافل تھا دشمن کی طرف متوجہ تھا۔ تلوار اپنا کام کر گئی زرہ زنجیریں کاٹ کر شانے میں اتری چلی گئی پھر بھی خیریت ہوئی کہ کچھ دور جا کر رک گئی جس سے ریاض کی موت واقع نہ ہوئی۔ لیکن وہ شدید ترین مجروح ہو گیا۔ تلوار نکلتے ہی خون کا چشمہ ابل آیا۔

سعد یہ دیکھ کر تڑپ گیا اس نے لپک کر اس عیسائی پر حملہ کیا جس نے ریاض کو زخمی کیا تھا تلوار اس کے خود پر پڑی جو خود کاٹ کر کھوپڑی چیرتے ہوئے حلق تک پہنچی عیسائی چیخ مار کر گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

ریاض نے بھی اپنی حالت کا اندازہ کئے بغیر دوسرے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ سعد بھی بپھر گیا، اس کا عزیز دوست مجروح ہو گیا تھا ایک عیسائی نے اسے مجروح کیا تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا دل میں جوش کا دریا موجزن ہو گیا تھا۔ نہایت شدت سے حملے شروع کر دیئے۔ اس کی برق وش تلوار نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا عیسائی ان دونوں کو بے جگری سے لڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔

وہ پیچھے ہٹ کر بھاگے ان دونوں نے کچھ دور تک انکا تعاقب کیا۔

چونکہ ریاض کو گہرا زخم آ گیا تھا زخم سے خون جاری تھا۔ جوش نے دوران خون میں تیزی پیدا کر دی۔ گرم گھاؤ میں تو وہ لڑتا رہا۔ لیکن جب خون زیادہ نکل گیا اور ہوا نے زخم کو ٹھنڈا کر دیا تو اس پر کمزوری نے غلبہ کر لیا اور آنکھیں بند ہونے لگیں۔ غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سعد نے اس کی یہ حالت دیکھی وہ بے قرار ہو گیا۔

جلدی سے اپنے گھوڑے سے کود کر ریاض کے پیچھے پر لگایا۔ وہ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا واپس لوٹا اور ریاض کو عورتوں کے سپرد کرنے کے لئے ان کی طرف نہایت سرعت سے چلا۔ جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی عیسائیوں کے میسرہ کو کامل ہزیمت ہو گئی تھی قلب بھی پسپا ہو گیا تھا میمنہ کے تعاقب میں عمر التیمی، ہاشم بن مضر، غانم بن عیاض الاشعری، ابوذر غفاری تھے انہوں نے مسلمانوں کو جوش دلا کر بڑھایا۔

مسلمان بڑھے نہایت شدت سے حملے کئے عیسائی اپنے قلب کو پسپا ہوتے دیکھ چکے تھے تھوڑی دیر تک وہ ڈٹے رہے۔ میگی شکست کھا کر بھاگے۔ اس میمنہ کی ہزیمت نے عیسائیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ وہ بدحواس ہو گئے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ پیچھے پھر پھر بھاگنے لگے اس وقت چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ دھوپ سمٹنے لگی تھی اس کی رنگت زردی مائل ہو گئی تھی گرمی کا انحطاط ہو گیا تھا۔ کہیں کہیں اب بھی جنگ ہو رہی تھی قلب کا کچھ حصہ بطرس کی سرکردگی میں لڑ رہا تھا۔

خالدؓ اور ضرار نے معہ آٹھ سو دلیروں کے اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں

نے ترکی بہ ترکی جواب دیا لیکن وہ مدافعت نہ کر سکے۔ جب ان کی بڑی تعداد نذر اجل ہوگئی تب وہ بھاگا اس کے بھاگتے ہی پطرس بھی بھاگا۔ پطرس کو بھاگتے دیکھ کر تمام لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔

سارے مسیحی تمام محاذات سے خائف ہو کر بھاگنے لگے۔ گویا تمام مسلمان اسی پر حملہ کرنے کے لئے دوڑے چلے آرہے ہیں وہ دوڑ کر اپنے کیمپ میں پہنچا مسلمان اس کے تعاقب میں تھے۔ کیمپ میں پہنچتے ہی پھر نہایت زور سے جنگ ہونے لگی۔ مسلمان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے عیسائی مدافعت کر رہے تھے لیکن وہ زیادہ مدافعت نہ کر سکے تھوڑی ہی دیر میں شکست کھا کر بھاگے۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ اور ان کا تعاقب کیا۔

انہوں نے سیکڑوں نہیں ہزاروں عیسائیوں کو بھاگتے بھاگتے مار ڈالے اب عیسائی لڑ نہ رہے تھے بلکہ بے تحاشا بھاگے جا رہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے لگے مارتے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ عیسائی متفرق ہو گئے تھے وہ مختلف اطراف میں بھاگ رہے تھے۔ مسلمان بھی ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے انہوں نے کہیں بھی بھگوڑے عیسائیوں کو نہ ٹھہرنے دیا۔

دن چھپتے چھپتے تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا یہ تھی وہ مشہور جنگ جس نے بجاۃ نو بہ دشوار اور دوسرے ممالک کے عیسائیوں کا ہمیشہ کے لئے استیصال کر دیا۔ اور ان کے دل مسلمانوں کا نام سُن سُن کر بید مجنوں کی طرح کانپتے رہے۔

انہوں نے پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کی ان

کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا ڈر بیٹھ گیا تھا کہ مسلمانوں کی آمد سن کر سو سو کوس دور بھاگ جاتے تھے۔ ان کی عورتیں جب بچوں کو چپ کرانا چاہتیں تو کہہ دیا کرتیں چپ رہو مسلمان آرہے ہیں۔

یہ سن کر بچہ اگر رو رہا ہوتا تو خاموش ہو جاتا تھا۔ دوسرے دن جب مسلمانوں نے کشتگان کا شمار کیا تو مسلمان پانچ سو تیس شہید ہوئے تھے اور عیسائی اکانوے ہزار تین سو ساٹھ تو میدان کارزار میں مارے گئے تھے اور پہاڑی راستوں میں پچیس ہزار لاشیں پڑی رہ گئی تھیں۔

یہ آخری دن کی تعداد ہے اس سے پہلی جنگوں میں جو لوگ مارے گئے تھے اور حضرت خالدؓ نے قیطارس اور مکسوح کے ہمراہ کو جو مارا تھا وہ ان کے علاوہ تھے۔ مہینوں عیسائیوں کی لاشیں اس سرزمین میں پڑی سڑتی رہیں۔ اس میدان کی طرف آنے سے مسیحی اس خوف سے گھبرانے لگے تھے کہ ان کے خیال میں عیسائیوں کے مردوں کی روحیں اس نواح میں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔

یہ تھی وہ خون ریز جنگ جس میں بیس ہزار مجاہدین اسلام نے تین لاکھ عیسائیوں کو شکست دے کر شاندار فتح حاصل کی تھی اور عیسائیوں پر اپنے رعب و دبدبہ کا سکہ بٹھا دیا۔

○○○

پندرہواں باب

غمزدہ حور

خالدؓ، ضرار، سعد، ریاض اور ان کے چھ سو دلیران صف شکن عیسائیوں کو شکست دے کر دختران عرب اور مال غنیمت کو لے کر اور نہایت دلیری سے چل کر اسلامی لشکر میں پہنچے وہ عورتوں کو ان کے جائے قیام پر چھوڑ کر میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے چند مجاہدین رہ گئے۔ انہوں نے خیمے نصب کئے۔ یہ وہ خیمے تھے جن کو عیسائی لیٹرے اکھاڑ کر لے گئے تھے ان میں عورتیں رہتی تھیں جیسے گول دائرے میں پہلے نصب تھے ویسے ہی آج نصب کر دیئے گئے تھے۔

جو عورتیں مجروح ہو گئی تھیں، دوسری عورتوں نے ان کے زخم صاف کر کے مرہم پٹی کس دی تھی۔ اگر چہ لبنیٰ مجروح نہ ہوئی تھی۔ مگر وہ نہایت جوش کے ساتھ لڑی تھی اس قدر مشقت سے ہلکان ہو گئی تھی اس کا سارا بدن پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔ گلابی چہرہ تمتما کر گل لالہ زار بن گیا تھا۔

حضرت خولہ نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو انہیں اندیشہ ہوا کہ

کہیں ناز آفریں لبنیٰ بیمار نہ پڑ جائے انہوں نے کہا لبنیٰ تم تھک کر چور ہو گئی ہو۔ تھوڑی دیر اپنے خیمہ میں جا کر آرام کر لو۔

لبنیٰ نے کہا میں تھک ضرور گئی ہوں لیکن آرام کرنے کا جی نہیں چاہتا۔

خولہ: نہیں تم کو آرام کرنے کی ضرورت ہے تمہارے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ابھی لبنیٰ نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ امّ آ گئیں انہوں نے لبنیٰ کو دیکھ کر کہا لبنیٰ! کیا تمہارے جسم کا خون چہرہ کی طرف عود کر آیا ہے۔ تم کس قدر دلفریب نظر آنے لگی ہو۔

خولہؓ نے ام تمیم کی طرف مخاطب ہو کر کہا لبنیٰ دھان پان ہے نازک ہے قید و بند کی صعوبتوں سے ہلکان ہو گئی ہے لڑائی کی مشقت اور آنے جانے کی محنت سے چور ہو گئی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ نصیب دشمنان اس کی کہیں طبیعت خراب نہ ہو جائے۔

ام تمیم نے کہا بے شک لبنیٰ تم اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔

اب لبنیٰ مجبور ہو گئی وہ اپنے خیمہ کے اندر جا کر آرام کرنے لگی تمام عورتیں صبح کی طرح تلواریں اور نیزے لے کر گھاس پر بیٹھ گئیں۔ رافع اپنے پانچ سو سواروں کے ہمراہ اسی جگہ کھڑے ہو گئے جس جگہ وہ صبح کھڑے ہو کر خواتین عرب کی حفاظت کر رہے تھے۔

ان سب کی نگاہیں میدان کارزار کی طرف لگی ہوئی تھیں جب مسیحیوں کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے تو انہوں نے ایک گھوڑا اس طرف آتے دیکھا۔

سب کو تعجب ہوا کہ ایک سوار تنہا کس لئے آ رہا ہے۔ اس وقت میرونہ حضرت خولہ کے پاس بیٹھی تھی۔ وہ بھی غور سے دیکھنے لگی۔ جب سوار قریب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر دو آدمی سوار ہیں۔

سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا، لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ کون گھوڑے پر سوار ہے البتہ انہوں نے دیکھا کہ گھوڑا تیزی سے آ رہا ہے۔

سب کی نگاہیں گھوڑے پر سواروں کی طرف لگیں اور تمام عورتیں کھڑی ہو گئیں تھوڑی دیر میں گھوڑا قریب آ گیا اور ان سب نے دیکھ کر پہچان لیا۔

یہ سعد اور ریاض تھے۔

ریاض آگے تھا۔ اس کا سر سعد کے شانے سے لگا ہوا تھا۔ میرونہ نے جلدی سے کہا ریاض شاید زخمی ہو گئے ہیں۔

حضرت خولہ پہلے ہی سمجھ گئیں تھیں۔

انہوں نے تاسف آمیز لہجہ میں کہا آہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب سعد قریب آ گیا خولہ، میرونہ، امّ تمیم، مزروعہ اور امّ ابان اس کی طرف بڑھیں۔ اب ام تمیم نے دریافت کیا:

سعد بر ریاض کو کیا ہو گیا ہے۔

سعد سخت غمزدہ ہو رہا ہے۔ اس کا چہرہ غم اور افسوس میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں سے بے حد رنج ٹپک رہا تھا۔

اس نے غم بھرے لہجہ میں کہا:

ریاض زخمی ہو گئے ہیں۔

زخم گہرا ہے۔ خون زیادہ نکل گیا ہے اور کمزوری کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔

یہ سن کر تمام عورتوں اور لڑکیوں کو بے حد رنج ہوا۔

شہزادی میرونہ سب سے زیادہ غم انگیز نظر آنے لگی۔

اس نے جلدی سے دریافت کیا کس طرح ہو گئے؟

سعد نے میرونہ کو دیکھا۔ وہ غم میں ڈوبی معلوم ہونے لگی تھی۔ اس نے کہا:

مجھ پر ایک مسیحی بادشاہ نے حملہ کیا میری آنکھیں جھپک گئیں۔ مجھے موت کا یقین ہو گیا تھا۔

مرنے میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا۔

اس شیر دل کی نظر پڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی اس پر حملہ کیا اور اسے کاٹ کر ڈال دیا۔

لیکن مجھے بچانے میں احتیاط کو چھوڑ دیا۔

اپنی حفاظت سے غافل ہو گیا ایک شقی نے تلوار ماری یہ شدید طور پر مجروح ہو گیا۔ لیکن اس حالت میں بھی لڑا۔

کئی ایک مسیحی کو قتل کیا میں نے بھی زخم معمولی سمجھا۔

مگر جب خون زیادہ نکل گیا تو بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ میں نے دیکھ لیا۔ اور فوراً ہی اس کے عقب میں سوار ہو کر دشمنوں کے نرغہ سے نکال لیا۔ کاش میں مارا جاتا۔

دفورِ غم سے سعد کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے ٹپک کر اس کے رخساروں پر لڑھکنے لگے۔ تمام عورتوں کو بے حد ملال ہوا۔

شہزادی میرونہ نے دبی زبان سے کہا: آہ غریب لبنیٰ نیم مردہ ریاض کو دیکھ کر تیرا کیا حال ہوگیا۔

ام تمیم، خولہ اور شہزادی میرونہ نے سہارا دے کر نیم مردہ ریاض کو اتارا سعد بھی اترا اس نے اُم تمیم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"یا سیدہ! یہ غریب الوطن ہے تنہا ہے خدا کے لئے اس کا زخم دھو کر جلدی سے مرہم لگا دیجئے۔

ام تمیم نے کہا: سعد یہ تنہا نہیں ہے ہم سب کا بھائی ہے۔ ہم بھائی سے زیادہ اس کی تیمارداری کریں گے۔ انہوں نے اسے گھاس پر لٹا دیا۔ سعد نے مشکل سے اس کا کرتہ پھاڑ کر زرہ اتاری۔

زخم گہرا تھا اس سے اب بھی خون رس رہا تھا جس نے بھی زخم کو دیکھا اسے چکر سا آگیا۔ گویا سب کو ریاض کی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ اتنا گہرا زخم ہونے پر زندگی کی کوئی توقع نہ کی جا سکتی تھیں۔ ریاض بالکل بے ہوش تھا۔ آنکھیں بند تھیں اعضاء بے حس و حرکت تھے وہ اب بھی مردہ سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ سفید ہوگیا تھا۔ جس میں بجائے سرخی کے زردی چھا گئی تھی۔ سعد اس کے قریب سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت اس کی نظروں میں دنیا تاریک تھی۔ وہ غم و حیرت کا مجسمہ بن گیا۔

شہزادی میرونہ کبھی اسے دیکھتی اور گاہے نیم مردہ ریاض کو آج اسے

معلوم ہوا کہ حقیقی دوستوں کو ایک دوسرے کے دکھ کا کس قدر احساس ہوتا ہے اس کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ اگر ریاض مر گیا تو سعد ہرگز زندہ نہ رہیں گے اور سعد کی موت اس کی موت ہوگی۔

وہ کانپ گئی۔ اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ خوب صورت آنکھیں غم میں ڈوب گئیں۔ نازک لب کانپنے لگے۔

خولہ نہایت جلد بازی سے پانی کا چھاگل لائی۔ ام تمیم نے زخم دھونا شروع کیا۔

شہزادی میرونہ اور سعد کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے وہ دونوں غم کی گہرائیوں، رنج و غم کی دلدل اور حسرت و افسوس کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں زخم دھل کر صاف ہوا۔ ام ابان نے مرہم لگایا خولہ نے صاف کپڑا لا کر دیا۔ ام تمیم نے پٹی باندھی۔ ریاض اب بھی بے ہوش تھا۔ خولہ نے سعد سے کہا آپ نے ریاض کو کس طرح رکھنے کی تجویز کی ہے۔ سعد غم کی گہرائیوں سے نکلا۔ اس نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا میری عقل دفور غم سے سلب ہوگئی ہے۔ دماغ خراب ہوگیا ہے۔ سمجھ کام نہیں کرتی نہ میں نے کچھ تجویز کیا ہے اور نہ تجویز کر سکتا ہوں۔

حضرت خولہ نے کہا بیمار کی تیمارداری عورتیں ہی خوب کر سکتی ہیں یوں تو ہر عورت اسے اپنے خیمہ میں رکھ کر اس کی تیمارداری پر آمادہ ہو جائے گی۔ مگر سب سے زیادہ وہ حق آپ کا ہے۔ یہ آپ کا دوست ہے جس خیمہ میں آپ کہیں اسے لے جایا جائے۔

سعد نے کہا میرے خیمہ پر لبنیٰ اور میرونہ دو عورتیں ہیں۔ یہ دونوں باری باری سے اچھی طرح تیمارداری کر سکیں گی۔

ام تمیم نے کہا آپ کا خیال درست ہے مگر وہ دونوں ناتجربہ کار لڑکیاں ہیں۔ ریاض کی حالت نازک ہے ذرا سی غلطی خوفناک نتیجہ پیدا کر دے گی۔

شہزادی میرونہ نے اپنا سر اٹھایا اور اس نے کہا ہم کبھی غلطی نہ کریں گے رات اور دن تیمارداری کرتے رہیں گے۔ لہٰذا ان کو ہمارے خیمہ پر لے چلئے۔ سعد نے کہا میں خود بھی ہر وقت ریاض کے پاس رہنا چاہتا ہوں اگر اسے کسی دوسرے خیمہ میں رکھا گیا تو میری موجودگی کے باعث اہل خیمہ کو تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ ریاض کو میرے خیمہ میں لے جایا جائے۔

خولہ نے کہا تم نے سچ کہا ہم سب بھی وقتاً فوقتاً اس کی خبر لیتی رہیں گی۔

اب سعد ام تمیم، خولہ، ام ابان اور میرونہ نے ریاض کو اٹھایا آہستہ سے لے کر خیمہ کی طرف چلیں۔ لبنیٰ کا خیمہ کچھ دور نہ تھا بہت جلد وہ خیمہ میں داخل ہوئیں۔

لبنیٰ ایک طرف بیٹھی اپنے آنچل سے ہوا کر کے پسینہ خشک کر رہی تھی۔ اس کا خوب صورت چہرہ ایسا شہابی ہو گیا تھا جیسے کہ گلاب کے پھول کا رنگ اس نے چرا لیا ہے۔ گلاب کے پھولوں میں وہ شادابی و تر و تازگی اور شوخ گلابی رنگت نہ تھی جو اس حور وش کے بشرہ میں تھی۔ اس نے اپنی سیاہ مست و رسیلی آنکھیں اٹھا کر آنے والوں کو دیکھا تو لاش نظر آئی۔ ابھی اس نے اس کی صورت نہ دیکھی تھی وہ سمجھی کہ سعد زخمی ہو گئے۔

نازک اندام دوشیزہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا: کیا بھائی صاحب زخمی ہو گئے؟

شہزادی میرونہ نے ہمدردانہ نظروں سے اس دُریکتا کو دیکھتے ہوئے کہا سعد نہیں بلکہ ریاض زخمی ہو گئے ہیں۔

یہ روح فرسا خبر سن کر پری جمال لبنیٰ کے دل پر گویا بجلی گری۔ کلیجہ میں گویا دھکا سا لگا۔ دل بیٹھ گیا گورے گورے گالوں سے گلابی رنگ اڑ گیا۔ عارضِ تاباں پھیکے پڑ گئے آنکھیں غم کی گہرائیوں میں ڈوب گئیں۔ لعل بدخشاں کو شرمندہ کرنے والے نازک لب قرمزی ہو کر کانپنے لگے۔ وہ لرز گئی۔ اس کے حواس جواب دینے لگے۔

پھولوں سے زیادہ نازک بدن پسینہ سے شرابور ہو گیا۔ ایک خفیف آہ کی آواز کراہنے کے طور پر نکلی۔ غنیمت ہوا کہ کسی نے نہ سنا۔ وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے خوب صورت سر کو پکڑ لیا۔ آنے والوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی وہ تمام ریاض کی طرف متوجہ تھے۔ البتہ شہزادی میرونہ نے دیکھ لیا۔

وہ اس کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر تڑپ گئی۔ جلدی سے اس کے پاس پہنچی۔ اس نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اپنے استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دو سنبھلو ورنہ بدنام ہو جاؤ گی۔

لبنیٰ نے خوب صورت مگر غمزدہ نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس کا افسردہ چہرہ اس کے بڑھے ہوئے غم کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کا سر گھومنے لگا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اپنے نازک ہاتھ سے تھام لیا۔

اس عرصہ میں ریاض کو گدگدے بستر پر لٹا دیا گیا۔ سعد اس کے قریب بیٹھ گیا۔ عورتیں مرد اور لڑکیاں باہر چلی گئیں۔ شہزادی میرونہ لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔

چونکہ یہ تمام لوگ چپ چاپ تھے۔ اس لئے تمام خیمے میں خاموشی چھا گئی۔ شہزادی میرونہ لبنیٰ کی کیفیت دیکھ رہی تھی لبنیٰ بھائی کی موجودگی کی وجہ سے انتہائی ضبط سے کام لے رہی تھی اسے خوف ہوا کہ مبادا اس کا بڑھا ہوا ضبط اس کے لئے مہلک ثابت نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ سعد بھی سخت غمزدہ ہے۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ سعد کا غم بڑھ کر خطرناک نہ ہو جائے اس کی عقل نے اسے یہ مشورہ دیا کہ اگر سعد پھر میدان کارزار کے طرف چلا جائے تو لڑائی میں شامل ہونے سے اس کا خیال بٹ جائے گا اور لبنیٰ تنہائی میں رہ کر اپنے دل کا بخار نکال لے گی۔ اس طرح آنے والے خطرات دور ہو جائیں گے۔

یہ سوچتے ہی اس نے سعد سے کہا آپ فضول اس قدر غمگین ہیں چونکہ ریاض کے جسم سے خون زیادہ نکل گیا تھا اسی لئے ان پر بے ہوشی طاری ہے۔ ورنہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔

سعد نے اپنا سر اٹھایا۔ غم ورنج نے اس پر بڑا اثر کیا تھا۔ میرونہ اس کا غمزدہ چہرہ دیکھ کر کمال متاثر ہوئی۔ سعد نے غم میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا۔ خدا کرے کوئی خطرہ نہ ہو۔

شہزادی میرونہ نے تکلف آمیز لہجہ میں کہا اطمینان رکھئے کوئی خطرہ نہیں ہے! سنتی ہوں کہ آپ کے یہاں جہاد کا بڑا ثواب ہے؟

سعد نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ہاں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے۔

میرونہ: اور جہاد سے رکنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

سعد: بے شک۔

میرونہ نے سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن آپ جہاد کو چھوڑ کر خیمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

سعد چونک پڑا جیسے اس کو کوئی چیز یاد دلائی گئی ہو۔ اس نے کہا افسوس اور غم وفکر کے غلبہ نے مجھے اس کی یاد بھلا دی۔

میرونہ آپ جائیے جہاد میں شریک ہو جائیے ریاض کی طرف سے بے فکر رہئے۔ یقین ہے کہ آپ کی واپسی تک انہیں ہوش آ جائے گا۔

سعد نے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا تمہارا شکریہ تم نے مجھے میرا فرض یاد دلا دیا یقین ہے کہ تم میری واپسی تک ریاض کی اچھی طرح خبر گیری کرو گی؟

میرونہ: ہاں میں بھی اور لبنیٰ بھی۔

سعد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا ابھی جنگ ہو رہی ہے میں جا رہا ہوں۔ تم اور لبنیٰ دونوں ریاض کے پاس بیٹھی رہنا۔

میرونہ: ہم ایسا ہی کریں گے۔

سعد اٹھ کر چلا گیا جب وہ خیمہ سے دور جا چکا تھا تو میرونہ نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟

لبنیٰ مبہوت سی ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا غمزدہ چہرہ اٹھایا۔ وہ پیکر غم معلوم ہونے لگی تھی۔ آنکھوں کی گہرائی میں غم کا دریا موجزن تھا۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ غالباً وہ سعد کو دیکھ رہی تھی۔

سعد جا چکا تھا شہزادی میرونہ اس کی غمزدہ صورت دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔

لبنیٰ خدا کے لئے اس قدر غم نہ کرو۔ آہ ذرا سی دیر میں تمہاری صورت کس قدر بدل گئی ہے۔ اب لبنیٰ کی خوب صورت آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

وہ رونے لگی، غریب غم زدہ لڑکی کی آنکھوں پر اختیار نہ تھا۔ آنکھیں آنسوؤں کا سیلاب بن گئیں۔

میرونہ اسے روتا ہوا دیکھ کر اور بھی بے قرار ہو گئی۔ حالانکہ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح لبنیٰ رو لے تاکہ دل کی بھڑاس نکل جانے سے اس کا غم ہلکا پڑ جائے۔ لیکن چونکہ اسے اس بتِ طناز سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لئے محبت کا یہ تقاضہ نہ تھا کہ وہ اسے روتے ہوئے دیکھ سکے۔

اس نے پھر کہا لبنیٰ بے صبر نہ بنو رونے اور غم کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لبنیٰ زار وقطار رو رہی تھی۔ آنسو اس کے خوب صورت رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"آہ کیا ہو گیا۔ ہائے اللہ یہ کیا کر دیا۔"

لبنیٰ کا دل اس کے قابو میں نہ تھا۔ وہ امڈا چلا آ رہا تھا۔ آنسو بہہ کر دل کے غم کی ترجمانی کر رہے تھے۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وفورِ غم سے آواز گلوگیر ہو رہی تھی۔ گلا بھرایا ہوا تھا۔ کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

شہزادی میرونہ کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے تھے۔ یہ قدرتی

بات ہے کہ ہم جس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کو روتا ہوا دیکھ نہیں سکتے۔ ہمارے قلب پر اس کے غم کا اثر پڑتا ہے۔ اور ہم اسے تسلی دینے کے بجائے خود بھی اس کے ساتھ رونے لگتے ہیں۔

شہزادی میرونہ نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا لبنیٰ تمہارا ایک آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ خدا کے لئے نہ روؤ۔

لبنیٰ نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا آہ وہ کیوں نہ زخمی ہو گئی۔ جب میں لڑ رہی تھی کیوں گھوڑوں نے مجھے نہ کچل ڈالا۔ میں ان کی ہی حالت دیکھنے کے لئے کیوں زندہ رہی۔

میرونہ سخت متاثر ہوئی۔ وہ محبت کی چوٹ کھائے ہوئے تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا سنتی اور سمجھتی تھی۔ اس نے کہا خدا کو یہی منظور نہ تھا۔

لبنیٰ کے آنسو مسلسل جاری تھے۔ وہ روتے روتے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس نے پھر کہا شہزادی میرونہ میرا دل ٹوٹ گیا۔ یہ غم کیا کم تھا کہ ہماری الفت کا راز میرے بھائی کو معلوم ہو گیا تھا۔ ہم دونوں کبھی نہ مل سکے تھے۔ لیکن صبر کیا تھا، زندگی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھ ہی لیں گے۔ لیکن قدرت کو یہ بھی منظور نہ ہوا آہ۔

میرونہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ غم نے ہر ٹکڑے میں درد اور جھپک پیدا کر دی۔ اس کا جی چاہا کہ لبنیٰ سے لپٹ کر رو دے۔ لیکن ایسا کرنے سے احتمال تھا کہ فرطِ غم سے لبنیٰ کا دل نہ الٹ جائے اس لئے ضبط کیا اور مغموم لہجہ میں کہا۔

لبنیٰ اس قدر ناامید کیوں ہوتی ہو۔ یہ تو اچھے ہو جائیں۔

لبنیٰ نے جلدی سے کہا ہو سکے اگر میری ایسی اچھی قسمت ہوتی تو یہ زخمی ہی کیوں ہوتے۔ میرونہ میں سمجھتی ہوں تم مجھے بہلا رہی ہو۔ لیکن میرا دل مجھے آئندہ کی باتیں بتا رہا ہے۔

دعا مانگو خدا مجھے ان سے پہلے موت دیدے۔ یہ کہتے ہی لبنیٰ پہلے سے بھی زیادہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اب شہزادی میرونہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کے بھی آنسو نکل آئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ریاض بالکل غافل پڑا ہوا تھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ اس کے لئے دو ایسی صفت حوریں آنسو بہا رہی ہیں۔

عورتیں کتنی ہی مستقل مزاج، کتنی ہی بہادر، کتنی ہی جوشیلی کیوں نہ ہوں جب ان پر غم والم کا غلبہ ہوتا ہے تو بے اختیار رونے لگتی ہیں یہ ان کی نرم دلی کا ثبوت ہے۔ ان کے رحم و محبت اور اخوت کے جذبات لبریز ہوتے ہیں۔ ذرا سی ٹھیس لگنے پر اُمڈ آتے ہیں، آنسو جاری ہو جاتے ہیں عورتیں تو عورتیں بعض نرم دل انسان بھی آنسو بہانے لگتے ہیں۔

تھوڑی دیر روتی رہیں۔ جب دونوں کے دل کی بھڑاس نکل گئی۔ غم کا طوفان چھٹ گیا تو میرونہ نے لبنیٰ کو اپنے سینے سے لگا کر کہا میری حور نہ روؤ تم نے تو مجھے بھی رلا دیا۔

لبنیٰ اب بھی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس نے کہا میرونہ میں مجبور ہوں۔ دل پر میرا اختیار نہیں۔ دل روتا ہے میں بھی رونے لگتی ہوں۔ تم میرے ساتھ کیوں روتی ہو؟

میرونہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ کیسے نہ روؤں جسے میں نے بہن کہا

ہے۔ جس سے میں نے اپنی بہن کی طرح محبت کی ہے۔ جب وہ روتی ہے تو میرا دل بھی بھر آتا ہے۔ اور میں بھی رونے لگتی ہوں۔

لبنیٰ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا اچھا اب میں نہ روؤں گی۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا ہاں نہ روؤ تم تو عرب لڑکی ہو۔ عرب لڑکیاں تو رویا نہیں کرتیں۔ آؤ ریاض کو دیکھیں یقین ہے۔ انہیں جلدی ہوش آ جائے گا۔

دونوں ریاض کے پاس سرک گئیں۔ دونوں نے دیکھا وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ اگرچہ لبنیٰ نے ضبط کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ لیکن ریاض کو دیکھتے ہی اس کا ضبط پھر رخصت ہو گیا۔ پھر دل اُمڈ آیا۔ پھر آنسو جاری ہو گئے۔ پھر سسکیوں کا تار بندھ گیا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ شہزادی میرونہ بھی رونے لگی۔ لبنیٰ نے غم پر اس قدر غلبہ کر لیا کہ اس کی عقل و سمجھ اور شرم تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو گئی۔ وہ بے اختیارانہ طریقہ پر ریاض کے اوپر جھک گئی۔

اس نے بچوں کی طرح سر ہلا کر درد انگیز لہجہ میں کہا۔ آہ تم غافل ہو، بے ہوش ہو آنکھیں کھولو اٹھو دیکھو میں کیسی سوگوار ہوا ا۔ رو رہی ہوں مجھے تسلی دو۔

یہ سن کر میرونہ تڑپ گئی۔ اس نے کہا لبنیٰ کیا کرتی ہو۔ کہیں غم نے تمہیں دیوانہ تو نہیں بنا دیا۔ ریاض کو نہ ہلاؤ۔ ہلانے سے زخم کو ٹھیس نہ لگے گی۔

لبنیٰ نے انتہائی غم آلود نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھ کر کہا کیا کروں میرونہ ان کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔

میرونہ: تم تو بہت ہی نرم دل واقع ہوئی ہو۔ ضبط کرو۔

یہ کہتے ہی اس نے ریشمیں دوپٹہ کے آنچل سے اس حوروش کے آنسو پونچھے لبنیٰ نے ضبط کرنا شروع کیا۔ اس وقت میدان کارزار کی طرف ایک شور عظیم بلند ہوا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب کہ عیسائی ہزیمت کھا کر بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں خولہ وام تمیم خیمے میں داخل ہوئیں ان دونوں کو دیکھتے ہی لبنیٰ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے نمناک آنکھیں صاف کیں۔

شہزادی میرونہ نے ان سے پوچھا یہ شور کیسا ہے۔

ام تمیم نے کہا خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہے اور عیسائی شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔

شہزادی میرونہ کو سخت حیرت ہوئی اسے یقین نہ آیا وہ سمجھی کہ ام تمیم نے مذاق سے یہ بات کہی ہے کیوں کہ اسے اچھی طرح سے یہ بات معلوم تھی کہ عیسائی اب بھی ڈھائی تین لاکھ ہیں اور مسلمان بیس ہزار۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ عیسائی اس قدر بزدل بن جائیں گے کہ اتنی کثرت ہونے پر بھی بھاگ جائیں گے۔ اس نے پھر دریافت کیا۔ کیا واقعی عیسائیوں کو شکست ہوئی؟ ام تمیم نے مسکرا کر کہا واقعی شکست ہوئی۔ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے کافی اجالا ہو رہا ہے۔ تم باہر جا کر دیکھ لو کہ عیسائی بھاگے جا رہے ہیں اور مسلمان ان کا تعاقب کر رہے ہیں؟

ام تمیم کے طرز بیان سے شہزادی میرونہ نے یقین کر لیا۔ اس نے کہا خدا کا شکر ہے کہ واقعی خدا مسلمان کا حامی و ناصر ہے۔ اگر وہ مدد نہ کرتا تو

مسلمان کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

اب حضرت خولہ اور حضرت ام تمیم ریاض کے پاس بیٹھ گئیں ان دونوں نے غور سے اسے دیکھا۔ ام تمیم نے کہا غالباً آدھی رات کے بعد انہیں ہوش آجائے گا۔

لبنیٰ کے لئے یہ فقرہ روح پرور مژدہ تھا۔ اس کو یہ فقرہ سن کر کچھ کچھ ڈھارس سی بندھ گئی۔ حضرت خولہ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے۔

اگرچہ اسلامی لشکر میں بہت سے جراح تھے۔ جو آج کی اصطلاح میں ڈاکٹر کہلانے کے مستحق تھے۔ قریب قریب ہر مسلمان زخم کی مرہم پٹی کرنا جانتا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ اس کام سے عورتیں واقف تھیں کیوں کہ زیادہ تر انہیں ہی اس کام میں ملکہ تھا۔ گویا اس فن کے بڑے بڑے ماہرین ان کی قابلیت کا اعتراف کرنے لگے تھے۔

مسلمانوں نے تجربہ سے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ صنف نازک اس کام کے لئے نہایت موزوں ہے۔ چنانچہ شفاخانہ کا سارا انتظام ان کے ہی ہاتھوں مین دے دیا گیا تھا۔

عورتوں نے اس خدمت کو نہایت خوشی سے قبول کیا تھا۔ اور وہ احسن طریقہ پراپنی خدمات انجام دیتی تھیں۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح جنگی شفاخانے نہ ہوتے تھے۔

عیسائیوں میں تو یہ دستور تھا کہ جو آدمی مجروح ہو جاتا اور اس کے بچنے کی توقع ہوتی تو جراح اس کے خیموں یا چھولداریوں پر جا کر اس کا علاج کرتا اور اگر شدید ترین مجروح ہوتا تو اسے میدان کارزار ہی میں مرنے

کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں تمام زخمی خواہ وہ معمولی زخم خوردہ ہوتے یا شدید ترین میدان کارزار سے لائے جاتے۔ عورتیں ان کے زخم صاف کر کے پٹیاں کس دیتیں اور زخمی اپنے خیمہ یا چھولداری میں پہنچا دیئے جاتے۔ ان میں رسالے یا پلٹن والے ان کی نگہداشت کرتے۔ بار بار پٹیاں کھولنی اور باندھنی نہ پڑتی تھیں۔ معمولی زخم میں صرف ایک ہی پٹی کافی ہوتی تھی۔ البتہ شدید ترین مجروح ہونے والے دوبارہ اور سہ بارہ پٹیاں بدلوا سکتے تھے۔

جب پٹی بدلوانا ہوتی مجروح عورتوں کے کیمپ میں پہنچا دیا جاتا عورتیں اس کی پٹی بدل دیتیں اور اس کو پھر اس کی قیام گاہ پر واپس لے آتے۔ لیکن جن لوگوں کے پاس خیمے اور چھولداریاں تھیں ان کے لئے چند خیمے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

یہ خیمے عورتوں کی نگرانی میں تھے۔ ان میں جو زخمی رکھے جاتے تھے۔ عورتیں خود ان کی نگہداشت کرتی تھیں۔

یہ مغربی اقوام نے صدیوں کے بعد اس بات کو محسوس کیا۔ اب ان کے یہاں نرسوں کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن اس کی ایجادوں کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

چوں کہ حضرت خولہ اور حضرت ام تمیم ہوشیار نرسوں میں شمار کی جاتی تھیں اس لئے ان کا یہ کہنا کہ ریاض کو آدھی رات تک ہوش آ جائے گا، لبنیٰ کی تمام مایوسی دور ہوگئی اور ڈھارس بندھانے کے لئے بالکل ایسا ہی تھا، جیسے خشک کھیت میں بارانِ رحمت کا برسنا۔

ابھی ام تمیم اور خولہ کو آئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مرزوعہ خیمہ میں داخل ہوئی۔ اس نے کہا چند ایک مجروح مجاہدین آئے ہیں ذرا چل کر ان کی حالت دیکھ لیجئے۔

خولہ اور ام تمیم اٹھ کر اس کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ شہزادی میرونہ نے لبنیٰ سے کہا "تم نے سنا ام تمیم نے کیا کہا ہے؟"

لبنیٰ نے غم آلود آنکھیں اٹھا کر کہا ہاں سنا ہے خدا خیر کرے کہ انہیں ہوش آ جائے۔

اس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا لشکر میں مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ شہزادی میرونہ نے کہا آؤ پہلے نماز پڑھ آئیں۔

شہزادی عیسائی تھی ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ مشرف بہ اسلام ہوئی تھی۔ مسلم عورتوں کی ہم نشینی نے اسے خدا پرست بنا دیا تھا۔ وہ بھی روزہ اور نماز کا ایسا ہی خیال رکھتی تھی، جیسے مسلم عورتیں۔ ہر انسان پر صحبت اور ہم نشینی کا اثر ضرور پڑتا تھا۔

لبنیٰ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ شہزادی میرونہ کے ساتھ خیمہ سے باہر آئی۔ عورتیں جلدی جلدی وضو کر رہی تھیں۔ ان دونوں نے بھی وضو کیا نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر خیمہ میں آئیں۔

اب کسی قدر اندھیرا ہو گیا تھا۔ چوں کہ اسلامی لشکر میں روشنی کا انتظام نہ تھا۔ اس لئے خیموں اور چھولداریوں میں اندھیرا ہی رہتا تھا۔ البتہ خیموں کے سامنے آگ جلائی جاتی تھی۔ اس سے کچھ روشنی ہو جاتی تھی۔

لبنیٰ کی خادمہ سعدیہ خیمہ کے اندر آگ جلانے اور کھانا پکانے میں

مصروف تھی۔ آگ کی روشنی کا عکس خیمہ پر پڑ کر کچھ اجالا کئے ہوئے تھا۔ لبنیٰ اور شہزادی میرونہ کی صورتیں اس عکس میں چاند کی طرح سے چمک رہی تھیں۔

ہر طرف اندھیرا اچھیل گیا تو سعد خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ گرد و غبار میں اٹا ہوا تھا۔ کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی میدان کارزار سے واپس آ رہا ہے۔

اس نے ابھی مغرب کی نماز بھی نہ پڑھی تھی۔ شہزادی میرونہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اب وہ سعد سے باتیں کرتے ہوئے نہ ہچکچاتی تھی۔ اس نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

آپ سیدھے میدان کارزار سے آ رہے ہیں اور کیا ابھی تک نماز نہیں پڑھی ہے؟

سعد نے کہا ابھی نہیں۔ کپڑے بدل لوں تو نماز پڑھوں۔ لبنیٰ ایک جوڑا کپڑوں کا نکال دو!

لبنیٰ اٹھ کر کپڑے نکالنے لگی۔ شہزادی میرونہ نے بڑھ کر زرہ اتارنے میں مدد دی۔ زرہ اتار کر وہ جلدی سے ایک صراحی پانی کی لے آئی۔

سعد نے وضو کیا کپڑے بدلے نماز پڑھی اور ریاض کے پاس بیٹھ کر اسے بغور دیکھنے لگے۔

ریاض ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر افسردہ خاطر ہو گیا۔ شہزادی میرونہ نے اس کی افسردگی دیکھ لی۔

چونکہ اسے سعد سے دلی لگاؤ تھا۔ اس لئے وہ یہ نہ چاہتی تھی کہ وہ کسی وقت بھی غمگین ہو۔ اس نے جلدی سے کہا ام تمیم اور حضرت خولہ آئی تھیں اور

کہتی تھیں کہ ریاض کو آدھی رات تک ہوش آ جائے گا۔

سعد غم اور افسردگی کی فضا میں کچھ کھو سا گیا تھا۔ ان الفاظ کے سنتے ہی چونکا۔

اس نے حور ادا میرونہ کو دیکھا۔ اگرچہ شہزادی میرونہ پر بھی افسردگی کی کیفیت طاری تھی۔ لیکن اس افسردگی کی حالت میں بھی کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔

سعد نے کہا خدا کرے کہ اسے ہوش آ جائے۔ میں اس کی زندگی کے لئے سب کچھ حتیٰ کہ اپنی زندگی بھی اس پر نثار کرنے کو آمادہ ہوں۔

یہ سن کر لبنیٰ کا دل بھر آیا۔ بچاری غمزدہ لڑکی ذرا سی ٹھیس لگنے پر رونے کو تیار ہو جاتی تھی۔

بھائی کی ہمدردانہ گفتگو نے دل پر ٹھیس لگائی آنکھوں میں آنسو ڈھا آئے مگر اس نے ضبط کیا۔ اور آنسو پی لئے۔ شہزادی میرونہ بھی کمال متاثر ہوئی۔

اس نے سعد کو دیکھا۔ سعد ریاض کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تینوں بیٹھ کر غریب الوطن زخمی ریاض کو دیکھنے لگے اور اس کی خبر گیری کرنے لگے۔ ان تینوں نے آج کھانا بھی نہ کھایا۔

○○○

سولہواں باب

مسیحا

تینوں چپ چاپ بیٹھے ریاض کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ان کی بھوک پیاس اور نیند وغیرہ سب اڑی ہوئی تھی۔ تینوں کی دلی آرزو تھی کہ ریاض کو جلد سے جلد ہوش میں آ جائے۔ ریاض خوش قسمت تھا۔ ایسے خوش قسمت بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں۔ اس کا دنیا میں ایک دوست تھا اور وہ اس کے لئے سخت بے قرار تھا۔ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اس پر قربان کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ اس کی بائیں پر بیٹھا اس کے لئے گڑگڑا رہا تھا۔ ایک معشوقہ جو بھی اس کے لئے اپنی نرگسی رسیلی آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی۔ سچے دل سے اسے ہوش میں آنے اور آرام ہو جانے کی دعا مانگ رہی تھی۔ ایک ہمدرد پری جمال دوشیزہ تھی جو اپنے دلفریب ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور غمزدہ ہو رہی تھی۔ اگر وہ اس کے عزیزوں میں بھی ہوتا تو ایسے مخلص ایسے محبت والے اسے نہ ملتے۔ لیکن اس وقت وہ اپنے ہمدردوں کی ہمدردی سے بے نیاز بے ہوش پڑا تھا۔

جب رات زیادہ ڈوب گئی۔ اور لیلیٰ شب کمر تک جا پہنچی۔ کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش ہو گیا۔ رات کا قدرتی سکوت ہر طرف چھا گیا۔ اور لوگ خواب خرگوش میں مبتلا ہو کر میٹھی نیند کے مزے لینے لگے۔ تو ریاض کا سانس زور زور سے چلنے لگا۔

باکشان غم سعد، لبنیٰ اور شہزادی میرونہ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بجائے نیند کے غم و حسرت بھرے تھے۔ وہ بیٹھے ہوئے اس کی حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے۔

وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں اس نے آنکھ کھول دی اور نیم وا آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی آنکھ کھلتے ہوئے دیکھ کر تینوں کی جان میں جان آئی۔ تینوں نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اب ان کے چہروں سے ایسی مسرت کے آثار ظاہر ہوئے جیسے انہیں ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی ہو۔

تینوں کے دلوں نے جوش میں گدگدی کرنا شروع کر دی، تینوں کے چہرے چمکنے لگے۔ جن آنکھوں میں غم و حسرت بھرے ہوئے تھے۔ ان سے خوشی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ خصوصاً حور وش لبنیٰ کمال مسرور ہوئی۔ وہ اپنی بچی ہوئی مسرت کو بھائی کی موجودگی کی وجہ سے بمشکل دبا رہی تھی۔ اس کے حوری صفت لبوں کا ہلکا سا تبسم کھیل کر اس کے روشن چہرہ کو روشن تر بنا رہا تھا۔ قتیل عالم سیاہ آنکھیں بجلیاں گرانے لگی تھیں۔ انسان بھی عجب مجموعہ اضداد ہے۔ جہاں وہ ذرا سے غم سے بے حد غمزدہ ہوتا ہے۔ وہاں ذرا سی خوشی سے خوش ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک ریاض موت اور زندگی

کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اسے آرام ہو ہی جائے گا۔ لیکن صرف اسے ہوش آ جانے سے ہی وہ تینوں ایسے خوش ہو گئے تھے گویا انہوں نے کوئی سلطنت حاصل کر لی ہے۔

تینوں مسرت خیز نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے خیمہ کے باہر ابھی تک آگ جل رہی تھی۔ آگ کا عکس کمرے میں اجالا کر رہا تھا۔ اس خفیف سی روشنی میں ان تینوں کے مسرور چہرے نظر آ رہے تھے۔

ریاض نے پھر آنکھیں بند کر لیں غالباً وہ سوچ رہے تھے۔ کہ اس وقت وہ کہاں ہیں۔ اور کون لوگ اس کے گرد بیٹھے ہیں کیا وقت ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا ماؤف دماغ کام کرنے لگا۔ حواس درست ہونے لگے۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں غور سے اپنے گرد و پیش دیکھا۔

چونکہ اب اسے اچھی طرح ہوش آ گیا تھا۔ اس لئے تکلیف کا بھی احساس ہوا اس نے خفیف آہ کی۔ ایسی آہ جو انتہائی کرب کے عالم میں نکلتی ہے۔

اس کے تینوں تیماردار اس آہ کو سن کر تڑپ گئے بیچاروں کی عارضی مسرت کافور ہو گئی۔ پھر غم و حسرت کے بادل چھا گئے۔

سعد نے پوچھا ریاض کیا بات ہے۔

ریاض نے ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھا اور اسے پہچان کر جواب دیا۔ کچھ نہیں غالباً میرے شانے پر زخم ہے؟ اس کی آواز کمزور تھی۔

سعد: ہاں، معمولی سا زخم ہے۔

ریاض: میں کہاں ہوں؟

سعد: لبنیٰ کے خیمہ میں۔

لبنیٰ کا نام سنتے ہی ریاض پر ہلکی سی مسرت چھا گئی۔ اس کی حالت میں تحیر خیز تبدیلی ہوئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ غالباً اس کی نگاہیں حور وش لبنیٰ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ پاس ہی داہنی طرف مہ جبیں لبنیٰ بیٹھی تھیں۔ لبنیٰ کے گورے گورے ملیح چہرے پر جا کر نظریں گڑ گئیں۔

ریاض تہیہ کر چکا تھا کہ لبنیٰ کی محبت اپنے دل سے نکال دے گا۔ لیکن اس کے اختیار میں دل نہ تھا۔ وہ دل سے مجبور تھا۔ دل میں حسن کی ملکہ لبنیٰ کی دلکش تصویر تھی اور دل اس دل ربا کی محبت سے سرشار تھا۔ اس کا تہیہ کرنا بیکار تھا۔

مسیحا مسیحا ہی ہوتا ہے۔ خصوصاً مسیحا صفت دلربا چھلکتی ہوئی شرمیلی نظر وہ کام کرتی ہے۔ جو ہزاروں دعائیں اور دوائیں کر سکتیں۔ جب اس کی نظر لبنیٰ کے رخ زیبا پر پڑی۔ لبنیٰ نے ہلکے تبسم کے ساتھ شرمیلی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کی اس حیات بخش نظر نے ریاض کے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔

بجلی کی سی رو کے ساتھ اس کے نحیف جسم میں طاقت آ گئی آواز میں تندرستوں جیسی کڑک پیدا ہو گئی۔ سعد نے اُس سے پوچھا کیا شانہ میں زیادہ کسک ہے۔

ریاض نے لبنیٰ کی طرف سے نظریں ہٹا کر سعد کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ایسی زیادہ نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں میدان جنگ میں زخمی ہوا تھا۔ یہاں کیسے آیا؟

سعد نے کہا جب تم زخمی ہوئے اور بے ہوشی نے تم پر غلبہ کیا میں تمہارے گھوڑے پر سوار ہو کر تمہیں دشمنوں کے نرغہ سے نکال لایا۔

ریاض نے بے ساختگی کے ساتھ کہا کاش تم مجھے مرنے دیتے۔

سعد نے جلدی سے کہا اس وقت جب میں تم سے پہلے مر جاتا۔ اب ریاض نے پھر آنکھیں بند کر لیں گویا اُس پر نیند مسلط ہونے لگی تھی۔ اس کے تینوں تیماردار اس کے پاس بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کے آثار ظاہر ہوئے۔ لشکر میں صبح کی اذان ہوئی۔

ریاض نے آواز سن کر آنکھیں کھولیں اب اس کے چہرہ سے زیادہ کمزوری نہ معلوم ہوتی تھی۔ سعد نے کہا ریاض اجازت دو تاکہ میں نماز پڑھ آؤں۔

ریاض نے کہا اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ جایئے اور نماز پڑھ آیئے۔

سعد نے لبنیٰ سے کہا تم پانی لا کر ریاض کو وضو کرا دو۔

یہ لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھ لیں گے۔ وہ شہزادی میر دنہ سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن رعب حسن سے اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہزادی میر دنہ اس کی نگاہوں سے سمجھ گئی تھی۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا مجھے بھی کام کرنا ہے۔؟

سعد: تم سہارا دے کر ریاض کو بٹھا دینا۔

ریاض نے کہا لیکن پہلے ان دونوں کو نماز پڑھ لینی چاہئے۔

سعد: یہ ٹھیک ہے کہ تم دونوں نماز پڑھ کر انہیں وضو کرا دینا۔

سعد روانہ ہو گیا۔ لبنیٰ بھی ہزار ناز و ادا سے اٹھی، شہزادی میر دنہ کے ساتھ چلی گئی۔ اور ریاض تنہا رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑا ہوا خیال میں الجھا رہا اسے خیال رہا کہ وہ اس قدر نحیف و ناتواں ہو چکا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔

یہ خیال تھا بھی صحیح۔

وہ زخم کھا کر جوش میں آ کر لڑتا رہا تھا۔ تمام جسم کا خون زخم سے ابل کر باہر نکل گیا۔ جس سے کمزوری بے حد بڑھ گئی تھی۔ مگر اس نے خیال کیا کہ اس کے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ پھولوں سے زیادہ نازک لڑکیاں اُسے سہارا دے کر اٹھائیں۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ خود اٹھے گا۔ لہٰذا اس نے کوشش کی۔ انسان بیمار یا تندرست اس کے خیالات کا اثر اس کی صحت یا بیماری پر زیادہ پڑتا ہے۔ جو یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں بیمار ہوں یا میری بیماری خطرناک ہے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ یا اس کی بیماری واقعی خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خواہ وہ بیمار ہو یا نہ ہو۔ اور جو زیادہ بیمار ہو اور تہیہ کر لے کہ میں اچھا ہو جاؤں گا۔ یقیناً اچھا ہو جائے گا۔ یہ تہیہ کرتے ہی اُس کی بیماری گھٹنے لگتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن بیماروں کو ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا اچھے ہو گئے اور تندرست جو وہم میں گرفتار تھے۔ بیمار ہو کر لب گور پہنچ گئے۔

ریاض نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اٹھے گا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ اگرچہ اسے اٹھنے میں تکلیف ہوئی مگر اس نے برداشت کیا، ہمت کی آخر اٹھ بیٹھا۔

کچھ دیر بیٹھا رہا۔ اٹھنے سے تکلیف تھی۔ زخم میں ٹیس پڑنے لگی تھی۔ جب قدرے سکون ہوا تو خیمے کی چوب پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ بہت زیادہ کمزور تھا۔ اس لئے کھڑا ہونے سے اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے تھے۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے پیروں سے کھڑا کانپتا رہا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کی تمام کپکپی دور ہو گئی۔ اس نے دروازہ

کے قریب ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا۔ وہ قدم قدم نہایت آہستہ آہستہ سے اس کی طرف بڑھا دروازہ کے قریب پہنچ کر نیزہ ہاتھ میں اٹھالیا۔ نیزہ کے سہارے سے خیمہ میں داخل ہوا۔

جب وہ خیمہ میں آیا۔ ٹھیک اس وقت لبنیٰ پانی کی چھاگل لئے دوسرے دروازہ سے داخل ہوئی۔ جوں ہی اس کی نظر ریاض پر پڑی وہ خلاف توقع اسے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں وہ گر نہ پڑے۔ اس نے پانی کی چھاگل فرش پر رکھی اور لپک کر ریاض کو سہارا دینے کے لئے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا ہائے یہ تم نے کیا کیا؟ خود ہی کھڑے کیوں ہو گئے میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

ریاض اس کی گھبرائی ہوئی پیاری صورت، چھاگل رکھ کر لپکنے کا پیارا انداز، شیریں گفتگو کا پرکیف لہجہ دیکھ کر اور سن کر بے حد محظوظ ہوا۔ اسے اس وقت اپنی خوش بختی پر رشک آیا رشک کی بات بھی تھی۔

دنیا جہاں کی حور، عرب کا چاند، ملکوتی صفات نازنین اس سے ہمدردی کر رہی تھی۔ یہ کچھ کم بات نہ تھی۔

ریاض اسے اپنے قریب آتا ہوا دیکھ کر مسکرایا۔ لبنیٰ نے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا اور اس کے برابر چلنے لگی۔ اس کے نرم و گداز ہاتھوں نے جب ریاض کا بازو پکڑا تو ریاض کے جسم میں برقی رو سرایت کر گئی۔ صحت اور تندرستی کی تازہ روح دوڑ گئی اور روح میں تازگی آ گئی۔

زخم کی کسک، کسک کی تکلیف کا جسم پر اثر کچھ باقی نہ رہا۔ وہ اپنے آپ کو بالکل تندرست خیال کرنے لگا۔

حقیقت میں لبنیٰ اس کے لئے مسیحا ثابت ہوئی۔ ریاض نے اس مسیحائے زماں کو دیکھتے ہوئے کہا لبنیٰ تمہارا شکریہ۔

لبنیٰ خاموش رہی۔ ریاض بستر پر پہنچ گیا۔ وہ نیزے کے سہارے سے بیٹھنے لگا۔ لبنیٰ بدستور اسے پکڑے رہی۔ اس کی تمنا تھی کہ ریاض سارا زور اسی پر ڈال دے۔ لیکن ریاض چاہتا تھا کہ لبنیٰ پر ذرا بھی زور نہ پڑے۔ آخر وہ نیزہ کا سہارا لیتے ہوئے بیٹھ گیا۔ لبنیٰ لپک کر آفتابہ اور پانی لائی۔

اس نے ریاض کو وضو کرایا۔ وضو کر کے اس نے بیٹھے ہی بیٹھے نماز پڑھی جب وہ نماز پڑھ چکا تو لبنیٰ نے کہا لیٹ جایئے۔ بیٹھنے سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے۔ ریاض نے اس رشک قمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لبنیٰ شاید تم جاگتی رہی ہو۔

لبنیٰ کی سیاہ دلفریب آنکھیں خمار آلود تھیں اور اس خمار کی وجہ سے اس کی نشیلی آنکھیں اور بھی مست نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے کہا، ہاں مجھے رات نیند نہیں آئی۔

ریاض نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے دریافت کیا کیوں؟

لبنیٰ جواب دیتے ہوئی شرمائی۔ سچ کہتے ہوئے اسے شرم آتی تھی جھوٹ وہ بولتی نہ تھی۔ چپ رہی اور شرم سے سر جھکا لیا۔ ریاض کا دل دریافت حال کے لئے بے قرار نظر آنے لگا۔

اس نے پھر پوچھا۔ لبنیٰ تمہیں نیند کیوں نہ آئی۔ لبنیٰ نے سر جھکائے ہوئے بھولے پن کے انداز سے شرمیلے لہجہ میں بات ٹالنے کے طور پر کہا: خبر نہیں۔

ریاض اس گل نوشگفتہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی دلکش اور زاہد

فریب حیا دیکھ کر اور بھی مر مٹا۔ اس نے پھر پوچھا۔ لبنیٰ بتادو تجاہل نہ کرو۔

لبنیٰ نے حیا پرور نگاہیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں محبت کے جذبات نے دونوں کو مسحور کر دیا۔ ایک دوسرے کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے۔ شہزادی میرونہ اس وقت خیمہ میں آئی۔ وہ ریاض کو بیٹھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے بڑھنا چاہا لیکن دونوں کی سرشار طبیعت دیکھ کر رک گئی۔ اور فوراً ہی واپس لوٹ گئی۔ اس کے جانے کا کھٹکا ہوا۔ لبنیٰ محبت کی گہرائیوں میں سے نکل کر چونکی۔ گھبرائی اور سہمی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب کوئی نظر نہ آیا۔ تو مطمئن ہو کر نظریں نیچی کر کے بیٹھ گئی۔ آنکھوں کے چار ہونے سے جو سحر لبنیٰ کی سحر آگئیں مسمریزم کی طرح ریاض کی آنکھوں کے ذریعہ اس کی رگ رگ میں پہنچ رہا تھا تو اس نے نگاہیں جھکا لیں پھر جب سحر آفرینی کم ہوئی تو ریاض بھی ہوش میں آیا۔

اسے اپنی اس حرکت پر غصہ آیا اور ندامت ہوئی۔ مگر یہ ہر دو چیزیں عارضی تھیں۔ اور جلد ہی رخصت ہو گئیں۔ اس نے سحر آفریں لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا:

لبنیٰ تم نے بتایا نہیں کہ آخر کیوں رات بھر جاگتی رہیں؟

لبنیٰ نے انداز معشوقانہ سے جواب دیا۔ تم زخمی تھے بے ہوش تھے۔ بھائی صاحب اور شہزادی میرونہ تمہارے پاس بیٹھے جاگتے رہے۔ ان کے ہمراہ میں بھی جاگتی رہی۔

لبنیٰ نے سچی بات کہی لیکن ایسے طریقہ پر جس سے اصلیت کا پتہ نہ چلے۔

ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سعد آ گیا۔ اس نے ریاض کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

اسے اس کا چہرہ بشاش نظر آیا۔ وہ کمال مسرور ہوا۔ ایسا مسرور ہوا کہ گویا اسے دوبارہ زندگی نصیب ہوئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کہا ریاض خدا کا شکر ہے کہ اس نے خلاف امید بہت جلد تمہیں روبہ صحت کر دیا ہے۔

ریاض مسکرایا۔ اس نے کہا ہاں خدا کا شکر ہے میرے پیارے دوست تم نے شہزادی میرونہ اور لبنیٰ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی سارا دن حیران و ششدر رہے۔ بھاگتے رہے۔ میں کیسے تمہارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔

سعد نے کہا شکریہ کی ضرورت نہیں۔ ہم سب نے اپنا فرض ادا کیا ہے تم پر کچھ احسان نہیں کیا دوست، اگر میری جان بھی تمہارے کام آئے تب بھی میں سمجھوں گا کہ میں نے دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔ دوستی کا حق بہت بڑا ہے اور وہ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

ریاض اس کی یہ گفتگو سن کر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وفورِ مسرت سے اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس نے کہا: سعد تم واقعی شریف ہو، دوست ہو۔ تمہارے احساسات اور جذبات نہایت لطیف اور قابل ستائش ہیں۔ واقعی وہ دونوں مخلص دوست تھے۔

دنیا میں کسی کو ایک دوست کا مل جانا نعمت غیر مترقبہ پانے کے مترادف ہے۔ ایک دوست کا وجود سارے عزیزوں اور دنیا کی کل نعمتوں سے بالاتر ہے۔ ریاض نے کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا: سعد اب تم میرونہ اور لبنیٰ سو جاؤ مجھے خوف ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے موجب تکلیف نہ ثابت ہو۔

جب کہ ریاض یہ کہہ رہا تھا تو شہزادی میرونہ بھی آ گئی تھی۔ وہ لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔ سعد نے کہا مجھے رات کو جاگنے کی عادت ہے، کئی مرتبہ ساری ساری رات لشکر کی حفاظت پر مامور ہو کر گشت کرتا ہوں۔ البتہ لبنیٰ اور شہزادی میرونہ کو عادت نہیں ہے یہ دونوں سوئیں گی اور میری تم فکر نہ کرو۔

شہزادی میرونہ نے کہا ایک رات کا جاگنا کچھ نقصان نہیں دے سکتا۔ ریاض کو روبہ صحت دیکھ کر جو مسرت ہمیں ہوئی ہے۔ وہ ہمیں کچھ تکلیف نہ ہونے دے گی۔

قبل اس کے کہ ریاض کچھ کہے خولہ، مزروعہ، اُم تمیم اور اُم ابان خیمہ میں داخل ہوئیں وہ ریاض کے قریب آئیں۔ ریاض کو بیٹھے دیکھ کر خوش ہوئیں۔

ام تمیم نے اس سے پوچھا۔ کہیے، آپ کے زخم میں کسک تو نہیں ہے؟

ریاض نے جواب دیا۔ بالکل نہیں۔

ام تمیم نے کہا: تعجب ہے۔ زخم نہایت گہرا تھا۔ خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے کمزوری بے حد بڑھ گئی تھی۔ اس قدر جلد روبہ صحت ہونے کی توقع نہ تھی۔ یہ جادو کا سا کرشمہ کیسے ہو گیا؟

کسی کو کیا خبر تھی کہ کس نے مسیحائی کی، کس نے جادو کر کے اچھا کر دیا۔ البتہ میرونہ ضرور جانتی تھی لیکن وہ کسی کو کیوں بتاتی۔ سعد نے کہا اچھا خدا نے مہربانی کی۔

ام تمیم: بے شک وہ مہربانی پر آئے تو غیر ممکن کو ممکن کر دیتا ہے۔ ہم سب پٹی بدلنے آئی تھیں۔ لیکن اب پٹی بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

ریاض نے کہا ایسا ہی میرا خیال ہے۔

ام تمیم: اچھا تو کل پٹی بدلیں گے۔

یہ کہتے ہی وہ اور ان کے ہمراہ آنے والی سب چلی گئیں۔ چوں کہ ریاض کے مجروح ہونے کی خبر تمام سر برآوردہ عربوں کو ہو گئی تھی۔ اس لئے لوگ عیادت کو آنے لگے۔ خیمہ کے باہر کی جانب فرش کر دیا گیا۔ ریاض فرش پر جا بیٹھا۔ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے سالارِ اعظم حضرت خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ آئے ان کے بعد ضرارؓ، عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عمر خلیفہ دوم کے بیٹے، مالک اشتر، فضل، قعقاع، مقداد، زیاد، شرحبیل، زبیر بن العوام اور دوسرے مشہور لوگ یکے بعد دیگرے سب ہی آئے۔

سب نے عیادت کی اسے جلد از جلد آرام ہو جانے کی دعا دی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ عیادت کرنا ثواب میں داخل ہے۔ اس کی بظاہر دو ہی وجوہات معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مریض کی طبیعت لوگوں کے آنے جانے سے بہلی رہتی ہے اور مرض کا خیال نہ آنے سے تکلیف میں زیادتی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے عیادت کرنے والوں کو بھی خیال ہو جائے کہ ہم بھی اسی طرح بیمار ہو سکتے ہیں۔ وہ تندرستی کے زعم میں خدا کو نہ بھول جائیں۔

ایک تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اخوت اور محبت بڑھتی رہے وہ تمام دن اسی طرح گزرا، رات کو سب آرام سے سوئے۔ صبح کو ام تمیم نے آ کر پٹی کھولی، زخم کی صورت اچھی تھی، دوسری پٹی بدلی، اب ریاض کو آرام ہونے لگا تھا۔

سعد، شہزادی میرونہ اور لبنیٰ اسے روبہ صحت ہوتے ہوئے دیکھ کر کمال مسرور ہوئے۔

○○○

سترہواں باب

مسرّت خیز انجام

ریاض کے مجروح ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کی پیش قدمی ملتوی کردی گئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حکم دیا تھا کہ جب تک ریاض کو اچھی طرح سے آرام نہ ہوجائے۔ لشکر اسی جگہ رہے گا۔

لشکر اسلام کی پیش قدمی کا التواء مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ اس میدان سے چند ہی میل کے فاصلے پر دہشوار کا مضبوط اور سر بفلک قلعہ تھا۔

ارسوس اس قلعہ کا قلعہ دار تھا۔ وہ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو وہ بھی بھاگ کر اپنے قلعہ میں جا گھسا۔ اسے خوف ہوا کہ اب مسلمان اس قلعہ پر حملہ کردیں گے۔

اس نے شیران اسلام سے مصالحت کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔

چنانچہ وہ خالدؓ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت خالدؓ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح منظور کرلی۔ صلح نامہ

مرتب ہوکر دستخط کردیئے گئے۔

اس طرح دہشوار کا مضبوط قلعہ بغیر ایک قطرہ خون بہائے فتح ہوگیا۔

مسلمانوں کو اس صلح کا حال معلوم ہوکر بے حد مسرت ہوئی۔ ریاض کو آرام ہونے لگا تھا۔ زخم مندمل ہوگیا تھا۔ طاقت رفتہ عود کر آئی تھی وہ پندرہ روز میں بالکل تندرست ہوگیا۔

اس عرصہ میں برابر وہ لبنیٰ کے خیمہ میں رہا۔ کئی مرتبہ اس نے اپنے خیمے پر جانے کا ارادہ کیا۔ سعد سے اجازت چاہی اور شاہزادی میرونہ سے بھی سفارش کرائی۔ سعد نے اسے اجازت دی۔ غالباً اسے خوف تھا کہ مبادا ریاض پھر کہیں نہ چل دے۔

ایک روز ریاض صبح کے وقت چہل قدمی کے لئے گیا ہوا تھا۔ لبنیٰ مزروعہ کے پاس گئی تھی۔ تنہا شہزادی میرونہ خیمہ میں بیٹھی تھی کہ حسن اتفاق سے سعد آگیا، شہزادی میرونہ اس کی عزت کرتی تھی۔ وفور محبت نے عزت کو اور بڑھا دیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سعد بیٹھ گیا۔ چوں کہ پاس رہتے ملتے جلتے اور باتیں کرتے عرصہ گزر گیا تھا۔ اس لئے شہزادی میرونہ کا رعب حسن کم ہوچلا تھا۔ سعد نے بیٹھتے ہی دریافت کیا۔ لبنیٰ کہاں ہے۔

شہزادی میرونہ نے جواب دیا۔ مزروعہ کے پاس گئی ہیں۔ کیا بلا لاؤں؟

سعد نے کہا بلانے کی ضرورت نہیں خود بخود آجائے گی۔

شہزادی میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ سعد سے کوئی بات

دریافت کرنا یا کچھ اور کہنا چاہتی ہے۔ لیکن جرأت نہیں ہوتی تھی۔ سعد نے بھی اس کے بشرہ سے یہ معلوم کرلیا تھا۔ لیکن اسے استفسار کرتے ہوئے یہ خدشہ تھا کہ مبادا اس کا قیافہ غلط ہو۔

کچھ دیر تک وہ دونوں چپ چاپ بیٹھے رہے۔ خیمہ کے اندر اس درجہ سکوت طاری تھا کہ سانس تک لینے کی آواز بھی بخوبی سنائی دیتی تھی۔

شہزادی میرونہ بار بار سعد کی طرف اپنی ہوشربا نگاہوں سے دیکھ لیتی تھی اور گاہے بگاہے سعد بھی اس مہ پارہ کو نظر اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ آخر شہزادی میرونہ نے دل کڑا کر کے کہا:

میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ سعد نے اس حور جمال کی طرف دیکھا۔ میرونہ کی صاعقہ پاش آنکھیں بار حیا سے جھک گئیں۔ سعد متعجب تھا کہ شہزادی میرونہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ جو کچھ اسے کہنا ہے۔ اس کے کہنے میں وہ اس قدر متامل کیوں ہے۔ اب جو اس نے شیریں لہجے میں دوشیزگی کی حیا کے ساتھ ترنم خیز آواز سے اور بے ساختہ پن سے سلسلۂ گفتگو شروع کیا تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا کیا کہنا چاہتی ہو؟

شہزادی میرونہ نے اپنی حیا پرور نگاہیں اٹھا کر کہا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

سعد کو پھر تعجب ہوا کہ جس بات کے کہنے میں اسے اس قدر تامل ہے وہ آخر بات کیا ہوگی۔ اس نے شہزادی میرونہ کی جھجک نکالنے کے لئے کہا تم ہرگز خدشہ نہ کرو۔ میں ناراض نہ ہوں گا۔

اب شہزادی میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ گویا وہ جو کچھ اس کے دل میں

ہے کہنے کے لئے آمادہ ہوگئی۔ مگر رعب و خوف نے اسے جرأت ہی نہ ہونے دی۔

چنانچہ اس نے پھر کہا مجھے آپ کی خفگی کا ڈر ہے۔ سعد نے اسے حوصلہ دلانے کے لئے مسکرا کر کہا: شہزادی میرونہ تم مجھ سے ڈرتی ہو۔ میں تمہارا پرستار ہوں، تمہارے روزِ اولین کی نگہِ لطف نے مجھے تمہارا دلدادہ و شیدا بنا دیا ہے۔ لہٰذا مجھ سے خوف نہ کرو۔

شہزادی میرونہ کے چہرے پر ہلکا سا گلابی رنگ عود کر آیا اور آنکھوں میں دلفریب مسکراہٹ اور چمک پیدا ہوگئی۔ اس کا متبسم چہرہ جاذب نظر ہوگیا۔

افسوس! صنف نازک نہیں جانتیں کہ ان کا ہلکا سا تبسم ان کے چہرے کو کس قدر دلآویز کر دیتا ہے۔ مرد ان کے نازک لبوں پر لوٹتے ہوئے تبسم کو دیکھ کر کس درجہ محظوظ ہوتے ہیں۔ مرد کا غصہ عورت کے ذرا سے مسکرانے سے کافور ہو جاتا ہے۔ سعد میرونہ کے لبوں پر تبسم دیکھ کر مسحور ہوگیا۔ وہ اس کے رخِ زیبا کو ٹکٹکی لگائے ہوئے دیکھنے لگا۔

شہزادی میرونہ اگرچہ عیسائی لڑکی تھی۔ عیسائیوں میں پرورش پا کر بڑی ہوئی تھی۔ وہ دو چار دس بیس نہیں سینکڑوں مردوں کی تحسین آمیز نظریں اپنے پھول سے چہرے پر پڑتے دیکھ چکی تھی۔ وہ ایسی نظریں دیکھنے کی عادی تھی۔ لیکن سعد کی گرم نظری نے اسے شرما دیا۔ شرماتے ہوئے اس نے اپنی خوب صورت آنکھیں جھکا لیں اور اس کی شرمیلی ادا نے سعد کے دل کو صد پارہ کر دیا۔

اس نے ایک خفیف سی آہ کی شہزادی میرونہ آہ کی آواز سن کر چونک پڑی اور اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیوں آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

سعد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا اچھا ہوں۔

میرونہ لیکن یہ آہ؟

سعد نے قطع کلام کر کے کہا: اتفاقیہ نکل گئی۔

شہزادی میرونہ نے ترحم خیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا خدا نخواستہ کہیں درد تو نہیں ہے۔

سعد نے باتوں کی رو میں کہا: ہے۔

شہزادی میرونہ نے بے قراری سے دریافت کیا: کہاں؟

سعد نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ دل میں! شہزادی میرونہ سمجھ گئی۔ وہ پھر شرما گئی۔ لیکن جس گفتگو اور چھیڑ خانی کی وہ ایک عرصہ سے متمنی تھی وہ شروع ہو گئی تھی۔ اب وہ کیوں جانے دیتی اس نے مسکرا کر چمک دار شوخی آمیز نظروں سے اس کو دیکھ کر لگاوٹ آمیز ادا سے کہا درد دل کا علاج کیوں نہ کرایا۔

سعد: یہ درد لا علاج ہے۔

میرونہ: آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہر درد کا علاج ضرور ہے۔

سعد: تم نے ٹھیک کہا، بات یہ ہے کہ جس کے پاس درد کی دوا ہے وہ برا بے رحم ہے۔

شہزادی میرونہ کھل کر مسکراتے ہوئے: مجھے بتائیے وہ کون ہے؟ میں اسے مجبور کروں گی کہ وہ آپ کا علاج کرے۔

سعد: تم ہرگز نہ کر سکو گی۔

میرونہ: میں وعدہ کرتی ہوں۔

سعد نے محبت بھری نظروں سے اس شوخ دلربا کو دیکھ کر کہا ''فرض کیجئے وہ تم ہو۔''

شہزادی میرونہ نے شوخی کے لہجے میں کہا ''فرض کرو'' کی سند نہیں ہے۔

سعد نے کہا میرونہ! وہ تم ہی ہو۔ تمہارے ہی پاس میرے درد دل کا علاج ہے۔

شہزادی میرونہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اس نے بات ٹالنے کے لئے کہا: تم نے میری بات تو سنی ہی نہیں۔

سعد نے کہا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم چوبیس گھنٹے میرے پاس بیٹھی باتیں کئے جاؤ۔ تم جانتی ہو کہ میں تم پر فریفتہ ہوں۔ مجھے شرار عشق میں جلانے کے لئے تجاہل کر کے چلی جاتی ہو۔ میرونہ! آخر کب تک ایسا کرو گی؟

میرونہ آخری فقرہ سن کر بے قرار ہو گئی۔ اس نے جلدی سے کہا: سعد زیادہ نہ چھیڑو میرا دل دکھا ہوا ہے۔

سعد نے رشک آمیز نظروں سے اس حور ادا کو دیکھتے ہوئے کہا: تمہارا دل دکھا ہوا ہے۔ تم کسے پیار کرتی ہو۔

شہزادی میرونہ نے بے ساختہ پن سے کہا: تمہیں شاید خبر نہیں ہے؟ میں پہلے ہی دیکھ دیکھ کر تم پر فریفتہ ہو گئی تھی۔

سعد: گویا روز اول ہی سے ہم ایک دوسرے کے پرستار ہیں۔

میرونہ: یہی بات ہے۔ اب تم میری بات سن لو!

سعد: کہیے۔

میرونہ: تم ریاض کو کیا سمجھتے ہو؟

سعد: نہایت شریف انسان ہے۔

میرونہ: تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ تم اپنی جان تک اس پر نثار کر سکتے ہو۔

سعد: میں نے کہا تھا اور یہ بالکل صحیح ہے۔

میرونہ: تمہیں معلوم ہے وہ لبنیٰ سے محبت کرتا ہے۔

سعد: مجھے معلوم ہے۔

میرونہ: لیکن آپ کی معاشرت یہ ہے کہ تم ریاض سے لبنیٰ کا عقد نہیں کر سکتے۔

سعد: ہاں، ہمارے ملک میں یہی دستور ہے۔ مگر میں اس کے قطعاً خلاف ہوں۔

میرونہ: یعنی تم اپنی قومی روایات کے خلاف لبنیٰ کا ریاض سے عقد کر دو گے؟

سعد: بے شک، کیا ریاض نے تم سے ذکر کیا تھا۔

میرونہ: نہیں وہ ایسا شریف انسان ہے کہ اس نے آج تک اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہ کہا لیکن مجھے معلوم ہو گیا میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ تم......

سعد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا میں سمجھ گیا میں خود اسی فکر میں تھا۔

میرونہ: پھر کب ارادہ ہے۔

سعد: ایک ہفتہ میں۔ آج جمعہ ہے۔ جمعہ ہی کے دن اس کار خیر سے فراغت کر لوں گا۔

میرونہ: کیا میں ریاض سے کہہ دوں؟

سعد: میں ضرور کہہ دوں گا۔ کل میں سالار اعظم سے بھی اس کا ذکر کر دوں گا؟

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا: آپ کا شکریہ۔

سعد نے کہا خالی شکریہ سے کیا ہوتا ہے۔

شہزادی میرونہ نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سعد کو دیکھ کر کہا اور کیا چاہتے ہو؟

سعد نے شہزادی میرونہ کا نرم و گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری شریک حیات بن جاؤ۔

میرونہ نے از خود وارفتگی کے انداز میں کہا مجھے کچھ عذر نہیں۔

سعد: کب بنو گی۔

شہزادی میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا: جب تم بناؤ گے۔

سعد: میں تو آج ہی چاہتا ہوں۔

میرونہ: آج نہیں، جمعہ کے ہی روز۔

سعد کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ لبنیٰ خیمہ میں داخل ہوئی۔ جس طرح سے سیاہ بادلوں کو پھاڑ کر آفتاب اچانک نکل آتا ہے۔ اور اس کی منور کرنیں کائنات کو روشن کرنے لگتی ہیں۔ اسی طرح آفتاب حسن لبنیٰ کے دفعتاً خیمہ میں آجانے سے سارا خیمہ لمعاتِ نور سے جگمگا اٹھا۔

شہزادی میرونہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ لبنیٰ اس کے مسکرانے کی وجہ نہ سمجھی
اس کے نازک اور گلاب کی پتیوں کو شرمانے والے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم
کھیلنے لگا۔ وہ ہزار عشوہ اور لاکھوں ناز کے ساتھ بڑھ کر سعد کے قریب پہنچی۔
نہایت ادب سے جھک کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے دعاء دی اور اٹھتے
ہوئے کہا لبنیٰ بیٹھ جاؤ۔ میں ایک عرصہ سے یہاں بیٹھا تھا۔ اب جا رہا
ہوں۔ دوپہر کے قریب پھر آؤں گا۔

لبنیٰ نے معصومیت کے ساتھ سعد کو دیکھ کر کہا: آپ تھوڑی دیر بھی نہ
بیٹھیں گے؟

سعد عصمت مآب دوشیزہ کی معصومیت دیکھ کر کمال مسرور ہوا۔ اس
نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: لبنیٰ مجھے کچھ کام
ہے۔ میں پھر آؤں گا۔ میری عزیزہ میری دعاء ہے کہ تو ہمیشہ خوش رہے۔
سعد چلا گیا۔ لبنیٰ میرونہ کے پاس بیٹھ گئی۔

شہزادی میرونہ اب بھی معنی خیز نظروں سے اس دریکتا کو دیکھ کر
مسکرا رہی تھی۔ لبنیٰ نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ آج کیا مل گیا
ہے۔ جو اس قدر شاداں و فرحاں ہو۔

شہزادی میرونہ نے کہا اگر کچھ دو تو ایک بہت بڑی خوش خبری سناؤں
آپ کو۔

لبنیٰ: جو تم کہو گی دے دوں گی، سناؤ۔

میرونہ: مکر نہ جانا۔

لبنیٰ: ہرگز نہیں۔

میرونہ: اقرار ہو گیا۔

لبنیٰ: ہاں، ہو گیا۔

شہزادی میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا میں نے آج تمہارا اور
ریاض کا تذکرہ تمہارے بھائی سے کیا تھا۔

لبنیٰ کے چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اسے الجھن سی ہو گئی کہ خدا جانے
شہزادی میرونہ نے کیا تذکرہ کیا۔ اور بھائی سعد نے کیا جواب دیا۔ ساتھ
ہی خوف نے غلبہ کیا۔ تو شگفتہ پھول سے زیادہ تر و تازہ رخسار کسی قدر
پژمردہ ہو گئے۔ شہزادی میرونہ نے کہا تم تو ڈر گئی ہو۔

لبنیٰ نے خوف بھری نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا: پھر انہوں نے کیا کہا۔

میرونہ: انہوں نے ریاض سے تمہارے عقد کی حامی بھر لی ہے۔

لبنیٰ کے دل میں گدگدی محسوس ہوئی۔ اس کا خوف دور ہو گیا۔ روشن
چہرہ پر ہلکا گلابی رنگ دوڑ گیا۔ عارض ایسے نکھر گئے کہ تازہ گلاب کے پھول
کی پنکھڑیوں سے سبقت لے گئے۔

آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ رسیلے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔
چہرہ ایسا جگمگانے لگا۔ جیسے اس میں لاکھوں بجلیاں جذب ہوں۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا مجھے بتاؤ کہ تم نے اپنے متعلق بھی تذکرہ کیا؟

شہزادی میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا ہاں میں نے اپنے متعلق بھی
باتیں کیں۔ لیکن خود نہیں انہوں نے خود ہی ذکر چھیڑا تھا۔

لبنیٰ نے ہنس کر کہا ہاں تم کیوں چھیڑتیں تم تو بے رحم ہو۔

میرونہ: معلوم ہوتا ہے تم نے اپنے بھائی سے سازش کی ہے۔

لبنیٰ: کیسی سازش۔

میرونہ: انہوں نے مجھے بے رحم ہی کہا تھا۔

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا: تم ہو ہی بے رحم تم کو کسی پر رحم آتا ہی نہیں۔

میرونہ: میں نے کسی پر بے رحمی نہیں کی ہے۔

لبنیٰ: مجھ پر! میں تم پر فدا ہوں، تم مجھ سے بے مروتی کرتی ہو۔

میرونہ: خیر سے آج تو طبیعت میں بلا کی شوخی ہے۔

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا: میں تو سچ کہہ رہی ہوں۔ اب تم اسے شوخی کہہ لو۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا میں بے رحم ہوں لیکن تم تو رحم دل ہو۔

لبنیٰ نے شوخی سے ہنس کر کہا: اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

میرونہ: بالکل نہیں! اسی لئے تو غریب ریاض سے بات تک کرنا بھی ناگوار سمجھتی ہو۔

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا اس میں ان کا کیا ذکر۔

میرونہ: ہاں ان کا ذکر کیوں کرو گی؟ سمجھ لیا ہے نا کہ وہ بندۂ وفا ہے۔ ہزار جفا پر بھی وفا کرے گا ۔

مجبور ان کو جان کے عہد وفا کے بعد
بے مہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد

لبنیٰ: اچھا بھائی صاحب نے کیا کہا۔

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا انہوں نے کہا لبنیٰ بڑی بُری لڑکی ہے، بڑی بے رحم ہے، ریاض کی خبر نہیں لیتی ......

لبنیٰ مسکرا رہی تھی۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا۔ ان فضول باتوں کو

رہنے دو۔ مذاق پھر کر لینا۔ ٹھیک ٹھیک بات بتا دو۔

میرونہ نے متبسم ہو کر کہا: میں تو بے رحم ہوں ہی ٹھیک کیوں بتاؤں میں۔

لبنیٰ کے پیٹ میں گدگدی سی اٹھ رہی تھی۔ وہ تمام باتیں معلوم کرنے کے لئے بیتاب سی نظر آنے لگی تھی۔ اس نے کہا نہیں تم بے رحم نہیں ہو، بڑی نیک ہو، ہمدرد ہو، خدا کے لئے جلدی سے بتاؤ۔

شہزادی میرونہ نے ہنس کر کہا اللہ رے اضطراب، ذرا بھی صبر نہیں اچھا سنو، انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے ریاض لبنیٰ سے محبت کرتا ہے۔ میں اس کا عقد جمعہ کے دن کروں گا۔

لبنیٰ نے بد اعتقادی کی نظروں سے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا: کہیں سچ ہی نہ ہو جائے۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو اپنی آغوش میں کھینچ کر اس کی چاندی سی پیشانی چومتے ہوئے کہا خدا کی قسم بالکل ٹھیک ہے۔ تم آج کے دن دلہن بنو گی۔

لبنیٰ شرما گئی، اس نے شرمیلی نظروں سے شوخ میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا اور تم؟

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا: میں تم کو دلہن بناؤں گی۔

لبنیٰ: لیکن خود کب دلہن بنو گی؟

میرونہ نے شوخی سے ہنس کر پوچھا، کس کی؟

لبنیٰ: بھائی جان کی۔

میرونہ: جب تم کہو۔

لبنیٰ نے ہنستے ہوئے کہا: صبح ہی بن جاؤ۔

شہزادی میرونہ پھر ہنسی، ہنسنے سے اس کے چھوٹے چھوٹے موتی جیسے دانتوں کی شفاف قطار چمکی۔ اس کے روشن چہرہ پر حسن کی جگمگاتی لہر دوڑ گئی۔ اس نے کہا بس جی میرا خیال ٹھیک ہے۔

لبنیٰ اس شوخ کی بات سن کر حیران ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارا کون سا خیال ٹھیک ہے۔

میرونہ: یہی کہ تم نے اور تمہارے بھائی نے ضرور سازش کی ہے۔

لبنیٰ: تمہیں سازش کا گمان کیسے ہوا؟

میرونہ: انہوں نے بھی یہی کہا تھا۔

لبنیٰ نے شوخی سے مسکرا کر کہا: کیا کہا تھا؟

میرونہ: یہی جو تم کہہ رہی ہو۔

لبنیٰ: میں کیا کہہ رہی ہوں؟

میرونہ نے شرم افزا لہجے میں کہا: دُلہن بننے کی بات۔

لبنیٰ نے مسکرا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تم نے کیا کہا تھا؟

میرونہ: میں نے کہا تھا جس دن میری لبنیٰ دلہن بنے گی اسی روز میں۔

لبنیٰ ہنس پڑی اس کے سفید چھوٹے چھوٹے موتیوں جیسے دانتوں میں بجلی سی چمک تھی۔ گلابی نازک لب کھل کر جب دانتوں کی لڑیاں چمکیں تو اس کا چہرہ ایسے جگمگانے لگا۔ گویا وہ حُسن کا آفتاب ہے۔ اس نے بھولے پن سے کہا یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

میرونہ: اب ریاض آ جائیں تو انہیں بھی یہ خوشخبری سنا دوں۔

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا میرے سامنے ذکر نہ کرنا۔

ابھی میرونہ نے کچھ جواب نہ دیا تھا کہ ریاض آ گیا لبنیٰ سمٹ کر، بدن چرا کر بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھکا کر بیٹھ گئی۔

ریاض میرونہ کے قریب جا بیٹھا۔ شہزادی میرونہ نے ریاض کو دیکھ کر ہلکے تبسم کے ساتھ کہا کچھ دینا قبول کرو۔ تو آج ایک خوشخبری سناؤں۔

بیچارے ریاض کو اس قدر مایوسی تھی کہ اس کے خیال میں اس کے لئے کوئی خوشخبری دنیا میں باقی نہ رہی تھی۔ اس نے متعجبانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ٹھیک اسی وقت جب ریاض نے میرونہ کو دیکھا۔ لبنیٰ نے میرونہ کے ہلکی سی چٹکی لی۔ میرونہ اچھل پڑی۔

ریاض نے یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ میرونہ نے سسکی بھرتے ہوئے کہا بس صاحب رہنے دیجئے۔ ان کی منشاء نہیں ہے کہ میں آپ کو خوشخبری سناؤں۔

ریاض کو تعجب پر تعجب تھا کہ میرونہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ لبنیٰ نے چٹکی لے کر کیوں اسے روک دیا۔ اسے خلفشار ہو گیا۔

اس نے کہا جب آپ نے تذکرہ کیا ہے تو سنا ہی دیجئے ورنہ مجھے پریشانی اور الجھن سی رہے گی۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا: آپ ان سے دریافت کر لیجئے۔ تب سنا دوں گی۔

ریاض نے پوچھا۔ اس میں ان کا کیا بیچ ہے۔

میرونہ نے ہنس کر کہا ان کی ہی تو بات ہے۔

لبنیٰ نے پھر چٹکی لی۔ شہزادی میرونہ پھر اچھل پڑی۔ اس نے پھر سسکی لیتے ہوئے کہا اچھا اب نہ کہوں گی۔

ریاض کی الجھن دمبدم بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے پژمردہ سا چہرہ بنا کر کہا اس طرح کسی کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

لبنیٰ نے شہزادی میرونہ کے پاس سے سرکتے ہوئے کہا یہ بھی ان سے ہی پوچھئے۔

ریاض: لیکن تذکرہ تو تم نے شروع کیا تھا۔

میرونہ: مجھ سے غلطی ہوگئی۔

ریاض: بس تو اس غلطی کو پورا کر دو۔

میرونہ: اور چٹکیوں سے بدن کون نچوائے۔

ریاض: چٹکیاں کون لیتا ہے۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا ذرا یہاں آ بیٹھئے، ابھی معلوم ہو جائے گا۔

لبنیٰ بھی زیر لب مسکرا رہی تھی، ریاض نے اس عرب کے چاند کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ لبنیٰ کی سحر خیز نگاہیں بھی اٹھ گئیں۔ آنکھ چار ہوتے ہی ریاض کے بدن میں تھرتھری سی پڑ گئی۔

لبنیٰ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ ریاض کی نظریں لڑکھڑا گئیں۔ شہزادی میرونہ نے کن آنکھوں سے لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔ میرے پیٹ میں تو بات چھپاتے ہوئے درد ہونے لگا ہے۔ میں تو کہے دیتی ہوں۔

ریاض نے کہا: کہو بھی۔

میرونہ: اب جمعہ کو لبنیٰ سے تمہارا عقد ہو جائے گا۔

یہ ایک غیر متوقع خوشخبری تھی، ریاض کو پہلی بار یقین ہی نہ آیا، وہ سمجھا

کہ شاید اس کی سماعت نے اسے فریب دیا ہے۔

اس نے مکرر پوچھا اور جب پھر وہی جواب ملا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب اس نے رشک حور لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ شرم و حیا کی گڑیا بنی ہوئی تھی۔

شرم سے اس کے پھول سے رخسار پسینہ میں پسیج گئے تھے اور اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہونے لگی تھی۔

ابھی ریاض اسے دل بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد آ گیا۔ ریاض نے سعد کو ایسی نظروں سے دیکھا جن میں تشکر و اطمینان کے ہزار جذبے پوشیدہ تھے۔ سعد سمجھ گیا اس نے کہا:

ریاض! میں نے آج سب معاملہ طے کر دیا۔ غالباً تم نے سن لیا ہوگا۔

ریاض نے کہا دوست! تم نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے کہ کسی طرح میں اس سے سبکدوش نہ ہو سکوں گا۔ حیران ہوں کہ کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔

سعد: شکریہ کی ضرورت نہیں، میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے دوست کی خاطر معاشرت کو توڑا جا سکتا ہے۔

ابھی اس قدر ہی گفتگو ہوئی تھی کہ کھانا آ گیا۔ سب مل کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔

لبنیٰ اور ریاض کے عقد کی تاریخ کی خبر اسلامی لشکر میں بہت جلد پھیل گئی۔ تمام عورتوں اور سارے مردوں کو معلوم ہو گیا۔ سب کو بے حد مسرت ہوئی۔

دن گزرتے رہے۔ شادی کی کوئی تیاری نہ ہو رہی تھی۔ وہ لوگ

اسلام کے سچے پیروکار تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی ہر ایک بات سادگی کے ساتھ ہوتی تھی۔

وہ ہندوستان کے مسلمان کی طرح فضول رسومات اور فضول اخراجات، فضول نمود ونمائش کی باتیں نہ کرتے تھے۔ جیسا ان کے خدا نے رسول ﷺ کو اور رسول ﷺ کے جانشینوں نے انہیں بتایا تھا۔ ویسا ہی کرتے تھے۔ آخر جمعہ کا دن آ ہی گیا۔

لبنیٰ بنا سنوار کر دلہن بنادی گئی۔ اور شہزادی میرونہ بھی دلہن بنی، عصر کی نماز کے بعد دونوں کا نکاح ہو گیا۔ اسی وقت رخصتی ہو گئی۔ معمولی کپڑے۔ معمولی جہیز دیا گیا۔

ریاض نے سب سے پہلے سعد کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ کمال حسین تھی۔ حسن کا جلوہ گر چاند تھی۔ ریاض نے اس کے پھول سے لبوں پر ایک لمبا بوسہ دیا اور کہا۔

خدا نے مجھے دنیا میں ہی حور دے دی۔ تم بلا شبہ عرب کا جگمگاتا ہوا چاند ہو۔ لبنیٰ شرما گئی۔ ہفتہ بھر اسی مقام پر رہ کر اسلامی لشکر نے واپس کوچ کیا۔

❖ ❖ ❖

:- ختم شُد :-

ماہِ عربؑ

فتح خیبر